اُردو لسانیات

تفہیم و تعبیر

ڈاکٹر عبدالستار ملک

اُردو لسانیات: تفہیم و تعبیر

ڈاکٹر عبدالستار ملک

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں)

ISBN-----------

نام کتاب	....	اردو لسانیات: تفہیم و تعبیر
مصنف	....	ڈاکٹر عبدالستار ملک
اشاعت	....	2023
تعداداشاعت	....	500
قیمت	....	800 روپے
ناشر	....	کریٹیو پبلشرز، فیصل آباد

Creative

Publishers
2nd floor, Subhan Plaza, Press Market,
Aminpur Bazar, Faisalabad. +92 300 72 88 544

Email. hzhafeez@gmail.com

فہرست مندرجات

عنوان		صفحہ نمبر
باب اول	لسانیات: مفہوم، اہمیت اور دائرہ کارِ	۷
باب دوم	صوتیات	۲۷
	(اعضائے نطق، اردو کا صوتی نظام، آئی۔ پی۔ اے)	
باب سوم	علم الاصوات	۶۷
	(علم اصوات کا مفہوم، صوتیات اور علمِ اصوات میں فرق، قطعاتی اور فوق قطعاتی اکائیاں)	
باب چہارم	صرفیات، نحویات، معنیات	۸۳
باب پنجم	اطلاقی لسانیات	۱۰۱
	(بنیادی شعبے: تدریس زبان، ترجمہ، لغت نویسی، اسلوبیات)	
باب ششم	تاریخی، سماجی اور نفسیاتی لسانیات	۱۳۳
باب ہفتم	لسانیات کی بنیادی اصطلاحات	۱۶۱
باب ہشتم	اردو لسانیات: تاریخ وارتقا	۱۷۷

پیش لفظ

مغرب میں لسانیات کا علم بہت زیادہ ترقی کر گیا ہے۔ اردو میں لسانیات کی عمر زیادہ نہیں ہے اور اس علم میں خاطر خواہ دلچسپی نہیں لی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ اردو لسانی مسائل پر روایتی انداز سے سوچنے کے عادی ہیں اور لسانیات ابھی تک ہمارے مزاج کا حصہ نہیں بن سکی۔ تاہم اردو میں زبان کے سائنسی مطالعے پر مبنی کچھ کام ضرور ہوئے ہیں، جن کی نوعیت تجزیاتی، توضیحی اور اطلاقی ہے۔ علم لسانیات کے جدید ترین مسائل و مباحث پر فنی و تکنیکی نقطہ نظر سے قدرے کم لکھا گیا ہے۔

زبان کا عارف بننے کے لیے اس علم کے اسرار و رموز، اصول وضوابط اور دیگر مسائل و مضمرات سے آشنائی لازمی ہے۔ ادب کے طالب علموں کے لیے علم لسانیات کی آ گہی اس لیے بھی ضروری ہے کہ ادب کے مطالعے میں لسانیات کی روشنی ادب کی نئی جہتیں اجاگر کرتی ہے۔ زبان کا آغاز و ارتقا لسانیات کا موضوع ہے اور اس پر نظر رکھے بغیر ادب کا مطالعہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ انھی اسباب وحقائق کے پیش نظر ہائر ایجوکیشن کمیشن نے لسانیات کو شاملِ نصاب کیا ہے۔

اردو لسانیات کی یہ کتاب بی ایس کے طلبہ کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر تحریر کی گئی ہے، تاہم لسانیات سے دلچسپی رکھنے والے قارئین اور سکالرز بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ کتاب کی تیاری میں یہ خیال رکھا گیا ہے کہ لوازمہ نہ صرف معیاری اور ہمہ گیر ہو بلکہ مضمون کے تمام اہم موضوعات کا احاطہ بھی کرے۔

کتاب میں لسانیات کے بنیادی مباحث، موضوعات اور اردو کے لسانی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ لسانیات میں زبان کا سائنسی مطالعہ کیا جاتا ہے اور زبان کی ساخت کے مطالعے میں صوتیات و علم الاصوات، صرف ونحو اور معنیات کے مباحث اہم ہیں۔ تاہم دیگر علوم اور شعبہ ہائے زندگی میں لسانیات کی ضرورت و اہمیت مسلسل بڑھ رہی ہے۔ اس لیے اس کتاب میں لسانیات کے دیگر پہلوؤں اور شاخوں جیسے: اطلاقی تاریخی و تقابلی لسانیات، لسانیات، سماجی لسانیات، نفسیاتی لسانیات وغیرہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور بقدرِ ضرورت تفصیل دی گئی ہے۔ کتاب میں مواد

کو منطقی ترتیب کے ساتھ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ موضوع سے متعلق مباحث بتدریج آگے بڑھتے رہیں اور طلبہ کو ذہن نشین کرنے میں آسانی ہو۔

زیرِ نظر کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلے باب میں لسانیات کا مفہوم، ضرورت و اہمیت، اور شاخوں کی تفصیل دی گئی ہے۔ دوسرے باب صوتیات پر مشتمل ہے۔ تیسرا باب علم الاصوات سے متعلق ہے۔ چوتھا باب صرفیات ،نحویات، معنیات اور علامتی زبان کے مباحث کو محیط ہے۔ پانچواں اطلاقی لسانیات سے متعلق ہے۔ اس میں اطلاقی لسانیات کے بنیادی ذیلی شعبوں کو نسبتاً وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں تاریخی و تقابلی لسانیات، سماجی اور نفسیاتی لسانیات کے موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ ساتویں باب میں لسانیات کی بنیادی اصطلاحات کی تعریف وتوضیح کی گئی ہے۔ آٹھواں باب اردو لسانیات کی تاریخ وارتقا پر مشتمل ہے، جس میں عالمی منظر نامے میں لسانیات کی اور اس کے ساتھ اردو لسانیات کے آغاز وارتقا کا احوال دیا گیا ہے۔

طلبہ کی سہولت کی خاطر ہر باب کے آخر میں میں اہم نکات دیے گئے ہیں تا کہ مطالعے کے بعد ضروری باتوں کی دہرائی ہو جائے۔ آخر میں مشقی سوالات کے زیرِ عنوان معروضی اور موضوعی ہر دو طرح کے خود اکتسابی سوالات دیے گئے ہیں تا کہ طلبہ اپنی معلومات کی خود جانچ کر سکیں۔

اختتام پر مجوزہ کتب کے زیرِ عنوان موضوع سے متعلق اہم اور بنیادی کتابوں کا اندراج کیا گیا ہے تا کہ ان سے استفادہ کے ذریعے اردو زبان کے لسانیاتی مسائل کے بارے میں طلبہ کی معلومات میں وسعت اور گہرائی پیدا ہو اور علم لسانیات سے دلچسپی میں اضافہ ہو۔

کتاب کو بہتر بنانے کی خاطر ہر قسم کی آرا اور تعمیری تنقید کو خوش دلی سے قبول کیا جائے گا۔

ڈاکٹر عبدالستار ملک

باب اول

لسانیات: مفہوم، اہمیت اور دائرہ کار

فہرست مضامین

لسانیات: تعارف اور دائرہ کار
الف ۔لسانیات کا مفہوم
ب ۔لسانیات کی اہمیت وافادیت
ج ۔لسانیات کی شاخیں
د ۔حوالہ جات
ہ ۔خود آزمائی
و ۔مجوزہ کتب

لسانیات: تعارف اور دائرہ کار

الف۔لسانیات(Linguistics) کا مفہوم

''لسانیات'' دولفظوں یعنی لسان (زبان) اور یات (علم) کا مجموعہ ہے جس سے مراد ہے علمِ زبان۔ اردو میں یہ اصطلاح انگریزی اصطلاح "Linguistics" کے متبادل کے طور پر 'لسان' (عربی) کے ساتھ 'یات' بطور لاحقہ لگا کر وضع کی گئی ہے اور اُردو میں بطور اسمِ مونث استعمال ہوتی ہے۔لسانیات کا مطلب ہے زبان سے متعلق مسائل ومباحث۔

قدیم زمانے میں لسانیات کو گرامر (صرف ونحو) یا علم اللغہ (علم اللسان) کہا جاتا تھا۔بعدازاں اس کا نام علم اللغہ کے بجائے فقہ اللغہ (زبان کا فلسفہ) قرار پایا(۱)۔۱۷۱٦ء میں ڈیویز نے علم زبان کے مطالعے کو Glossology کا نام دیا۔مگر جب ہند یورپی زبانوں کے تقابلی موازنے اور تجزیے کا آغاز ہوا تو اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کا نام تقابلی قواعد (Comparative Grammar) رکھا گیا۔البتہ جیسے ہی یہ شعور بیدار ہوا کہ علم زبان محض قواعد (صرف ونحو) ہی نہیں بلکہ اس میں مختلف آوازوں (صوتیات) اور معنیات کا بھی احاطہ کیا جاتا ہے تو انیسویں صدی کی ابتدا میں اس کا نام 'Comparative Philology' رکھا گیا۔'Philo' کے معنی ہیں محبت اور 'Logos' کا مطلب ہے لفظ یا علم وغیرہ۔اس طرح 'philology' کا مطلب ہوا ''زبان کی محبت''۔یعنی اس سے مراد وہ علم جو زبان سے متعلق ہو۔ بعدازاں اس نام پر اعتراض یہ اُٹھایا گیا کہ سائنس میں تقابل تو ہوتا ہی ہے، اس لیے لفظ 'Comparative' کی کیا ضرورت ہے؟اس طرح علمِ زبان کو صرف 'Philology' کہا جانے لگا۔تاہم 'Philology' کی اصطلاح متنازعہ رہی اور اس کے مختلف مفاہیم مراد لیے جاتے

رہے۔

۱۴۸۱ء میں پرچڈ نے علمِ زبان کو 'glottology' کا نام دیا، لیکن یہ نام رائج نہ ہو سکا۔ 'Philology' اس لیے قابلِ اعتراض تھا کہ اس کے دائرہ کار میں ادبیات اور اسلوبیات وغیرہ آ جاتے ہیں۔ انیسویں صدی میں فرانس میں اس کے لیے ''Linguistique'' کی اصطلاح استعمال کی گئی۔ ۔ یہ لاطینی لفظ ہے جبکہ 'Philology' یونانی۔ 'Lingua' زبان کو کہتے ہیں اور ''Linguistique'' زبان کے علم کو۔ انیسویں صدی کے دوران انگریزی میں زبانوں کے علم کے لیے 'Linguistic' کا لفظ استعمال ہونے لگا جو چند برس بعد 'Linguistics' کے نام سے مقبول ہو گیا (۲)۔ فارسی زبان میں اس شعبۂ علم کو ''زبان شناسی'' کہتے ہیں۔ اردو زبان میں اس کے لیے لسانیات یا علم زبان، مستعمل ہے۔ علمِ زبان چونکہ مرکب ہے اس لیے لسانیات مختصر ہونے کی وجہ سے باعثِ ترجیح ہے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کے مطابق: ''لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے زبان کی ماہیت، تشکیل، ارتقا، زندگی اور موت کے متعلق آگاہی ہوتی ہے۔۔۔ (اور) زبانوں کا تجزیہ، ان کی تاریخ، ان کے باہمی ارتباط، ان کی معنوی ساخت اور ان کی ظاہری تقسیم و گروہ بندی پر غور و خوض کرنا لسانیات کا سب سے بڑا مقصد ہے۔'' (۳)۔

''لسانیات'' زبان کے مختلف پہلوؤں کا ایک منظّم اور مربوط انداز میں سائنسی مطالعہ کرتی ہے۔ اس تعریف میں دو اصطلاحوں 'زبان' اور 'سائنسی مطالعہ' کا استعمال ہوا ہے، 'زبان' سے مراد ایک ایسا خود اختیاری اور روایتی صوتی علامتوں کا نظام ہے جو کوئی انسان اپنے سماج میں اظہارِ خیال کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے جب کہ 'سائنسی مطالعے' سے ایسی تحقیقات مراد ہیں جن کے مشاہدات کی تصدیق تجربی تقاضوں کے مطابق کی جا سکے۔

سائنس ایک منظّم طریقہ کار کے تحت حقائق کی چھان بین اور تحقیق ہے۔ یہ مشاہدے

اور تجزیے کی بنیاد پر معلومات فراہم کرتی ہے۔سائنسی مطالعے کی تین اہم خصوصیات صراحت (Explicitness) معروضیت (Objectivity) اور تنظیم یا با قاعدگی (Systematic) کو لسانی مطالعہ میں بھی بروئے کار لایا جاتا ہے۔ڈاکٹر نصیر احمد خاں نے اپنی تصنیف ''اردو لسانیات'' میں ان تین کلیدی ضوابط کی جامع توضیح کی ہے۔(۴) پروفیسر اقتدار حسین خاں سائنسی مطالعہ کی مذکورہ خصوصیات کے علاوہ سائنسی مطالعہ کے ذیل میں مشاہدہ، مفروضات، تصدیق اور آزادی کو بھی مطالعے کے لئے اہم قرار دیتے ہیں۔(۵)

ماہرین لسانیات لسانیاتی مطالعہ کی ہر سطح پر معروضی اندازِ فکر سے کام لیتے ہیں اور حقائق کا پتا لگانے کے لئے تجزیاتی طریق کار اختیار کرتے ہیں۔ چونکہ لسانیات کا اصل موضوع زبان کا مطالعہ ہے؛اس لیے اس شعبۂ علم میں زبان کی موجودہ صورتِ حال، زبانوں میں متواتر ہونے والی تبدیلیوں اور دنیا کی مختلف زبانوں کا ایک دوسرے سے مطابقت کے بارے میں بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ساتھ ہی یہ بھی معلوم کیا جاتا ہے کہ دنیا کے دیگر علوم وفنون، آثار قدیمہ اور دنیا کے جغرافیائی حالات سے زبان کا کیا تعلق ہے؟ غرض کہ لسانیات ایک ہمہ گیر علم ہے جس کا دائرہ بے حد وسیع ہے، جو انسانی علم کی ہر شاخ سے غذا حاصل کرتی ہے اور اس کے معاوضے میں ہر علم کو قوت پہنچاتی ہے۔

ب۔لسانیات کی اہمیت وافادیت:

چونکہ لسانیات کا موضوع زبان اور مسائل زبان ہے، اس شعبہ علم میں جدید سائنسی طرز سے زبان کی تاریخ، توضیح اور تشریح بیان کی جاتی ہے، مختلف زبانوں کا تقابلی مطالعہ کر کے ان زبانوں اور متعلقہ تہذیب میں ربط تلاش کیا جاتا ہے۔لسانیات کا مطالعہ زبان کی ساخت، بناوٹ، مختلف زبانوں کا باہمی رشتہ، اختلافات اور زبان کے علاوہ انسانی تہذیب کی تاریخ اور ارتقا کے متعلق فہم عطا کرتا ہے۔ ماہر لسانیات قدیم سے قدیم تر زبانوں کا (خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ) کا مطالعہ کرتا

ہے، جس کے ذریعے مختلف قوموں کی تہذیب اوران کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔ ماہرلسانیات زبان اور بولی کے علاقے کا تعین کرتا ہے۔ کسی ملک یا قوم کی زبان کا لسانیاتی جائزہ لیتا ہے، جو زبان کے علاقے، دائرے، بولنے سمجھنے والے کی صحیح تعداد اور زبان کے مختلف مسائل کی وضاحت کرتا ہے؛ جس کی مدد سے زبان کو معیاری بھی بنایا جا سکتا ہے اور فروغ کے لیے لائحہ عمل بھی تیار کیا جا سکتا ہے۔ قومی سطح پر لسانی مسائل مثلاً معیاری زبان، سرکاری زبان، قومی زبان، علاقائی زبان، وغیرہ کا تعین کرنے میں لسانی نقطہ نظر ضروری ہوتا ہے۔ زبانوں کی نسلی گروہ بندی نے انسانی تہذیب کی تاریخ کو واضح سمت عطا کی۔ مثلاً ''آریہ نسل کے باشندوں کا اصلی وطن کیا تھا؟ یہ قدیم ترین ہندآریائی زبانوں کے بعض الفاظ سے معلوم ہوسکا ہے۔ ماقبل تاریخ دور میں آریہ کس طرح مختلف گروہوں میں مختلف مقامات پر آباد ہوئے؟ پھر وہاں سے ان کی کون کون سی شاخیں پھوٹیں؟ یہ سب آریائی زبانوں کے باہمی تعلق اوران کے شجرے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ یونانی سے لاطینی کا نکلنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آریہ پہلے یونان میں بسے اور وہاں سے ان کی ایک ٹولی اٹلی گئی۔ انگریزی کا جرمن خاندان سے ہونا اور فرانسیسی سے نسبتاً دور ہونا ظاہر کرتا ہے کہ انگریز قوم لاطینی گروہ سے پہلے جدا ہوئی اور جرمن سے اس کے بعد۔ یورپ کے خانہ بدوش قبائل کی ہندوستانی آمیز زبان اس بات کا اشارہ ہے کہ یہ لوگ کسی زمانے میں ہندوستان سے یورپ گئے۔ کشمیری زبان کی باقی ہندآریائی زبانوں سے علیحدگی صاف بتاتی ہے کہ کشمیر میں آریوں کا کوئی دوسرا گروہ آباد ہوا جو بقیہ ہندوپاک کے باشندوں سے الگ تھلگ اس برعظیم میں وارد ہوا۔ گویا اس علم کے توسط سے ایک لسانی برادری کے ذیلی گروہوں کی نقل مکانی کا زمانہ معلوم ہوسکتا ہے۔

زبان ماحول اوراقدار کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ زبان کی تبدیلی اس کے زندہ رہنے کی علامت ہے، ماہرلسانیات زبانوں کی ترقی اور تغیر وتبدل کے عمل کا مطالعہ کرتا ہے۔ زبان کی پیدائش اور ارتقا کی مدلل تاریخ کا تعین ماہرین لسانیات کا کام ہے۔ قدیم ادب کے فرہنگ کی تفہیم

میں لسانیات معاون ہوتی ہے۔ ادبی مخطوطات کا زمانہ متعین کرنے، اسے پڑھنے اور سمجھنے میں لسانیات سے مدد ملتی ہے۔

آج کے اس ترقی یافتہ عہد میں جہاں دنیا سمٹ گئی ہے اور ممالک کے مابین تجارتی وثقافتی میل جول بڑھا ہے۔ ایسی صورت حال میں زبانوں کو بھی عالم گیریت حاصل ہوئی ہے اور مادری زبان کے علاوہ دوسری زبانوں کے سیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ لسانیات دوسری زبانوں کے سیکھنے اور سکھانے کے عمل کو سہل بناتی ہے۔ لغت کی تدوین اور قواعد کی ترتیب لسانی اصولوں کے تحت کی جائے تو غیر ملکی زبان کی تحصیل آسان ہو جاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق مروجہ قواعد پڑھا کر کسی کو زبان سکھائی جائے تو کم از کم دو سال کا عرصہ درکار ہے جبکہ لسانیات کی مدد سے زبان مہینوں میں سیکھی جا سکتی ہے۔ بغیر تحریر والی زبانوں کو تحریری صورت میں لانے کے لیے ماہرین صوتیات اسے سیکھ کر آوازوں کی صحیح تفریق کر کے رسم الخط تیار کرتے ہیں۔ موجودہ رسم الخط میں خامیوں کی گرفت اور تدارک صوتیات ہی کر سکتی ہے۔

لسانی مطالعے نے دنیا بھر میں بولی جانے والی زبانوں کے مسائل کا بہتر سے بہتر حل تلاش کیا ہے۔ لسانی مطالعے کی افادیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آج دنیا کے وہ علوم وفنون بھی لسانی مطالعے سے فیض حاصل کر رہے ہیں، جن کا زبان کے مطالعہ سے براہ راست کوئی واسطہ نہیں۔ بشریات، عمرانیات، نفسیات اور فلسفہ کے علاوہ، طب، طبیعیات، ریاضیات وغیرہ جیسے سائنسی علوم سے لسانیات کا ایک ایسا رشتہ قائم ہوا ہے جہاں دونوں علوم ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک میں لسانیات پر اتنی توجہ دی جاری ہے، جتنی دیگر سائنسی اور سماجی علوم پر بلکہ اب اسے ریاضی اور شماریات کے انداز میں وضع کیا جا رہا ہے۔ چونکہ ہمارے ہاں زبانوں کے مطالعے کی اہمیت و افادیت زیادہ شعور نہیں، جس کی وجہ سے لسانیات سے صرفِ نظر کیا

گیا۔لسانیات کی جولاں گاہ بہت وسیع ہے۔آج ترقی یافتہ معاشروں میں لسانیات کی مدد سے تاریخ،تہذیب اور معاشرت کے بہت سے مسائل حل کیے جارہے ہیں۔اس سے مختلف نسلوں اور زبانوں کا باہمی اشتراک واختلاف معلوم کیا جارہا ہے۔اس سے قوموں اور زبانوں کی عمر کے ساتھ ان کی جائے پیدائش کے بارے میں معلومات حاصل کی جارہی ہیں۔قدیم اور مردہ زبانوں کے رسم الخط اور ادب کی تفہیم بھی لسانیت کی مدد سے ممکن ہوگئی ہے۔ایسی قبائلی زبانیں جن کا کوئی رسم الخط نہیں،لسانیات کی مدد سے ان کا رسم الخط وضع کیا گیا ہے۔دنیا کی کسی بھی زبان کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے صوتیاتی رسم الخط (IPA) وضع کرلیا گیا ہے؛ جس میں خفیف ترمیم کے بعد کسی بھی زبان کو لکھنا ممکن ہے۔لسانیات کی مدد سے مخطوطات کے زمانی تعین میں مدد ملتی ہے۔اس کی مدد سے ایسے قواعد مرتب کرنے کی کوششیں جاری ہیں،جن کے ذریعے کسی دوسری زبان کو بہت کم عرصے میں سیکھا جا سکتا ہے۔برطانیہ اور امریکہ میں انگریزی بولنے والوں کو دوسری غیر ملکی زبان کی تعلیم دینے کے لیے لسانیات کو سکولوں میں متعارف کرایا جارہا ہے۔افواج میں اس کے ذریعے خفیہ کوڈ بنانے اور دوسروں کے خفیہ کوڈ پڑھنے کا کام لیا جارہا ہے۔ترجمے کی ایسی مشین بنانے کی کوششیں جاری ہیں،جو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرسکے۔لسانیات کی ان برکات سے فیض یاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اردو لسانیات میں تحقیق وتدریس مضبوط بنیادوں پر استوار ہو۔

ج۔لسانیات کی شاخیں

گزشتہ دوصدیوں میں لسانیات نے بہت ترقی اور وسعت کیا اختیار کرلی ہے۔زبان سے متعلق مسائل کی نوعیت کے پیشِ نظر لسانیات کو متعدد شاخوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔اگرچہ ماہرینِ لسانیات تاحال یہ حتمی فیصلہ بھی نہیں کرپائے کہ ان شاخوں کی تقسیم کس درجہ بندی کی بنا پر ہو۔علم زبان ایک لامحدود ہے جیسے جیسے زبان کا ارتقا عمل میں آیا؛ ویسے ویسے اس کی شاخیں بھی وجود میں

آنے لگیں۔علم زبان دراصل کئی ایک شاخوں پر مشتمل ہے۔ماہرین لسانیات نے علم زبان کی تفہیم کو آسان بنانے کے لیے متعدد شاخیں متعین کی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

تاریخی لسانیات(Historical Linguistics):

اس میں کسی ایک مخصوص زبان یا کسی ایک خاندان سے تعلق رکھنے والی زبان یا زبانوں کے ارتقائی مراحل کا تاریخی ادوار کی روشنی میں مطالعہ کر کے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ زیر مطالعہ زبان میں وقت کے ساتھ ساتھ کون کون سے لسانی تغیرات رونما ہوئے ہیں۔

تقابلی لسانیات (Comparative Linguistics)

تقابلی لسانیات میں تاریخی اعتبار سے باہمی رشتہ رکھنے والی زبانوں کا تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے، اصل زبان کو تلاش کیا جاتا ہے، جس سے مختلف زبانیں الگ ہوکر وجود میں آئیں ۔ یہ لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے والی دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا مطالعہ وموازنہ کر کے ان کی آپس میں مشابہت اور اختلافات معلوم کئے جاتے ہیں۔واضح رہے کہ تقابلی لسانیات ایک ہی خاندان کی مختلف زبانوں یا ایک زبان کی مختلف بولیوں کا احاطہ کرتا ہے۔ جب مختلف خاندان کی زبانوں کے تقابلی مطالعے کی ضرورت مخصوص ہوئی تو ماہرین نے نوعیات (Typology) کا نام دیا ہے۔اس طرز کے مطالعے میں مختلف زبانوں کے صرف ونحو کو لے کر اس مشترک یا متضاد خصوصیات کی بنا پر گروہ قائم کیے جاتے ہیں۔انھیں پہلے نحوی یا قواعدی گروہ بندی کہا جاتا تھا، اب اسے نوعیاتی گروہ بندی کہا جاتا ہے۔

اشتقاقیات(Eytmology):

اشتقاقیات بھی تاریخی لسانیات کا ایک شعبہ ہے۔لسانیات کی اس شاخ میں کلموں کی ہیئتوں اور ان کے صوتی اور تشکیلیاتی رشتوں کا تجزیاتی مطالعہ، اس غرض سے کیا جاتا ہے تا کہ ان کے ماخذ کی نشان دہی کی جا سکے۔یعنی یہ لفظ کی بنیادیں تلاش کرنے کا علم ہے۔اس علم کا ماہر قدیم

متون اور دوسری زبانوں کے ذخیرۂ الفاظ سے لفظ کا موازنہ کرتا ہے تا کہ لفظ کی تاریخ کو ازسرِ نو سامنے لایا جا سکے اور یہ واضح کیا جا سکے کہ لفظ مقامی ہے، دخیل ہے یا مستعار ہے۔ لفظ نے کس شکل میں اپنی اصل زبان سے سفر شروع کیا اور تب اس کے کیا معنی تھے؟ اور آج یہ کس شکل اور کن معنوں میں دوسری زبان میں رائج ہے؟

کم و بیش ہر زبان کے کلموں نے تغیر و تبدل کی کئی منزلیں طے کر کے موجودہ صورتیں اختیار کی ہیں یا وہ دوسری زبانوں سے دخیل و مستعار ہیں۔ اپنی اصل زبانوں میں یہ دخیل کلمے، ڈھلے ڈھلائے یا ترشے ترشائے نہ تھے بلکہ خرادمند کی تراش خراش کا نتیجہ تھے۔ ہر لفظ کے اخذ و اشتقاق کی تاریخ ہوتی ہے۔ اس میں عہد بہ عہد اور منزل بہ منزل والے صوری و معنوی تغیرات رونما ہوتے ہیں۔ ان ارتقائی نقوش کی بازآفرینی، وضاحت اور توجیہ اشتقاقیات کے مباحث ہیں۔

توضیحی/ تجزیاتی یا ساختی لسانیات: Linguistics)(Descriptive/Structural

لسانیات کی سب سے اہم شاخ ہے ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہی وہ بنیاد ہے جس پر لسانیات کے علم کا محل تعمیر ہوا ہے۔ توضیحی لسانیات میں زبان کی ساخت کی توضیح پیش کی جاتی ہے۔ یہ زبان کے ارتقا کی مخصوص منزل اور مقررہ وقت پر اس کی بناوٹ کا مطالعہ کرتی ہے اور اسے مختلف اجزا میں تقسیم کے ان کی تشریح اور وضاحت بیان کرتی ہے۔ اسی لیے اسے تشریحی لسانیات بھی کہتے ہیں۔ توضیحی لسانیات زبان کی قدیم صورت یعنی ماضی میں زبان کے الفاظ اور اس کی آوازوں کا تجزیہ نہیں کرتی بلکہ توضیحی لسانیات کا موضوع موجودہ زبان ہے۔ توضیحی لسانیات کو مطالعے کی خاطر ہم مندرجہ ذیل حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔

i. صوتیات(Phonetics):

اس شاخ میں ہم کسی زبان کی کل آوازوں یعنی مختلف صوتوں کا مطالعہ کرتے ہیں ہیں نیز یہ دیکھتے ہیں کہ یہ آوازیں کس طرح پیدا ہوتی ہیں اور ان آوازوں کو مطالعے اور تقابلی جائزے کے

لیے کس طرح درجہ بندی کر سکتے ہیں۔

ii. علم الاصوات/فونیمیات(Phonemics/Phonolgy):

فونیمیات میں ہم ان طریقوں کا مطالعہ کرتے ہیں، جن سے ہم کسی زبان کی تخالفی اور امتیازی آوازوں کی اکائیوں کو معلوم کر سکیں۔ ان امتیازی آوازوں کی تعداد کسی بھی زبان میں محدود ہوتی ہے۔ آواز کی ان امتیازی اکائیوں کو فونیم صوتیہ کہتے ہیں۔

iii. صرفیات / مارفیمیات/تشکیلات(Morphology):

لسانیات کا ایک اہم شعبہ ہے جو الفاظ کی ساخت کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس میں لفظوں کی تشکیل سے بحث کی جاتی ہے، اس لیے اس علم کو تشکیلیات بھی کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مادہ میں سابقے اور لاحقے لگا کر نئے الفاظ کا اشتقاق کیوں کر ہوتا ہے۔

iv۔ نحو :(Syntax)

اصطلاح میں نحو سے مراد کسی زبان کے مختلف النوع الفاظ کے باہمی ربط اور ان کی ترتیب و ترکیب سے بننے والے فقروں(Clauses) اور جملوں(Sentences) کے مطالعے و تجزیے کا علم ہے۔ لسانیات کا ایک مستقل اور اہم شعبہ ہے جس میں جملے کی ساخت کو موضوع مطالعہ بنایا جاتا ہے یعنی نحو میں جملے کے ساتھ تراکیب (دو یا دو زیادہ الفاظ) جملوں میں لفظوں کی ترتیب کے قاعدوں کا لسانی مطالعہ بھی شامل ہے۔

v۔ معنیات(Semantics):

اس میں لفظوں اور جملوں کے معنیٰ و مفہوم سے بحث کی جاتی ہے اور معانی کے تاریخی ارتقا کی کھوج لگائی جاتی ہے۔ اس میں ان طریقوں پر بحث کی جاتی ہے، جن سے زبان میں معنیٰ سمجھنا مقصود ہوتا ہے۔ لسانیات کی یہ شاخ معانی کے سیاق وسباق کا بھی تجزیہ کرتی ہے۔ یعنی الفاظ

بولنے والے کی زبان سے کس سماجی پس منظر اور صورت حال کے تحت ادا ہوئے ہیں اور ساتھ ہی معنوں میں پیدا ہونے والے تغیرات کا بھی جائزہ لیتی ہے۔

اطلاقی لسانیات(Applied Linguistics):

لسانیات کے علم میں ترقی کی وجہ سے اس کی افادیت کا اطلاق زبان کے استعمال کے دوسرے شعبوں میں بھی کیا جانے لگا۔ جس پر لسانیات کے جدید شعبہ اطلاقی لسانیات کا عمل میں آیا۔ اطلاقی لسانیات کو لسانیات کا عملی پہلو بھی کہا جاتا ہے۔ اطلاقی لسانیات کے دائرہ عمل میں بیرونی زبانوں کا سیکھنا اور سکھانا، ترجمہ لغت نویسی اور اسلوبیات کے علاوہ کسی زبان یا بولی کا علاقائی جائزہ لینا، کسی زبان کی کوڈ تیار کرنا، کسی زبان کی خفیہ کوڈ کو دریافت کرنا، رسم الخط میں اصلاح کی تجاویز، زبان کی ٹائپنگ کے لیے حروف کی ترتیب، کمپیوٹر میں زبان کے استعمال کو فروغ دینا، ترجمہ کی مشین بنانا وغیرہ امور آتے ہیں۔ ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ نے لسانی تناظر میں موجودہ دور میں اطلاقی لسانیات کی وسعت اور ضرورت کو مدِنظر رکھتے ہوئے چار ایسے شعبوں (تدریس زبان، ترجمہ، لغت نویسی، اسلوبیات) کی نشان دہی کی ہے، جہاں لسانیات کے اطلاق کے امکانات زیادہ روشن ہیں۔(۶)

دورِ جدید میں کمپیوٹری لسانیات اطلاقی لسانیات کا اہم شعبہ بن چکا ہے۔ اس شاخ میں کمپیوٹر کی مدد سے لسانی مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ مثلاً آن لائن ترجمہ، کارپس کی تیاری وغیرہ۔

سماجی لسانیات (Social Linguistcs):

زبانوں کی ساخت اور ان کی اصوات میں ہونے والی تبدیلیوں کے باعث سماجی علوم یعنی بشریات، عمرانیات، نفسیات، تاریخ اور فلسفہ کے میدانوں میں بے پناہ نتائج حاصل کیے گئے ہیں اور لسانیات کی وہ شاخ جو زبان اور سماج کے باہمی رشتوں کے تعلق کا مطالعہ کرتی ہے؛ سماجی

لسانیات کہلاتی ہے۔لسانیات کی یہ شاخ سماج کے مختلف طبقات کی زبان اور لسانیاتی اختلاط سے بھی بحث کرتی ہے اور سرکاری زبان کے تعین اور اس کی ترقی و بقا کے طریقوں سے بحث کرتی ہے۔

نفسیاتی لسانیات:(Psycho linguistics)

لسانیات کی اس شاخ میں زبان سیکھنے کے دوران نفسیاتی عوامل پر غور کیا جاتا ہے۔

ریاضیاتی لسانیات -:(Mathematical Linguistics)

ریاضی لسانیات دراصل لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں لسانیات کی دوسری مختلف شاخوں میں ریاضی کے اصولوں کے اطلاق کا مطالعہ کرتی ہے اور لسانیات کے علم کو مزید سائنسی روپ عطا کرتی ہے۔اعدادی لسانیات،لسانی زمانیات اور کمپیوٹری لسانیات ریاضی لسانیات کے اطلاق کی سامنے کی مثالیں ہیں۔

اعدادی لسانیات -:(Statistical Linguistics)

اس شعبۂ علم میں زبان کے مختلف عناصر کے لسانی اکائی کے اعداد و شمار کا احاطہ کیا جاتا ہے، اعدادی لسانیات میں مختلف عناصر (مثلاً صوتیات، فونیمیات،صرفیات نحویات ، معنیات وغیرہ) کے شمار سے حاصل نتائج کی بنا پر زبان کی ترقی اور تغیر کا تاریخی سفر معلوم کیا جاتا ہے۔الفاظ اور اس کی اکائی شمار کر کے اہم ترین اور کثیر الاستعمال الفاظ،حروف اور آواز کے شمار سے زبان کے مشینی استعمال کو آسان تر بنایا جاتا ہے۔غیر زبان کی تدریس میں ایسے ہی الفاظ اور حروف کی مدد سے زبان کا سیکھنا آسان بنایا جاتا ہے جو تعداد میں کم اور استعمال میں زیادہ ہوتی ہیں۔گویا اعدادی لسانیات مختلف شعبوں کو معاونت فراہم کرتی ہے۔

لسانی زمانیات(Glotto Chronology/Lexico- Statics)

یہ لسانیات کا ایک نیا شعبہ ہے جس کے ذریعے لسانیات کو ریاضی کے انداز پر ڈھالا جا رہا ہے، تا کہ اعداد و شمار کے ذریعے زبانوں کی عمر کا تعین ہو سکے۔ ایک صدی میں کسی بھی زبان کے ذخیرے میں کتنے فیصد الفاظ میں تبدیلی آتی ہے؟ یا پھر دو قرابت دار زبانوں میں الفاظ کے اختلاف کی مقدار دیکھ کر یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ یہ ایک دوسرے سے کب ملیں گی؟ ایسے امور کا جائزہ لسانی زمانیات کے ذیل میں آتا ہے۔ ساتھ ہی اس علم کے ذریعے ایک لسانی برادری کے مختلف ذیلی گروہوں کی نقل مکانی کا زمانہ بھی معلوم کیا جاتا ہے۔

لسانیات کی اس شاخ نے اعدادی لسانیات سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے، بنیادی الفاظ (ایسے دوسو الفاظ جو تمام انسانوں کی زندگی سے متعلق ہیں اور جن میں ثقافت کی وجہ سے ترمیم نہیں ہوتی) کی فہرست طے کی گئی۔ اس شعبۂ علم میں تقابلی لسانیات سے بھی مدد لی جاتی ہے۔ ریاضی اور اعدادیات کے قواعد سے مدد لے کر الفاظ کی تاریخ مرتب کی جاتی ہے۔ ایک ہی خاندان یا ایک ہی شاخ کی دو زبانوں کی ترقی کا جائزہ لیا جاتا ہے، عمر کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ زبانیں ایک دوسرے سے کیوں، کب اور کس طرح الگ ہوئیں؟ (۷)

جائزے کے طریقے(Field Methods):

ماہرین اسے لسانیات کی شاخ نہیں مانتے بلکہ اسے بشریاتی لسانیات کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں۔ اس کی ذیل میں کسی ایسی زبان کا مطالعہ کرتے ہیں جو ہنوز تحریر نہ کی گئی ہو اور عوام سے براہِ راست رابطہ قائم کر کے مشاہدے اور تجربے، مکالمے، گفتگو، عملی لسانی جائزوں اور لسانی گروہ کے افراد میں گھل مل کر لسانی مواد اکٹھا کیا جاتا ہے۔ اس شعبے کا کام ان اصولوں کو مرتب کرنا ہے جن کی مدد سے زبانوں کے صحیح نمونے اکٹھے کیے جا سکیں۔ امریکہ میں اس شعبے میں کام ہوا ہے، جہاں ریڈ

انڈین کی سیکڑوں زبانیں ماہرینِ لسانیات کے لیے چیلنج تھیں۔اسی اصولِ ترتیب اور تدوینِ متن کے سہارے قدیم کتابوں یا آرکائز کے مخطوطات کو ان کی اصل زبان اور اصل صورت میں بھی پیش کیا جاتا ہے۔

لسانی عتیقیات (Linguistic Palaentology or Paleolinguistics):

یہ اطلاقی لسانیات کی شاخ ہے۔اس شعبہ میں قدیم زبانوں اور بولیوں کی مدد سے ماقبل تاریخ،عصری تاریخ اور مختلف قدیم تہذیبوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔صفحۂ ہستی سے مٹ جانے والی زبانوں کی باقیات جو آج کتابوں اور کتبوں میں محفوظ ہیں،ان کو پڑھ کر ماہرینِ لسانیات،آثارِ قدیمہ کی گتھیاں سلجھاتے ہیں۔.

تبادلی قواعد (GrammaticalConversion):

تبادلی قواعد لسانیات کا جدید ترین نظریہ ہے جسے مشہور عالم نوم چامسکی Noam Chomsk نے لسانیات میں متعارف کرایا۔ چامسکی نے سب سے پہلے ۱۹۵۷ء میں تبادلی قواعد کا خاکہ پیش کیا۔اس کے مطابق لسانیاتی مطالعے میں زبان کا تجزیاتی مطالعہ اور اندرونی اکائیوں کی درجہ بندی کو زیادہ اہم سمجھا گیا اور اسی نظریہ کی وجہ سے مختلف زبانوں کے مابین یکسانیات کے بجائے فرق کو زیادہ اجاگر کیا گیا۔ڈاکٹر نصیر احمد خان نے اپنی تصنیف ''اُردو لسانیات'' میں تبادلی قواعد پر تفصیلاً اظہار خیال کیا ہے۔ذیل میں اسی کتاب کے چند ایک اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔

تبادلی قواعد جملے کو بنیاد قرار دیتی ہے یہ قواعد زبان کے اساتذہ کے لیے بہت سودمند ہوسکتی ہے۔

چامسکی کے مطابق ہمیں وہ قواعد لکھنی چاہیے جس سے اُس زبان کی سب سے اہم خصوصیت

یعنی زبان کی (Creativity) کو ظاہر کیا جا سکے۔

چامسکی کے مطابق زبان کے جملوں کو دو گروہوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔

۱۔ مغز جملے

۲۔ غیر مغز جملے

مغز جملوں کی بنیاد پر تمام جملے بنائے جا سکتے ہیں۔

مثال کے طور پر۔

حامد بازار گیا۔

حامد بازار نہیں گیا۔

کیا حامد بازار گیا؟

حامد بازار کیوں نہیں گیا؟

حامد بازار آہستہ آہستہ گیا۔ وغیرہ

ان تمام جملوں میں پہلا جملہ بنیادی یا مغزی جملہ ہے اور باقی تمام جملے اس مغز جملے سے مشتق کئے گئے ہیں۔ یہ مشتق جملے مغز جملوں میں چند تبدیلیاں کر کے بنائے جاتے ہیں۔

چامسکی کا کہنا ہے کہ ہماری قواعد جو انسانی زبان کی یہ خصوصیت ظاہر کرے تبادلی قواعد ہو سکتی ہے۔ تبادلی قواعد میں تین خاص حصے ہیں جو ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ترکیب ساخت قاعدے

۲۔ تبادلی قاعدے

۳۔ مارفونیمی قاعدے (۸)

نسلی لسانیات یا بشریاتی لسانیات: (Ethnolinguistics or Anthropological Linguistics)

یہ لسانیات کی ایک ذیلی شاخ ہے جو کسی علاقے اور نسل کی زبان کا اس کے وسیع سماجی اور ثقافتی تناظر میں مطالعہ کرتا ہے۔ مخصوص علاقے کے سماجی اور ثقافتی ڈھانچے کے تعین میں زبان کے کردار کا احاطہ کرتا ہے۔

عصبی لسانیات -:(Neurolinguistics)

عصبی لسانیات اس امر کا مطالعہ کرتی ہے کہ دماغ اور اعصاب کے نظام عمل کا زبان کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ دماغ کے سب سے اہم حصے بائیں کان کے اوپر والے حصے ہوتے ہیں۔ فرانسیسی نیوروسرجن پال بروکا نے ۱۸۶۰ء کی دہائی میں بتایا کہ دماغ کے اس مخصوص حصے (Broca's area) کو پہنچنے والے نقصان سے تقریر میں دشواری ہوتی ہے۔ جرمن ڈاکٹر کارل ورنک نے ۱۸۷۰ء کی دہائی میں بتایا کہ (Wernicke's area) مین نقصان سے بولنے میں دشواری ہوتی ہے۔ ایلیکسیا (A l e x i a) کا تعلق پڑھنے کی خرابی سے ہے۔ ڈسگرافیا (Dysgraphia) کا تعلق لکھنے کی خرابی سے ہے۔ ڈیمینشیا (Dementia) کا نتیجہ علمی کمی ہے۔

عام لسانیات (General Linguistics)

عام لسانیات میں لسانی مطالعہ کی سبھی شاخیں زیر مطالعہ آ جاتی ہیں۔ اس میں لسانیات کی تمام جہات اور مبادیات کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ جدید تحقیق اور نئے رجحانات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ پروفیسر گیان جین عام لسانیات کو لسانیات کے دوسرے تمام شعبوں کا اجتماع تصور کرتے ہیں۔

لسانی فردیات یا فرد ارتقا لسانیات (Linguistic Ontogeny)

اس میں پیدائش سے لے کر وفات تک شخص کی بولی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔جس کے مختلف مراحل ہوتے ہیں۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا رونا ہی اس کی زبان ہوتی ہے۔اسی طرح شخصی زندگی کے آغاز سے انجام تک کے تمام امور ونکات کا مطالعہ لسانی فردیات کا موضوع ہے۔

ارتقائی لسانیات (Developmental Linguistics)

لسانی فردیات کے مماثل اس شعبہ لسانیات میں زبان کے حصول کے مختلف مراحل کا مطالعہ ذولسانیت کے ذیل میں بھی کیا جاتا ہے کہ نئی زبان کے حصول، مادری زبان کو برقرار رکھنے اور پہلی اور دوسری زبانوں میں ایک زبان کا دوسری زبان سے فائدہ یا نقصان کے مختلف مراحل کا تحقیقی مطالعہ بھی اس شعبے کا موضوع ہے۔

اس کے علاوہ لسانیات کے کچھ اور بھی شعبے ہیں، جو ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں ہیں۔مثلاً مطبی لسانیات(Clinical Linguistics)،تفتیشیاتی لسانیات (Forensic Linguistics)،سیمیات(Semiotics) اور ماحولی لسانیات(Ecolinguistics) وغیرہ۔

د۔حواشی وحوالہ جات

۱۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، لسانی مسائل (کراچی: مکتبۂ اسلوب،۱۹۶۲ء)ص ۷۔۸

۲۔ گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات (لاہور: بک ٹاک، میاں چیمبرز 3 ٹمپل روڈ)ص ۲۷

۳۔ زور، سید محی الدین قادری، ڈاکٹر، ہندوستانی لسانیات (لاہور: مکتبہ معین الادب،۱۹۶۱ء)ص ۲۷

۴۔ نصیر احمد خان، اردو لسانیات (نئی دہلی: اردو محل پبلی کیشن،۱۹۹۰ء)ص ۲۳۔۳۱

۵۔ اقتدار حسین خاں، ڈاکٹر؛ لسانیات کے بنیادی اصول (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس،۱۹۸۵ء)ص ۱۴۔۱۵

۶۔ مرزا خلیل بیگ، ڈاکٹر لسانی تناظر (نئی دہلی: باہری پبلی کیشنز،۱۹۹۷ء)ص ۷۷

۷۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات ،ص ۵۶۶۔۵۸۷

۸۔ گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات ،ص ۵۶۶۔۵۸۷

۹۔ اقتدار حسین خاں، ڈاکٹر؛ لسانیات کے بنیادی اصول ،ص ۱۴۶

ہ۔خود آزمائی

معروضی سوالات

درج ذیل سوالات کا ایک جملے میں جواب دیں۔

۱۔ لسان کس زبان کا لفظ ہے؟

۲۔ لسانیات کا موضوع کیا ہے؟

۳۔ سائنسی مطالعے کی تین اہم خصوصیات بتائیں۔

۴۔ پروفیسر اقتدار حسین کے مطابق سائنسی مطالعے کی کون کون سی خوبیاں ہیں؟

۵۔ کسی تین اعضائے نطق کا نام بتائیں؟

۶۔ کسی زبان کے مصوتوں اور مصمتوں کو دریافت کرنا لسانیات کی کس شاخ کا کام ہے۔

موضوعی سوالات

۱۔ لسانیات کی تعریف کریں۔لسانیاتی مطالعے کی افادیت واہمیت بیان کیجیے۔

۲۔ لسانیات کی مختلف شاخوں پر ایک تفصیلی مضمون لکھیے۔

و۔مجوزہ کتب

گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات (لاہور: بک ٹاک، میاں چیمبرز 3 ٹمپل روڈ)

عبدالقادر سروری، زبان اور علمِ زبان (حیدرآباد دکن: حمایت نگر، ۱۹۵۶ء)

اقتدار حسین خاں، ڈاکٹر؛ لسانیات کے بنیادی اصول (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۵ء)

باب دوم

صوتیات
(Phonetics)

فہرست مضامین

صوتیات کی تعریف اوراس کی شاخیں

الف۔صوتیات کا مفہوم

ب۔صوتیات کی شاخیں

تلفظی صوتیات

سمعیاتی/ترسیلی صوتیات

سمعی صوتیات

ج۔اعضائے تکلم اور طریقۂ تکلم

د۔اردو کا صوتی نظام

آوازوں کی قسمیں: مصوتے اور مصمتے

اردو مصمتوں کی درجہ بندی

مقام تلفظ

طریقۂ تلفظ

اردو مصوتے

اردو کے ذیلی مصوتے

اردو مصمتوں کی انفیت

اردو کے نیم مصوتے

اردو مصوتوں کی درجہ بندی

بنیادی یا اساسی مصوتے

اکہرے مصوتے

دہرے مصوتے

ہ۔ بین الاقوامی صوتیاتی حروف تہجی

و۔ اہم نکات

ز۔ خود آزمائی

ح۔ مجوزہ کتب

صوتیات کی تعریف اوراس کی شاخیں

الف۔صوتیات(Phonetics) کامفہوم

صوتیات کی مختصر تعریف یہ ہے:صوتیات تکلمی آوازوں کا سائنسی مطالعہ ہے۔

اس تعریف میں۔''تکلمی صوت'' (Speech Sound)اور'' سائنسی مطالعہ'' (Scientific Study) کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔تکلمی آواز سے ہماری مراد وہ تمام آوازیں ہیں جوالفاظ کی ادائیگی میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔یہ آوازیں کسی خاص زبان کی نہیں ہوتیں بلکہ دنیا کی کسی بھی زبان کی ہوسکتی ہیں۔منہ سے نکلی تمام آوازیں تکلمی آوازوں میں شمار نہیں کی جاسکتی ہیں۔مثال کے طور پر ہنسی،کھانسی ہچکی،چھینک وغیرہ کی آواز تکلمی آواز نہیں ہے۔

اس تعریف کا دوسرا کلیدی لفظ''سائنسی مطالعہ'' ہے۔یہ اصطلاح صوتیات کے معروضی مطالعے کی نشان دہی کرتی ہے،جس میں آوازوں کی ادائیگی اوران کی خصوصیات کاتفصیلی جائزہ لیاجاتا ہے۔یعنی اس مطالعے میں ماہرصوتیات کی پسند و ناپسند کو دخل نہیں ہوتا اور وہ سائنسی اصولوں کی بنیاد پرآوازوں کی ادائیگی کی تفصیلات،خصوصیات،اوردرجہ بندی پیش کرتا ہے۔

اگرچہ رسم الخط اورحروفِ تہجی کوبھی آوازوں کی علامت سمجھا جاتا ہےلیکن ماہرینِ صوتیات آوازوں کے بارے میں ہی تحقیق کرتے ہیں نہ کہ علامتوں کے بارے میں کیوں کہ آوازوں کی نمائندگی کرنے والی علامتیں تقریباً ہرزبان میں بدلتی رہتی ہیں لیکن آوازیں سب میں مخصوص ہوتی ہیں۔صوتیات کاتعلق صرف آوازوں سے ہے اورصوتیات اصوات کی تخلیق،ترسیل اورادراک کے مطالعے کا نام ہےجس کا مقصد مصمتوں(Consonants)اورمصوتوں(Vowels) کے صحیح طریقہ ہائے ادائیگی کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ان اصوات کی درجہ بندی کرنا بھی ہے۔

ب۔صوتیات کی شاخیں درج ذیل ہیں

تلفظی صوتیات(Articulatory Phonetics)

لسانی مطالعات میں صوتیات کی اس شاخ کوسب سے زیادہ مطالعے کا موضوع بنایا جاتا ہے۔صوتیات کی اس شاخ میں تکلمی آوازوں کا تفصیل سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔آوازوں کے مخارج،طرز ادائیگی اور دیگر اعتبار سے درجہ بندی کی جاتی ہے۔صوتیات میں اعضائے تکلم کی ساخت،ان کی حرکات وسکنات اور دائرۂ عمل کا بھی تفصیلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ویسے تو اعضائے نطق کے تفصیلی مطالعے کی مخصوص شاخ Anatomy ہے،مگر لسانیات میں اعضائے تکلم کے ان مخصوص پہلوؤں کا مطالعہ کیا جاتا ہے،جن کا تعلق آواز کی تخلیق سے ہے۔مختصر یہ کہ تلفظی صوتیات کا تعلق اعضائے تکلم اور طریقۂ تکلم سے ہے۔

سمعیاتی/ترسیلی صوتیات(Acoustic Phonetics)

صوتیات کی دوسری اہم شاخ ''سمعیاتی صوتیات'' ہے۔اس میں آوازوں کی ترسیل (Transmission) کو مطالعے کا موضوع بنایا جاتا ہے۔گویا ''سمعیاتی صوتیات میں غور کیا جاتا ہے کہ'' آواز'' ہوا کے دوش پر سفر کرتی ہوئی کانوں کے پردوں سے ٹکراتی ہیے۔صوتیات کی اس شاخ کا طبیعات (Physics) سے براہ راست تعلق ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس شعبہ علم میں آوازوں کی طبیعاتی خصوصیات کے جائزے کے لیے ہم ''آسلوگراف'' اور ''سپکٹرو گراف'' جیسے آلات کی مدد سے آواز کی ان لہروں کا ریکارڈ بناتے ہیں۔سمعیاتی صوتیات سوفی صدی آلات اور تجربہ گاہ کا علم ہے۔اس لیے اس کو تجربی صوتیات بھی کہتے ہیں۔

سمعی صوتیات(Auditory Phonetics)

سمعی صوتیات آوازوں کے سننے کے عمل کو موضوع بحث بناتی ہے۔اس میں ہم یہ دیکھنے کی

کوشش کرتے ہیں کہ سننے کا عمل کیسے شروع ہوتا ہے اور آوازیں ہمارے ذہنوں پر کیا تاثر قائم کرتی ہیں ۔ سننے کے عمل میں کان کا نمایاں رول ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ سمعیاتی صوتیات میں کان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔(i) کان کا باہری حصہ (ii) کان کا درمیانی حصہ، (iii) کان کا اندرونی حصہ۔

ج۔اعضائے تکلم (The Organs of Speech)

آواز کی ادائیگی ایک میکانکی عمل ہے، جو اعضائے تکلم کے ذریعہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔اس کے لیے انسان کے اعضائے تکلم کو بخوبی سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ تمام انسانی اعضا آوازوں کی ادائیگی میں معاون ثابت نہیں ہوتے۔ یہاں اعضائے تکلم سے مراد وہ اعضا ہیں جن کا تعلق آوازوں کی ادائیگی سے ہے۔

اردو میں اعضائے تکلم کے لیے اعضائے صوت اور اعضائے نطق کی اصطلاحات بھی مروج ہیں۔اعضائے تکلم کے نام پر آوازوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ درست تلفظ کے لیے ادائیگی کے ساتھ مخرج کا علم ہونا لازمی ہے۔مخرج کے لغوی معنی ہیں ''نکلنا''۔ ہر آواز کے منہ سے نکلنے کا ایک مقام مقرر ہے، جسے مخرج کہتے ہیں۔مخرج دراصل اُس عضوِ تکلم کا نام ہے جس سے آواز نکلتی ہے۔مثلاً زبان، حلق، دانت، تالو، کوّا، مسوڑھے ، ہونٹ وغیرہ ۔اعضائے تکلم کی مشق اور صحیح استعمال سے درست تلفظ اور معیاری ادائیگی ممکن ہے۔اس کے لیے اعضائے تکلم (Vocal Organs) کے دائرۂ عمل سے واقفیت بہت اہمیت کی حامل ہے۔

اعضائے تکلم کی فہرست مع وضاحت درج ذیل ہے۔

۱۔ہونٹ یا لب Lips ۲۔دانت Teeth

۳۔مسوڑھے Teeth ridge ۴۔سخت تالو Hard Palate

۵۔نرم تالوSoft Palate ۶۔لہات(کوّا)Uvula

۷۔زبان کی نوکTip of Tongue ۸۔زبان کا پھل Blade of Tongue

۹۔زبان کا اگلا حصہFront of Tongue ۱۰۔زبان کا پچھلا حصہ(زبان کی جڑ)Back of Tongue

۱۱۔حلقومPharynx ۱۲۔حلق Glottis

۱۳۔حلق پوشEpiglottis ۱۴۔صوتی تانت(صوتی لب) Vocal Cards

۱۵۔ناک کا خلا Nasal Cavity ۱۶۔سانس کی نالی Trachea

http://ritongarasti.blogspot.com/2013/05/organ-of-speech-function-manner-and.html retrived on 06-12-2022

۱۷۔پھیپھڑے Lungs

اعضائے تکلم کو شکل کے ذریعے یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

ہونٹ(Lips):

ہونٹ چار انداز میں صوتی عمل سرانجام دیتے ہیں۔ باہم مل کر، نچلے ہونٹ کا اوپر والے دانتوں کے ربط میں آ کر، دائرے کی شکل میں گول ہو کر اور پھیل کر۔ہونٹوں کی حالت کی بنا پر آوازوں کے مختلف نام رکھے گئے ہیں، جیسے دولبی، لب دندانی، مدور اور غیر مدور۔آوازوں کی ادائیگی میں ہونٹ شامل ہوتے ہیں اور انھیں دو قسموں، دولبی (Bilabial) اور لب دندانی (Labio-dental) میں تقسیم کیا گیا ہے۔

دانت(Teeth):

آوازیں پیدا کرنے میں دانت بالخصوص اوپر کے دانتوں کا اہم کردار ہے۔صوتی عمل کے دوران ان کی مختلف حالتوں کے اعتبار سے دندانی اور لب دندانی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔

اوپری مسوڑھا/لثہ(Alveoloar Ridge/Alveolus):

صوتی عمل میں اوپر کے مسوڑھے بھی حصہ لیتے ہیں اور لثوی آوازوں کے اخراج کا باعث بنتے ہیں۔کچھ آوازوں کے تلفظ میں زبان کی نوک ان کو چھوتی ہے۔

تالو(Palate):

تالو منہ کا چھت بناتا ہے اور منہ کے جوف کو ناک کے جوف سے الگ کرتا ہے۔اس کا اگلا حصہ سخت (Hard Palate)اور پچھلا حصہ نرم (Soft Palate/ velum) ہوتا ہے۔سخت حصے کو تالو اور نرم حصے کو غشہ کہتے ہیں۔لثہ سے ٹھیک اوپر اندر کی طرف پیالہ نما حصہ سخت تالو ہے۔اس کو زبان کا پھل چھوتا بھی کہتے ہیں۔اس کا پچھلا حصہ اُس مقام پہ ختم ہوتا ہے جس کو لہات کہتے ہیں۔اِس کے پیچھے حلقوم کی پچھلی دیوار نظر آتی ہے۔یہ قدرے لچکدار ہوتا ہے اور اسے تھوڑا اوپر یا نیچے کیا جا سکتا ہے۔حتیٰ کے حلقوم کی پچھلی دیوار کے ساتھ مل کر یہ ناک کے جوف میں ہوا کے جانے کو بند کر دیتا ہے۔جب ہم منہ بند کر کے ناک کے ذریعہ سانس لے رہے ہوتے ہیں تو غشہ معمول کی حالت میں ہوتا ہے۔زبان کا پچھلا حصہ ک اور گ کی آواز میں اسے چھوتا ہے۔

لہات/کوّا(Uvula):

لہات یا کوّا منہ کی چھت سے نرم گوشت کی مانند لٹکتا ہوا ایک عضو ہے۔منہ کھولنے پر ہم اِسے آئینے کے ذریعے دیکھ سکتے ہیں۔اگر یہ زبان کے پچھلے حصے سے چپک جائے تو ہوا منہ کے بجائے ناک کے راستے سے نکلتی ہے اور غنہ (انفی) آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔اس کے علاوہ زبان

اس کے ساتھ مل کر لہاتی آوازیں پیدا کرتی ہے۔

زبان (The Tongue):

اپنی حرکت کے تنوع کے لحاظ سے زبان اعضائے تکلم میں سے سب سے اہم عضو ہے۔صوتی عمل کے اعتبار سے اس کی کئی حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ مثلاً نوک، اگلا، درمیانہ اور پچھلا حصہ۔سکون کی حالت میں زبان کی نوک اور پھل اوپری مسوڑھے کے نچلے کنارے کے نیچے ،سامنے کا حصہ سخت تالو کے نیچے اور پچھلا حصہ نرم تالوں کے نیچے ہوتا ہے۔ زبان کی نوک اور اگلا حصہ خاص طور پر موبائل حصے ہیں۔ یہ تمام ہونٹوں ،دانتوں ، مسوڑھوں اور سخت تالو کو چھو سکتے ہیں۔ زبان کا مصمتوں اور مصوتوں کی ادائیگی میں بہت اہم کردار ہے ۔جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

حلقوم (Pharynx):

زبان کے پچھلے حصے اور حنجرے تک کا حصہ حلقوم کہلاتا ہے۔حلق سے خارج ہونے والی ہوا اوپر کی طرف حلقوم میں سے گزرتی ہوئی ناک اور منہ کے راستے باہر نکلتی ہے۔حلقوم گنبدنما ایک نالی دار راستہ ہے، جو سانس کی نالی اور غذا کی نالی کے ملنے کی جگہ کے اوپر واقع ہے۔حلقوم کے اوپر والے حصے سے ایک راستہ ناک کے جوف کی طرف اور دوسرا منہ کے جوف کی طرف جاتا ہے۔ حلقوم کی طرف جب زبان ہٹ کر اِسے چھوتی ہے تو حلقومی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ عربی آوازوں ع ، ح کا مخرج حلقوم ہے۔حلقوم کے ذریعے آواز میں گونج پیدا ہوتی ہے اور شعوری کوشش سے مزید بھی پیدا کی جاسکتی ہے۔

حلق (Glottis):

صوتی تاروں کے درمیان شگاف ہے ، جسے حلق کہتے ہیں۔ ہوا حلق میں ہی سے گزرتی ہے۔ جب صوتی تانت ہوا کو روک کر پھر جاری کریں تو حلقی آواز (Glottal Stop) پیدا ہوتی

ہے ۔حلقی آوازیں چند زبانوں میں ہی ملتی ہیں۔عربی کا ہمزہ اور ہ اس کی مثالیں ہیں۔ اِیسی آوازیں اُس وقت پیدا ہوتی ہیں ،جب صوتی تاروں کو ملاکریکا یک جدا کردیاجاتا ہے۔ یہاں حلق(Glottis)اورحلق پوش (Epiglottis)میں خلطِ مبحث کا خطرہ رہتاہے ۔حلقوم کے نچلے حصے میں کری دار ساخت کا ایک عضو ہے، جسے حلق پوش کہتے ہیں جوسانس کی نالی کی حفاظت کرتا ہے۔جب ہم کچھ کھاتے پیتے ہیں تو یہ ڈھکنا فوری طور پر سانس کی نالی کے اوپرآ جاتا ہے،جس کی وجہ سے کھاناپانی سانس کی نالی میں نہیں جاتا۔

حنجرہ/نرخرہ(Larynx):

ہوا پھیپھڑوں سے سانس کی نالی کے ذریعے سب سے پہلے حنجرہ/نرخرہ(Larynx)میں پہنچتی ہے، جوایک تکون نماڈبہ صوت گھر(Voice Box)ہے۔۔صوت تانت اسی میں ہوتے ہیں۔جب ہم پھیپھڑوں سے ہوا خارج کرتے ہیں تواِس صوت گھر میں ایک طرح کاارتعاش پیدا ہوتاہے،جس سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

صوتی تار/صوتی لب(Vocal Cords / Vocal Lips):

حنجرہ/نرخرہ میں دوصوتی تار(تانت)یا صوتی لب ہوتے ہیں ۔یہ بہت اہم صوتی عضو ہے۔یہ حلق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوجھلی نما حرکت کرنے والے تاریاپردے ہیں، جوسانس نکالتے وقت کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔یہ عمل بہت تیزی سے ہوتا ہے۔یہ شکل میں دوچھوٹے چھوٹے ہونٹوں سے مشابہ ہوتے ہیں، اِس لیے اِنھیں صوتی لب بھی کہتے ہیں۔صوتی تاروں کےنزدیک آنے پرجوارتعاش (لرزش)پیدا ہوتا ہے،اسے آواز کہتے ہیں۔جب یہ صوتی تارایک دوسرے کےقریب آتے ہیں تو سانس کی راہ میں رکاوٹ ہوتی ہےاور سانس اِنھیں دھکیل کرنکلتی ہے تو یہ بہت تیزی سے پھڑ پھڑانے لگتے ہیں۔ارتعاش کی اِس کیفیت میں جوآواز پیدا ہوتی ہے، اس کو مسموع (Voiced) کہتے ہیں مثلاً ب ج د گ غ وغیرہ۔بعض اصوات کی

ادائیگی کے دوران یہ تار اپنی جگہ پر متحرک رہتے ہوئے ایک دوسرے سے دور رہتے ہیں اور پوری طرح کھل کر سانس کو آزادی کے ساتھ گزرنے دیتے ہیں اور کوئی ارتعاش پیدا نہیں ہوتا۔ اِس کیفیت میں پیدا ہونے والی آوازوں کو غیر مسموع (Voiceless) کہتے ہیں مثلاً پ ت چ ک ف وغیرہ۔ عربی میں ان آوازوں کے لیے مجہورہ اور مہموسہ کی اصطلاحیں مروج ہیں۔ مسموع آوازوں میں زناٹے دار کیفیت کو گلے پر ہاتھ رکھ کر یا کانوں میں انگلیاں دے کر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ مصوتوں کی ادائیگی کے وقت صوتی تار ضرور تھرتھراتے ہیں یعنی مصوتے ہمیشہ مسموع ہوتے ہیں جبکہ مصمتے کے لیے یہ ضروری نہیں۔ یہ مسموع اور غیر مسموع دونوں قسم کے ہوتے ہیں۔

صوت تانت کے مرتعش ہونے کی تعداد آواز کے سر کا تعین کرتی ہے۔ جتنی زیادہ تعدادِ ارتعاش ہوتی ہے، اتنا ہی زیادہ سر ہوتا ہے۔ مردوں کی آواز میں یہ تعدادِ ارتعاش عموماً سو سے ڈیڑھ سو سائیکل فی سیکنڈ ہوتی ہے، جبکہ عورتوں کی آواز میں یہ دوسو سے سوا تین سو سائیکل فی سیکنڈ ہوتی ہے۔ سرگوشی کے وقت یہ صوتی پردے اِس طرح مل جاتے ہیں کہ ہوا کے نکاس کا معمولی سا راستہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اگر صوتی تاروں کا تین چوتھائی حصہ ملا ہوا ہو اور تقریباً ایک چوتھائی حصہ کھلا ہو تو ایسی صورت میں جو آواز پیدا ہوگی اُسے ہم سرگوشی کہہ سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہوا تنگ گزرگاہ سے گزرتی ہے لیکن برائے نام سا ارتعاش ہوتا ہے۔

انفی جوف(Nasal Cavity):

ایک ہڈی دار راستہ ہے جس میں لعابی جھلی لگی ہوتی ہے جو غیر متحرک ہے۔ ناک کا کام صرف گونج اور نغمگی پیدا کرنا ہے۔ غنہ آوازیں اِس کے ذریعے ادا ہوتی ہیں۔ اِسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ زکام زدہ لوگ ن اور م کی ادائیگی بہتر طور پر نہیں کر سکتے۔ قواعدِ تجوید میں خیشوم (Nasal Cavity) ایک با قاعدہ مخرج ہے، جس سے غنہ نکلتا ہے۔ خیشوم سے ہو کر آواز نتھنوں کے ذریعے خارج ہوتی ہے۔ انفی جوف تک رسائی کوّا (لہات) کے ذریعے ہوتی ہے۔ ناک کے کھولنے اور

بند کرنے کا عمل کوّا انجام دیتا ہے۔ جب کوّا اوپر کو اُٹھ جائے تو ناک کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ نرم تالو (غشہ) بھی اوپر اٹھتا ہے۔ جس سے ہوا ناک سے خارج ہونے کے بجائے صرف منہ سے خارج ہوتی ہے۔ غنائی آوازوں کی ادائیگی کے دوران کوّا نیچے آجاتا ہے۔ اِس کے ساتھ نرم تالو بھی نیچے آجاتا ہے۔ جس سے ناک کا راستہ کھل جاتا ہے اور ہوا ناک اور منہ دونوں راستوں سے ہو کر گزرتی ہے۔ جس سے غنائی صوتیے تشکیل پاتے ہیں۔ جب آواز ناک اور منہ دونوں سے ہو کر گزرے تو ایسی آوازوں کو انفی یا غنہ آوازیں (Nasal Sounds) کہتے ہیں۔

سانس کی نلی (Trachea)

یہ پھیپھڑوں اور حنجرے کو ملانے والی نلی ہے جس میں سے ہوا گزرتی ہے۔ چونکہ تمام اعضائے تکلم سے نکلنی والی ہوا کا آغاز پھیپھڑوں سے ہوتا ہے، اس طرح پھیپھڑے بھی آوازوں کی ادائیگی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

کردار (Role) کے لحاظ سے اعضائے تکلم کی تقسیم:

آوازوں کی ادائیگی میں ان اعضائے تکلم کے کردار کو بخوبی سمجھنے کے لیے انھیں دو خانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف) تلفظ کار اور (ب) نقطۂ تلفظ۔

اعضائے تکلم کی یہ درجہ بندی، اعضائے تکلم کی حرکت (Mobility) کو مدنظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ وہ اعضائے تکلم جو حرکی (Mobile) ہیں، انھیں تلفظ کار کہا جاتا ہے۔ دوسری جانب غیر حرکی (Immobile) اعضائے تکلم کو نقطہ تلفظ کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ اعضائے تکلم اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر پاتے ہیں اور ان اعضائے تکلم کے قریب آکر تلفظ کار آوازوں کی ادائیگی کرتا ہے۔

تلفظ کار(Articulators):

جن اعضائے تکلم میں حرکت ہوتی ہے، تلفظ کار کہلاتے ہیں۔ یہ ہیں زبان اور نچلا ہونٹ۔ اعضائے تکلم میں زبان کو ایک خاص حیثیت حاصل ہے۔اس کی بنیادی وجہ زبان کی حرکت ہے۔ تمام اعضائے تکلم میں زبان سب سے زیادہ متحرک (Mobile) اور لچک دار (Flexible) عضوِ تکلم ہے۔زبان کی اسی خصوصیت کی بنیاد پر اسے چار خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

i۔زبان کی نوک Tip of the Tongue

ii۔زبان کا پھل Blade of the Tongue

iii۔زبان کا پچھلا حصہ Back of the Tongue

vi۔زبان کی جڑ Root of the Tongue

د۔اردو کا صوتی نظام:Urdu Sound System

صوتیات میں انسانی زبان کی امکانی بامعنی آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ہم یہاں اردو کے صوتی نظام کو سامنے رکھیں گے۔

جب کسی خاص زبان کی بات کی جائے تو اس زبان کی بامعنی صوت کو صوتیہ (Phoneme) کہتے ہیں۔اور یہ کسی زبان کے صوتی نظام کی بنیادی اکائی ہے۔صوتیہ ایک تخالفی یا امتیازی آواز ہے، جس کی تفہیم اقلی جوڑوں (Minimal pairs) کے ذریعے ممکن ہے مثلاً جوڑ توڑ میں ج اور ت الگ الگ صوتیے ہیں۔

کسی بھی زبان میں مستعمل بامعنی آوازوں (صوتیوں) کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کرتے

ہیں:

۱۔مصوتے (Vowels)   ۲۔مصمتے (Consonants)

مصوتے (حرکات و علل) اور مصمتے مجرد اصوات کی نمائندگی کرتے ہیں اور مصوتے اِن اصوات کا رُخ متعین کرتے ہیں۔عربی اور فارسی قواعد کی تقلید میں اردو میں بھی مصمتوں کے لیے حروفِ صحیح اور مصوتوں کے لیے حروفِ علت کی اصطلاحات رائج ہیں۔عربی و فارسی کے فلسفۂ قواعد و صوتیات میں حرف زبان کی بنیادی اکائی ہے جبکہ جدید لسانیات کے نزدیک زبان کی اصل تقریر ہے نہ کہ تحریر۔ اِس لیے اس کے نزدیک حرف کی بجائے صوتیہ زبان کی بنیادی اکائی ہے۔حرف و صوت کا رشتہ بہت گہرا ہے اور اِنھیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔اصل میں یہ زبان کے دو لباس ہیں۔صوت کا تعلق تقریر یا بولنے سے ہے اور حرف کا تعلق تحریر سے ہے۔ یعنی صوت بولنے کی اور حرف لکھنے کی اکائی ہے۔

مصمتے (Consonants): وہ آوازیں جن کی ادائیگی میں پھیپھڑے سے آنے والی ہوا منہ میں مختلف مقامات پر یا تو رک جاتی ہے یا رگڑ کے ساتھ خارج ہوتی ہے یا ناک کے راستے سے یا زبان کی بغل سے ہو کر باہر نکلتی ہے، مثلاً ب، پ، ت، د، ج، ک گ وغیرہ۔دوسرے لفظوں میں جب باہر آتی ہوئی ہوا، دہنی جوف (Oral cavity) کے اندر کسی رکاوٹ کی وجہ سے آواز پیدا کرے۔مصمتے کہلاتے ہیں۔مثال کے طور پر پ کی ادائیگی میں باہر آتی ہوا کو دونوں ہونٹوں کے درمیان روکا جاتا ہے اسی وجہ سے اسے مصمتہ کہا جاتا ہے۔ان حروف کی اصل آواز وہ ہے، جب یہ کسی لفظ کے آخر میں آئیں مثلاً ب کی آواز وہ ہے جو کباب کے آخر میں آتی ہے؛ ج کی آواز وہ ہے جو آج کے آخر میں ہے۔ واضح ہو کہ مصوتوں کی ادائیگی میں صوتی تار ضرور تھرتھراتے ہیں جبکہ مصمتے کی ادائیگی میں یہ ضروری نہیں۔اس لیے مصوتے ہمیشہ مسموع ہوتے ہیں جبکہ مصمتے مسموع اور غیر مسموع دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔

مصمتوں کی درجہ بندی:(Classification of Consonants)

اردو مصمتوں کی درجہ بندی چار بنیادوں پر ہوتی ہے۔

۱۔مخرج یا مقامِ ادائیگی (مقامِ تلفظ)

۲۔طریقِ ادائیگی (طریقۂ تلفظ)

۳۔صوتی تار (صوتی لب) کی لرزش

۴۔ہکاریت

(الف) مقامِ تلفظ/مخرج (Point of Articulation)

تلفظ کار جن مقامات پر جا کر ہوا میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور آوازوں کی ادائیگی میں معاون ثابت ہوتے ہیں ان ''مقامات کو مقام تلفظ یا مخرج کہا جاتا ہے۔ مقام تلفظ پر مصمتوں کی ادائیگی میں باہر آتی ہوا میں منہ کے اندر رکاوٹ ڈالی جاتی ہے لہذا مقام تلفظ اس جگہ کی نشان دہی کرتے ہیں جہاں یہ رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔ ماہرینِ صوتیات نے مخارج کے اعتبار سے مصمتی آوازوں کی درجہ بندی کی ہے۔ ماہرینِ لسانیات کی اکثریت نے اردو مصمتوں کے نو (۹) مقامِ مخارج کی نشان دہی کی ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دولبی(Bilabial)

اگر دونوں ہونٹ ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر مصمتے ادا کریں تو وہ دولبی کہلائیں گے۔

مثلاً ب، پ، م، بھ، پھ، مھ

لبِ دندانی(Labiodental)

اوپر کے دانت نچلے ہونٹ کے ربط سے لبِ دندانی مصمتے ادا کرتے ہیں۔ان مصمتوں میں اوپر کے اگلے دانت نیچے کے ہونٹ کو ہلکا سا چھوتے ہیں۔مثلاً ف، و۔

دندانی (Dental)

جب زبان کی نوک اوپر کے اگلے دانتوں کے ساتھ مل کر آوازیں پیدا کرے تو اِنھیں دندانی (دانتوں کی) آوازیں کہیں گے۔ مثلاً ت، تھ، د، دھ

لثوی (Alveolar)

جب زبان کی نوک اگلے دانتوں کے اندر کی طرف جڑ سے ذرا اوپر مسوڑھوں (لثہ) کو چھوتی ہے یا اس کے نزدیک رہ کر سانس گزرنے کے لیے ذرا سا خلا سا بناتی ہے تو لثوی مصمتے تلفظ ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر س، ر، رھ، ز، ل، لھ، ن، نھ

معکوسی/کوزی (Retroflex)

جب نوکِ زباں اوپر اٹھ کر اور مڑ کر سخت تالو کے ساتھ ملے اور جھٹکے کے ساتھ نیچے گرے تو معکوسی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے: ٹ، ٹھ، ڈ، ڈھ، ڑ، ڑھ

تالوی/حنکی (Palatal)

حنک تالو کو کہتے ہیں۔ جب زبان کا پھل تالو کو چھوتا ہے یا اس کے نزدیک ہوتا ہے تو ایسی حالت میں تالوی مصمتے تلفظ ہوتے ہیں۔ جیسے: ج، جھ، چ، چھ، ژ، ش

غشائی (Velar)

زبان کا پچھلا حصہ (عقب زبان) جب نرم تالو کو چھوتا ہے، تو غشائی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً: ک، کھ، گ، گھ

لہاتی (Uvular)

زبان کا پچھلا حصہ اُٹھ کر جب لہات (کوّا) کے ساتھ ملتا ہے تو لہاتی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔۔ مثال کے طور پر: خ، غ، ق

حلقی (Glottal)

حلق سے نکلنے والی آوازیں حلقی آوازیں کہلاتی ہیں۔ مثال کے طور پر: ح، ہ۔

(ب)۔ طرزِ تلفظ/طریقۂ ادائیگی (Manner of Articulation)

طریقۂ ادائیگی کے لحاظ سے اُردو مصمتوں کی درجہ بندی یوں ہے۔

(i)۔ بندشی (Stop):

بندشی مصوتوں کی ادائیگی میں ہوا کو منہ میں ہونٹ یا زبان کے کسی حصے کے ذریعے لمحے بھر کے لیے روک کر آواز ایک دھماکے کے ساتھ نکالی جاتی ہے۔ بندشی طریقۂ تلفظ میں دہنی جوف کے کسی حصے میں، باہر آتی ہوئی ہوا کی مکمل بندش ہوتی ہے اور اس کے بعد اچانک ایک ہلکے سے جھٹکے جاری ہوتی ہے۔ اس لیے اسے اردو میں فجاری آواز اور انگریزی میں Plosive بھی کہتے ہیں۔ اردو زبان میں بندشی آوازوں کی کل تعداد اکیس ہے۔ یہ بندشیے متعدد مقامات سے ادا ہو سکتے ہیں۔ اردو میں ''ب، بھ، پ، پھ، ت، تھ، ٹ، ٹھ، ج، جھ، چ، چھ، د، دھ، ڈ، ڈھ، ک، کھ، گ، گھ، ق'' کا شمار بندشی آوازوں میں ہوتا ہے۔

(ii)۔ انفی (Nasal)

انف کا لفظی معنی ہے ناک۔ جب آواز منہ کے بجائے ناک سے نکالی جائے تو انفی صوتیے پیدا ہوتے ہیں۔ انفی مصمتوں کی ادائیگی میں، نرم تالو کے نیچے آ جانے کی وجہ سے منہ کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور ہوا ناک کے راستے باہر گزرتی ہے۔ انفی مصمتوں کے تلفظ میں تلفظ کار منہ میں مقام تلفظ کے پاس جا کر رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اردو میں انفی مصمتوں کی کل تعداد دو ہے۔ ''م اور ن''

''م''میں آواز کی ادائیگی میں دونوں ہونٹ آپس میں ملتے ہیں۔اس لیے اسے دولبی انفی مصمتہ'' کہتے ہیں۔جب کہ''ن'' کی ادائیگی میں''زبان کی نوک مسوڑھے کے قریب جاتی ہے اور رکاوٹ کا سبب بنتی ہے۔''ن'' کو''لثائی انفی مصمتہ'' کہتے ہیں۔

(iii)۔صفیری/رگڑ دار(Fricatives)

صفیر کا لفظی معنی ہے سیٹی، پرندے کی آواز۔صفیری آوازوں کی تلفیظ میں سیٹی یا سرسراہٹ جیسی آواز پیدا ہوتی ہے۔اگر ہوا سطحِ زبان کے ساتھ رگڑ پیدا کرتے ہوئے خارج ہوتو صفیری یا رگڑ دار آوازوں کی تشکیل ہوتی ہے۔ایسی آوازوں کو دروازے یا کھڑکی کے چٹخنے کی آواز سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

اس طریقہ تلفظ میں''تلفظ کار''مقام تلفظ کے اتنا قریب آجاتا ہے کہ دہانہ تنگ ہوجاتا ہے اور سانس کی ہوا اس تنگ راستے سے رگڑ کھاتی ہوئی گزرتی ہے۔اس طرح ایک سسکاری آواز (Hissing Sound) آتی ہے۔صفیریہ کی ادائیگی میں،تلفظ کار کو ایک دوسرے کے قریب تولایا جاتا ہے لیکن پوری بندش نہیں ہوتی۔اردو میں صفیری آوازوں کی کل تعداد نو ہے۔جیسے: خ، غ ف،ز،ژ،س،،ش،واورہ۔

(iv)۔پہلوی(Lateral)

اگر ہوا زبان کی بغلوں سے خارج ہوتو پہلوی آوازیں پیدا ہوں گی۔اگر کسی مصمتے کی ادائیگی میں زبان کے پھل کو اس طرح اوپر اٹھایا جائے کہ منہ میں ہوا کا راستہ بالکل رک جائے لیکن زبان کے دونوں پہلوؤں سے ہوا باہر نکل جائے،تو اسے پہلوئی مصمتہ کہتے ہیں۔پہلوئی مصمتہ ذیلی راستے سے پیدا ہوتا ہے، جہاں منہ کا مرکزی حصہ زبان کے ساتھ بند ہوتا ہے لیکن اطراف میں کھلا ہوتا ہے اور سانس کی ہوا زبان کے دونوں جانب سے خارج ہوتی ہے۔۔مثلاً: ل،لھ۔پہلوئی مصمتہ عام طور سے مسموع ہوتا ہے۔

(vi)۔تکریری/تھپک دار(Flapped)

تکریری کا مطلب ہے مکرر یا بار بار آنے والا۔اگر نوکِ زبان نیچے کی طرف مڑ کر اوپر والے مسوڑھے یا سخت تالو سے ملتے ہوئے ایک تھپک کے ساتھ آواز خارج کرے تو تکریری مصمتے تلفظ ہوں گے۔ان مصمتوں میں زبان مقام تلفظ پر دستک سی دے کر ہٹ جاتی ہے۔مثلاً ر، رھ، ڑ، ڑھ ۔''ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے آلات کی مدد سے تصویر لے کر بتایا ہے کہ الفاظ کی ابتدا میں ''ر'' آنے پر زبان دو بار پیچ کھاتی ہے۔اگرچہ یہ پیچ اتنا ہلکا ہوتا ہے کہ ایک ہی بار محسوس ہوتا ہے ۔(۱) یہ مصمتے عام طور سے مسموع (Voiced) ہوتے ہیں۔

ا۔ بحوالہ گیان چند جین، عام لسانیات (دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء) ص ۹۶

(ج) مسموع/غیر مسموع(Voiced and Voiceless)

اگر کسی مصمتے کی ادائیگی کے دوران میں صوتی تاروں میں ارتعاشی کیفیت پائی ہے تو وہ مصمتہ مسموع کہلاتا ہے۔دوسری جانب وہ مصمتے جن کی ادائیگی میں صوتی تاروں میں کسی قسم کی کوئی حرکت یا ارتعاش کی کیفیت نہ ہو تو وہ غیر مسموع کہلاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مصمتوں کی درجہ بندی میں صوتی تار کے ارتعاش کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔اردو میں مسموع اور غیر مسموع دونوں طرح کے مصمتے شامل ہیں۔

(د) ہکاریت(Aspiration)

اگر کسی مصمتے کی ادائیگی میں منہ سے خارج ہوا کے جھونکے میں اضافہ کر دیا جائے تو اس مصمتے کو ''ہکاری'' مصمتہ کہتے ہیں۔گویا ہکاریت وہ طریقہ کار ہے جس میں منہ سے باہر آتی ہوا میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔اسی وجہ سے مصمتے کی شکل میں واضح تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔مثلاً ''ب'' کے تلفظ میں ہوا کے جھونکے میں اضافہ نہیں کیا جاتا جب کہ ''بھ'' کے تلفظ میں ہوا کے جھونکے میں

اضافہ کیا جاتا ہے۔ ہوا کی اس پھونک (جھونکے) کو ہتھیلی منہ کے سامنے رکھ کر یکے بعد دیگرے [ب] اور [بھ] کی آواز نکال کر ہکاری اور غیر ہکاری مصمتوں کے فرق کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ہکاری آوازیں مسموع' اور غیر مسموع دونوں طرح کی ہوتی ہیں۔ اردو میں ہکاریت کے اظہار کے لیے ''ھ'' کا استعمال ہوتا ہے۔ یعنی کسی بھی حرف سے جڑ کر ''ھ'' اسے ہکار آواز بنا دیتی ہے۔ مثال کے طور پر:

ب + ھ =بھ

ج + ھ =جھ

د + ھ =دھ

ک + ھ = کھ

ماہرین کی تحقیقات کو سامنے رکھتے ہوئے مصمتی نظام کا خاکہ (معروف اصطلاحات میں) اِس طرح ہوگا:

اُردو کے مصمتی نظام کا خاکہ

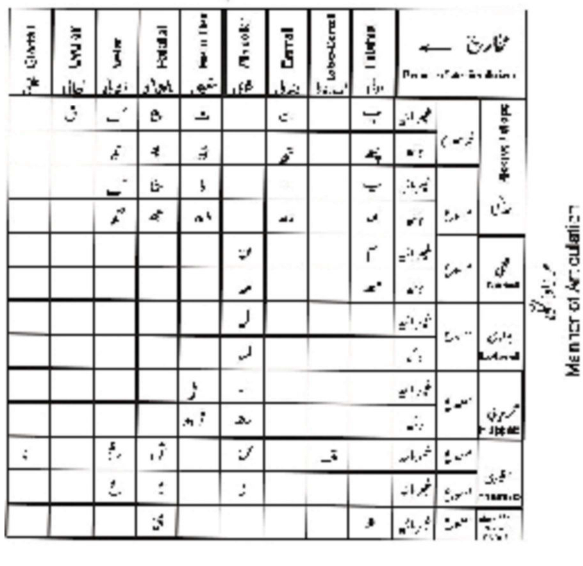

اس خاکے کے مطابق اردو میں کل اکتالیس (۴۱) مصوتے ہیں۔

مخارج کے لحاظ سے:

دولبی: ۷،لب دندانی: ۱، دندانی: ۴، لثوی: ۸، معکوسی: ۶، تالوی/حنکی: ۷، غشائی: ۶، لہاتی: ۱، حلقی: ۱ طرزِ ادائیگی کے لحاظ سے:

بندشی: ۲۱، انفی: ۴، پہلوی: ۲، تکریری: ۴، صفیری: ۱۰

مشابہ الصوت حروف کے گروہوں

۱۔الف، ع، ء ۲۔ت، ط ۳۔ث، س، ص ۴۔ح، ہ ۵۔ذ، ز، ض، ظ

میں سے صرف ایک حرف کو لیا گیا ہے۔ اس کی توجیہہ یہ ہے کہ یہ سبھی حروف عربی الاصل ہیں اور ان کا تلفظ اہلِ عرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ اردو بول چال کی زبان میں یہ ہم صوت ہیں۔ تاہم ان حروف کو مشابہ الصوت حروف تو کہا جا سکتا ہے؛ ہم صوت کہنا پوری طرح درست نہیں۔ ڈاکٹر شوکت سبز واری مشابہ الصوت حروف کو صوتیے (Phonemes) قرار دیتے ہیں (۱) اوکسفر ڈ اردو۔ انگریزی لغت (میں کمپیوٹری لسانیات کے ماہر ڈاکٹر سرمد حسین نے مشابہ الصوت حروف کے لیے بین الاقوامی صوتیاتی حروف (IPA) سے ماخوذ الگ الگ صوتیاتی علامات وضع کی ہیں (۲)۔

۱۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، اردو لسانیات، مکتبہ تخلیق، کراچی، ۱۹۶۶ء، ص ۸۴

۲۔ اوکسفر ڈ اردو۔ انگریزی لغت، اوکسفر ڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، ۲۰۱۳ء

مصوتے (Vowels)

بعض دیگر زبانوں کی طرح عربی و فارسی اور اُردو میں حروفِ علت کے علاوہ کچھ اور علامات بھی ہیں، جو اصوات کا رُخ متعین کرنے کے لیے مستعمل ہیں۔ ایسی علامات کو اِعراب کہتے ہیں۔

اُردو میں بنیادی مصوتوں کو ظاہر کرنے کے لیے چار حروف ا، و، ی، ے اور تین اِعراب زبر، زیر، پیش ہیں۔حروفِ علت کو طویل مصوتے (Long Vowels)اور اِعراب کومختصر مصوتے (Short Vowels) کہتے ہیں۔اُردو کے دس اساسی مصوتے اِنھی حروف واعراب کی تالیف و ترکیب سے وجود پاتے ہیں۔

مصوتی آوازیں وہ ہیں جن کی ادائیگی میں پھیپھڑوں سے آنے والی ہوا بغیر کسی رکاوٹ یا رگڑ کے منہ سے خارج ہوتی ہے۔یعنی ان کو ادا کرنے کے لیے منہ (Oral Cavity) کے اندرونی حصے کونسبتاً کھلا رکھنا پڑتا ہے۔اگر زبان منہ اور حلق کے کسی حصے کو چھوتی بھی ہے تو برائے نام ہی چھوتی ہے۔مثلاً اَ، اِ، اِی، او وغیرہ۔

ان آوازوں کی ادائیگی کے وقت باہر آتی ہوا میں صوتی تار کے قریب کچھ اس طرح رکاوٹ ڈالی جاتی ہے کہ صوتی تار مرتعش ہو جاتے ہیں۔صوتی تار میں اس ارتعاش یا لرزش کی وجہ سے ایک گونج کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور مصوتے مسموع ہو جاتے ہیں۔یوں تو مصوتوں کا تلفظ صوتی تار ہوتا ہے لیکن منہ انھیں ایک مخصوص شکل دینے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

زبان میں مصوتوں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔اِن کے بغیر زبان کی کسی آواز کی ادائیگی ممکن نہیں۔ان کی آواز کو جتنا چاہے کھینچا جا سکتا ہے۔یہ حروف اور الفاظ سازی کا بنیادی جزو ہیں۔اِن کے بغیر صوتِ رکن (Syllable) نہیں بن سکتا۔عموماً کلموں میں جتنے مصوتے ہیں، صوتِ رکن کی تعداد اُتنی ہی ہوتی ہے۔اگرچہ ماہرین کے نزدیک اُردو کے کل مصوتوں کی تعداد مختلف فیہ ہے مگر ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر گیان چند، مسعود حسین خاں اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر شوکت سبزواری سمیت متعدد ماہرین لسانیات کے مطابق اُردو کے اساسی مصوتے دس ہیں، جو درج ذیل ہیں:

آواز	نام	مثالیں
اَ	زبر	اَب،جَب،تَنگ
اِ	زیر	اِس،جِس،تِل
اُ	پیش	اُس،بُت،سُن
آ	الف/الف مد	رات،شام،آرام
اَو	واوَلین/ واوَماقبل مفتوح	غَور،مَوت،حَوض،پَودا،قَوم
او	واوَمجہول	شور،زور،بول،بوجھ،سوچ
اُو	واوَمعروف/ واوَماقبل مضموم	نُور ، دُودھ ، خُون،سُورج،پھُول
اَے	یائےلین/ یاماقبل مفتوح	پَیر،سَیر،بَیل،اَیسا،بَیٹھ
اے	یائےمجہول	شیر،دیر،تیل،سیب،پیٹ
اِی	یائےمعروف/ یاماقبل مکسور	تِین ، تِیر ، عِید ،گِیت ،کِیل

اِن اساسی مصوتوں میں تین مختصر مصوتے حرکات (زبر،زیر،پیش) بقیہ سات طویل مصوتے ہیں۔اُردو میں مصوتی آوازیں دوقسم کی علامات کے سہارے ظاہر کی جاتی ہیں۔مختصر مصوتوں کی آوازیں (اَ،اِ،اُ)اعراب (Diacratical Marks) کے ذریعے ظاہر کی جاتی ہیں۔اورطویل مصوتوں کی آوازیں ا،و،ی اورے چارحروف کی مدد سے لکھی جاتی ہیں۔

اردو کے ذیلی (اضافی) مصوتے

اگرچہ دس معروف بنیادی مصوتوں کا ذکر ہو چکا ہے۔لیکن اُردو تلفظ کی ضرورت کے پیشِ نظر تین اضافی مصوتوں کا ذکر بھی ضروری ہے۔

جب کسی لفظ میں دوسرا حرف ساکن حائے حطی ، ہائے ہوز ملفوظ، عین مہملہ یا ہمزہ ہو تو اُردو بول چال میں بوجہ ثقلِ اعراب اِسے کھلے زبر، کھلے زیر اور کھلے پیش سے نہیں پڑھتے بلکہ فتحۂ معروف، کسرۂ معروف اور ضمۂ معروف کی بجائے فتحۂ مجہول، کسرۂ مجہول اور ضمۂ مجہول سے ادا کرتے ہیں۔مثلاً:

۱۔ رحمت، اہلیت، احمد، کہنا، محبوب، محسوس، احسن، احوال، اہل، بحث، تہذیب، پہل، شہر، صحرا، فہم، محسوس۔

۲۔اہتمام، احترام، اعلان، احسان، رحلت، سہرا، نعمت۔

۳۔تحفہ، محسن، مہلک، شہرت، کہرام، معتبر، عہدہ۔

ان مصوتوں کو فونیم کا درجہ حاصل نہیں اور ان کا شمار بطور ذیلی فونیم ہوتا ہے۔اس لیے کہ اگر انھیں اپنے قریب تر مصوتے سے تبدیل کر دیا جائے تو معنی میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ان تینوں ذیلی مصوتوں کو شان الحق حقی نے اردو لغت بورڈ کی لغت ''اردو لغت: تاریخی اصول پر'' اور اپنی مرتبہ لغت ''فرہنگِ تلفظ'' میں شامل کیا ہے۔اوکسفرڈ اردو انگریزی لغت میں بھی انھیں شامل کیا گیا ہے اور انھیں اعراب بھی دیے گئے ہیں۔

اردو مصوتوں کی انفیت (Nasalisation of Urdu Vowels)

عربی میں انف ناک کو کہتے ہیں۔ناک سے ادا کیے جانے والے مصوتوں کو انفی مصوتے (Nasalised Vowels) کہتے ہیں۔ اردو کے تمام اساسی مصوتوں میں انفیت پائی جاتی ہے۔انگریزی میں نون غنہ کوئی الگ سے صوتیہ نہیں، یہ ایک مصوتہ ہے جو ناک سے بولا جاتا

ہے۔ بین الاقوامی حروفِ تہجی (IPA) میں بھی انفیت کو ظاہر کرنے کے لیے ایک چھوٹی سی علامت (جو اردو کے مد سے مشابہ ہے) مصوتے کے اوپر لگائی جاتی ہے، جسے انگریزی میں tilde کہتے ہیں۔

جبکہ اردو کے بعض ماہرین کے نزدیک اردو میں مصوتوں کی انفیت کو فونیم کا درجہ حاصل ہے۔اس لیے کہ غیر انفی اور انفی مصوتوں کے اقلی جوڑے معنیٰ کی تفریق میں مدد دیتے ہیں۔مثلاً سوار۔سنوار، پوچھ۔پونچھ، گود۔گوند، کاتا، کانٹا وغیرہ۔تاہم انفی مصوتوں کی حیثیت کا ہنوز حتمی تعین نہیں ہوسکا اور انھیں باقاعدہ اردو صوتیوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔(۱)

۱۔علی رفاد فتیحی ،اردو لسانیات (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۱۲ء) ص ۶۲

اردو کے نیم مصوتے (Urdu Semi Vowels)

نیم مصوتے کی ادائیگی کی کیفیت مصمتے اور مصوتے دونوں سے مختلف ہوتی ہے۔ نیم مصوتے سے مراد وہ آوازیں جن کی ادائیگی میں صوتی تار (Vocal cords) تھرتھراتے ہیں لیکن ان کے تلفظ میں مصمّتے کی طرح ہوا نہ تو کہیں رکتی ہے اور نہ ہی کہیں رگڑ کھاتی ہے۔اور نہ ہی مصوّتے کی طرح کسی تلفظ کار کو چھوئے بغیر گزر جاتی ہے۔ بلکہ ان کے بین بین ہوتی ہے۔مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ مصوتے کو ادا کرتے ہوئے منہ کے اندر ہوا کا راستہ نسبتاً کھلا رہتا ہے، جبکہ نیم مصوتے کے لیے رکاوٹ پیدا تو کی جاتی ہے لیکن پوری طرح نہیں۔لہذا اسے نیم مصمتہ بھی کہتے ہیں۔اس لیے کہ ایسا مصوتہ صوتیاتی اعتبار سے تو مصوتہ ہوتا ہے لیکن رویے کے اعتبار سے مصمتہ ہوتا ہے۔اردو میں دو نیم مصوتے [و] اور [ی] پائے جاتے ہیں۔مثلاً یہ اقلی جوڑے دیکھیں:

وار:یار ، وہاں:یہاں، ہَوا:حیا

ان دو حروف واو ری کی حیثیت نیم مصوتوں کی بھی ہے اور مصوتوں کی بھی۔ واو ری کی ان دو حیثیتوں میں صوتیاتی اعتبار سے اہم فرق ہے۔مثلاً لفظ ’’یہی‘‘ میں علامت ی شروع میں بھی

موجود ہے اور آخر میں بھی، لیکن پہلی آواز نیم مصوتہ ہے اور آخری مصوتہ۔ اردو میں واو ری جب بھی لفظ کے شروع میں آتی ہیں تو ان کی حیثیت نیم مصوتے کی ہوتی ہے اور لفظ کے آخر میں یہ ہمیشہ مصوتے کی آواز دیتی ہیں۔ اس دوہرے عمل سے لفظ کے آخر میں ان پر نیم مصوتے کا دھوکہ ہوسکتا ہے۔ درحقیقت آخری حالت میں نیم مصوتے کی حیثیت سے ان کا تلفظ اردو زبان کے صوتی مزاج کے خلاف ہے۔ البتہ عربی کے مستعار الفاظ میں بطور نیم مصوتہ آسکتے ہیں۔ مثلاً عضو، ہجو ، جزو وغیرہ۔

مصوتوں کی درجہ بندی:(Classification of Vowels)

مصوتوں کی درجہ بندی مندرجہ ذیل بنیاد پر کی جاسکتی ہے:

(الف) زبان کا حصہ (Part of the tongue) یعنی زبان کا کون سا حصہ اوپر اُٹھتا ہے۔

ب۔ زبان کی اونچائی (Height of the tongue) یعنی زبان کتنی اونچی ہے۔

(ج) ہونٹوں کی گولائی یا ہونٹوں کا مقام (Position of the Tongue) یعنی ہونٹ پھیلے رہتے ہیں یا گول ہوتے ہیں۔

(د) طول یا دورانیہ (Length and Duration) یعنی مصوتے کی کتنی طوالت اور دورانیہ ہے۔

زبان کے حصوں کی بنیاد پر مصوتوں کو اگلے، درمیانے اور پچھلے میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جب زبان مختلف درجوں میں اٹھتی یا بلند ہوتی ہے تو اس اعتبار سے مصوتوں کو بالائی (High)، نچلے بالائی (Lower High)، وسطی (Mean Mid)، نچلے وسطی (Lower Mid) اور نچلے (Lower) میں درجہ بندی کی جاتی ہے۔ مصوتوں کی ادائیگی کے دوران اگر ہونٹ گول ہوں تو مدور (Rounded) اور پھیلے ہوئے ہوں تو غیر مدور (Unrounded) مصوتےکہلا ئیں گے۔

اسی طرح صوتی لمبائی یا دورانیہ کی بنا پر طویل اور مختصر مصوتے متعین ہوتے ہیں۔

(الف) زبان کا حصہ (Part of the Tongue)

مصوتوں کی ادائیگی میں زبان کے تین مختلف حصوں (i) زبان کا اگلا حصہ، (ii) زبان کا درمیانی حصہ اور (iii) زبان کا پچھلا حصہ میں سے کوئی ایک حصہ مصوتوں کو مخصوص شکل دینے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ کسی بھی مصوتہ کی ادائیگی کے زبان کے جس حصے کو اوپر اٹھایا جاتا ہے اس کے مطابق مصوتوں درج ذیل درجہ بندی کی جاتی ہے۔

اگلا مصوتہ (Front Vowel)

اگلے مصوتے کی ادائیگی میں، زبان کا اگلا حصہ سخت تالو کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اردو میں ''اِی، اِ، اے، اَے'' اگلے مصوتے ہیں۔

پچھلا مصوتہ (Back Vowel)

پچھلے مصوتے کی ادائیگی کے دوران عقب زبان کو نرم تالو کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اردو میں ''اُو، اُ، او، اَو'' پچھلے مصوتے ہیں۔

مرکزی مصوتہ (Central Vowel)

مرکزی یا درمیانی مصوتے کی ادائیگی کے دوران، وسط زبان (Centre of the Tongue) کو منہ کے اس اوپری حصے کی طرف اٹھایا جاتا ہے، جہاں نرم تالو اور سخت تالو آپس میں ملتے ہیں۔ اردو میں ''آ'' مرکزی مصوتہ ہے۔

(ب)۔ زبان کی اونچائی (Height of the tongue)

مصوتوں کی درجہ بندی میں اگر ایک جانب ''زبان کے حصے کی مدد لی جاتی ہے تو دوسری جانب ''زبان کی اونچائی'' کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مصوتوں کی ادائیگی کے وقت مصوتوں کو ایک

مخصوص شکل دینے کی خاطر زبان کا کوئی مخصوص حصہ اوپر یا نیچے کی جانب حرکت کرتا ہے اور مصوتوں کو ایک مخصوص شکل میں ڈھال دیتا ہے۔ زبان کی حرکت کو ذہن میں رکھ کر مصوتوں کو

(i) بالائی، (ii) نچلے بالائی، (iii) وسطی (iv) نچلے وسطی اور (v) نچلے مصوتوں کے خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

بالائی مصمتے: (Close Vowel/High):

بالائی مصوتوں کی ادائیگی میں زبان کا کوئی ایک مخصوص حصہ اوپر کی جانب اٹھتا ہے۔ مثلاً'' ای اوراؤ۔ ان مصوتوں کی ادائیگی میں زبان کا کوئی ایک حصہ اوپر کی جانب اٹھتا ہے جس کی وجہ سے ان مصوتوں کو بالائی مصوتہ کہا جاتا ہے۔ ''ای'' کو اگلا بالائی مصوتہ کہتے ہیں کیونکہ اس کی ادائیگی میں زبان کا اگلا حصہ اوپر کی جانب اٹھتا ہے؛ جبکہ ''اؤ'' کے تلفظ میں زبان کا پچھلا حصہ اوپر کی جانب اٹھتا ہے، اس لیے اس مصوتے کو پچھلا بالائی مصوتہ کہتے ہیں۔ انھیں ''بند مصوتے'' بھی کہتے ہیں۔

نچلے بالائی مصمتے: انھیں نیم بند مصوتے بھی کہتے ہیں۔ مثلاً اردو میں زیر (اِ) اور پیش (اُ)۔

وسطی (درمیانے) مصوتے: بعض مصوتوں کی ادائیگی میں زبان کا کوئی حصہ ایک مخصوص درمیانی سطح پر رہتا ہے، جس کی وجہ سے ان مصوتوں کو وسطی مصوتے کہتے ہیں۔ اردو میں 'یائے مجہول (اے) واؤ مجہول (او) اور زبر (اَ) وسطی مصوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کی ادائیگی میں زبان درمیانی سطح پر رہتی ہے۔

نچلے وسطی (درمیانے) مصوتے (Half Open Vowel): انھیں نیم وا یا ادھ کھلے مصوتے بھی کہتے ہیں۔ ان کی ادائیگی کے دوران، زبان ایک ایسی حالت میں ہوتی ہے جس میں نہ تو منہ پوری طرح کھلا ہوتا ہے اور نہ ہی بند ہوتا ہے، یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ منہ کا دوتہائی حصہ ہی کھلا ہوتا ہے۔ مثلاً اردو میں واؤ لین (اَو) اور یائے لین (اَے)۔

نچلے مصوتے: اگر کسی مصوتے کی ادائیگی میں زبان کا کوئی مخصوص حصہ نیچے کی جانب جھک جائے تو اسے نچلا مصوتہ کہتے ہیں۔ اردو زبان میں ''آ'' نچلا مصوتہ ہے، کیونکہ اس کے تلفظ میں زبان کا پچھلا حصہ نیچے کی جانب جھک جاتا ہے۔ اسے کھلا (Open) مصوتہ بھی کہتے ہیں۔

(ج)۔ ہونٹوں کا مقام (Position of the Tongue)

ہونٹوں کے مقام (ہونٹوں کی گولائی) کے مطابق مصوتوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

مدور مصوتے (Rounded Vowel): مدور مصوتے وہ ہیں جن کی ادائیگی کے دوران ہونٹ گول ہوتے ہیں۔ عام طور سے پچھلے مصوتے (جن کی ادائیگی میں زبان کا پچھلا حصہ متحرک ہوتا ہے) مدور ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''اُو، اُ، او، اَو''۔

غیر مدور مصوتے (Unrounded Vowels)

غیر مدور مصوتے وہ ہیں، جن کی ائیگی کے دوران ہونٹ ''گول'' نہیں ہوتے بلکہ پھیلے یا نیوٹرل ہوتے ہیں۔ اگلے اور درمیانے مصوتے غیر مدور ہوتے ہیں۔ مثلاً ''اِی، اِ، اے، اَے، اَ، آ''۔

(د) طول یا دورانیہ (Length and Duration)

مصوتوں کی درجہ بندی میں ''طول'' کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے اور اس کی بنیاد پر مصوتوں کو طویل'' اور ''خفیف'' کے خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اردو میں بنیادی مصوتوں کی کل تعداد دس (۱۰) ہے، جن میں سات طویل مصوتے اور تین خفیف مصوتے ہیں۔ اردو میں ''زیر زبر اور پیش'' سے ظاہر ہونے والے مصوتے خفیف، جبکہ حروف ''ا، و، ی، ے'' سے ظاہر ہونے والے مصوتے طویل مصوتے ہیں۔

ماہرین کی تحقیقات کی روشنی میں اردو مصوتی نظام کا خاکہ یوں ہوگا۔

مصوتی نظام کا خاکہ

ہونٹوں کی حالت		غیر مدور		مدور
زبان کے مختلف حصے		اگلی	درمیانہ	پچھلا
زبان کی بلندی کے درجات	بالائی [illegible]	ای [illegible]		او [illegible]
	نیم بالائی [illegible]	اِ [illegible]		اُ [illegible]
	وسطی [illegible]	اے [illegible]	آ [illegible]	او [illegible]
	نچلا وسطی [illegible]	آے [illegible]		او [illegible]
	نچلا [illegible]		آ [illegible]	

مندرجہ بالا جدول کے مطابق: ہونٹوں کی حالت کے اعتبار سے چھ غیر مدور اور چار مدور، زبان کے حصوں کے اعتبار سے چار اگلے، دو درمیانے اور چار پچھلے مصوتے ہیں۔ مختلف درجوں میں زبان کی بلندی کے لحاظ سے دو بالائی، دو نچلے بالائی، تین وسطی، دو نچلے وسطی اور ایک نچلا مصوتہ ہے۔ اور صوتی دورانیے کی بنیاد پر تین مختصر اور سات طویل مصوتے ہیں۔

بنیادی یا اساسی مصوتے (Cardinal Vowels)

ڈینئیل جونز (Daniel Jones) نے ۱۹۵۶ء میں آٹھ مصوتوں کا ایک مجموعہ تشکیل دیا تھا۔ انھیں معیاری مصوتے بھی کہتے ہیں۔ یہ مصوتے کسی زبان سے تعلق تو نہیں رکھتے مگر ان کو معیار بنا کر کسی بھی زبان کے مصوتوں کی پیائش کی جاسکتی ہے۔ یہ مصوتے درج ذیل ہیں:

o a ae e e i u o

اکہرے مصوتے (Monophthongs)

اکہرے مصوتے ہی اصل مصوتے ہیں، جن کا معیار مصوتے کے بدلنے سے تبدیل نہیں

ہوتا ہے۔اسے خالص یا مستحکم مصوتہ بھی کہا جاتا ہے۔مثلاً /ای/ ، /اے/ ، /او/۔

دہرے مصوتے (Diphthongs)

جب دو مصوتے ایک ساتھ آئیں تو یہ مخلوط آواز دہرا مصوتہ کہلاتی ہے۔انھیں ملواں مصوتے بھی کہتے ہیں۔دوہرے مصوتے کی ادائیگی کے وقت تلفظ ایک مصوتہ سے شروع ہوکر دوسرے پر ختم ہوتا ہے۔اردو میں واؤ لین (اَو) اور یائے لین (اَے) دہرے مصوتے ہیں۔یہ مصوتے ایک معیار سے دوسرے معیار تک تدریج (Glide) کرتے ہیں۔انھیں مصوتی تدریجیہ (vowel glides) بھی کہا جاتا ہے۔دہرے مصوتے کی ادائیگی میں زبان کسی خاص مصوتے کے مقام سے شروع ہوتی ہے اور دوسرے مصوتے کے مقام کی سمت بڑھتی ہے۔ڈاکٹر نصیر احمد خان نے ملواں مصوتوں اور نیم مصوتوں کے فرق کو یوں بیان کیا ہے:

ملواں مصوتوں میں ایک مصوتے سے تلفظ شروع کر کے دوسرے پر ختم کیا جاتا ہے۔اس طرح ایک سادہ منتہا (Peak) بنتا ہے۔جیسے اردو میں (اَ+ے) اور (اَ+و) وغیرہ۔نیم مصوتہ ایسی آواز کو کہتے ہیں جو مصوتہ اور مصمتہ دونوں کی خصوصیات رکھتا ہے۔مثلاً کیا اور کِیا میں [ی] کی آواز نیم مصوتے کا کردار ادا کر رہی ہے۔

نصیر احمد خان،اردو لسانیات (نئی دہلی: اردو محل پبلیکیشن ،۱۹۹۰ء) ص ۴۴

ہ۔بین الاقوامی صوتیاتی حروفِ تہجی (International Phonetic Alphabet):

اسے آئی۔پی۔اے تحریر (IPA Transcription) بھی کہتے ہیں۔IPA کو کسی بھی بولی جانے والی زبان کی آوازوں کو تحریر کرنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے۔فرانسیسی ماہرِ صوتیات پال پیسی (Paual Passy) نے ۱۸۸۶ء میں بین الاقوامی صوتیاتی انجمن قائم کی۔اس تنظیم نے مختلف ماہرین کے ساتھ مل کر بین الاقوامی صوتیاتی حروفِ تہجی تیار کیے۔صوتیاتی حروفِ تہجی کا

مقصد یہ تھا کہ دنیا کی تمام زبانوں کی مختلف آوازوں کو جامعیت کے ساتھ ایسے معیاری اور یکساں رسم الخط میں تحریر کیا جائے، جسے مختلف زبانیں بولنے والے افراد درست تلفظ کے ساتھ پڑھ سکیں۔ وقتاً فوقتاً آئی۔ پی۔اے میں نظر ثانی ہوتی رہی اور اسے بہتر بنانے کی کوششیں کی جاتی رہیں۔۱۹۸۹ءاور بعدازاں ۲۰۰۵ء میں اس میں مزید تبدیلیاں کی گئیں اور اب بھی ضرورت کے مطابق اس میں تبدیلی کی گنجائش موجود ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ترمیم واضافے کے لیے کچھ رہنما اصول مرتب کیے گئے ہیں۔

آئی۔ پی۔ اے حروف اور امتیازی نشان (Diacritic Marks) پر مشتمل ہے۔ امتیازی نشانات کو علم ہجا یا صوتیاتی چارٹ کے ذریعے یا حروف کے مجموعے کے ذریعے نشان زد کیا جاتا ہے۔آئی۔ پی۔اے۔کا عمومی اصول ہر مخصوص آواز کے لیے ایک حرف فراہم کرنا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر کوئی زبان دو آوازوں کے درمیان فرق نہیں کرتی تو آئی۔ پی۔اے۔بھی عام طور پر دو آوازوں کے لیے الگ حروف استعمال نہیں کرتا ہے۔کسی زبان کے حروف ہجا انسانوں کی طرف سے ادا کی جانے والی آوازوں کی وضاحت کے ساتھ نمائندگی کرنے کے لیے نا کافی ہیں۔حروف ہجا کا ایک حرف ایک سے زیادہ آوازوں کی نمائندگی کرسکتا ہے اور اس لیے ایک حرف کے لئے ایک آواز نا کافی ہے۔مثال کے طور پر انگریزی میں، حرف 'c' Cook اور Police میں دو مختلف آوازوں کی نمائندگی کرتا ہے۔آئی۔پی۔اے تحریر ایک ایسا ٹول ہے جسے ماہرین لسانیات نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔آئی۔پی۔اے تحریروں میں استعمال ہونے والی ایسی علامتیں ہیں، جنھیں عالمی سطح پر قبولیت حاصل ہے۔اردو کے لیے الگ آئی۔پی۔اے تیار کیا گیا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر سرمد حسین کا تیار کردہ آئی۔پی۔اے بہتر اور جدید ہے، جو اوکسفرڈ کی اردو۔انگریزی لغت میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

آئی۔پی۔اے تحریروں (Transcriptions) کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(i) صوتیاتی تحریر(Phonetic Transcription(Narrow)

(ii) فونیمیاتی تحریر/ تجزصوتیاتی تحریر(Phonemic Transcription(Broad)

صوتیاتی تحریر(Phonetic Transcription(Narrow)

تکلم کی تمام خصوصیات کو بیان کرنے کے لیے صوتیاتی رسم الخط میں مختلف علامات وآثار وضع کیے گئے ہیں۔ جب کسی تکلم یا تکلمی جز کو صوتیاتی رسم الخط میں مقید کیا جاتا ہے تو فوق قطع اصوات کو قطعاتی اصوات کے اوپر درج کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان تمام اصوات کو تفصیل سے ریکارڈ کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر صوت کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل بھی دی جاتی ہے۔ لہٰذا صوتیاتی تحریر کو باریک تحریر(Narrow Transcription) بھی کہا جاتا ہے۔

صوتیاتی تحریر آوازوں کی تمام خصوصیات کو ظاہر کرنے کے لیے اضافی علامتوں کا استعمال کرتی ہے جیسے ہکاریت (Aspiration)، تالویانا/حنکیت (Palatalization)، لب کاری (Labialization)، وغیرہ۔ ان اضافی خصوصیات کو امتیازی نشانات (Diacritic marks) کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ صوتیاتی تحریر میں اصوات یا اصوات کے گروہ کو ظاہر کرنے کے لیے چوکور بریکیٹ (Square Brackets:[ ]) کا استعمال کرتے ہیں، جیسے [phin] لفظ 'Pin' کی صوتیاتی تحریر ہے۔ مثال کے طور پر اردو کا جملہ ''کیا آپ نے سبق پڑھ لیا؟'' کو صوتیاتی تحریر کے ذریعے ذیل میں ظاہر کیا گیا ہے:

[kya ap ne sebeq perh liya] کا استعمال کیا جاتا ہے۔

فونیمیاتی تحریر/ تجزصوتیاتی تحریر(Phonemic Transcription ((Broad

زبان میں استعمال ہونے والی امتیازی اصوات کو فونیمیاتی اصطلاح میں ''صوتیے' (Phonemes) کہا جاتا ہے۔ جس طرح صوتیات میں تکلم کو تحریر میں مقید کرنے کے لیے

صوتیاتی تحریر کا استعمال ہوتا ہے اسی طرح فونیمیات میں فونیمیاتی تحریر کا استعمال ہوتا ہے۔صوتیاتی تحریر میں تکلم کو ریکارڈ کرتے وقت اصوات کو تفصیل سے ریکارڈ کیا جاتا ہے۔مگر فونیمیاتی تحریر میں صرف امتیازی اصوات (صوتیوں) کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

فونیمیاتی تحریر کم واضح ہے۔معمولی صوتیاتی تغیرات کو خاص طور پر اس میں نہیں دکھایا جاتا۔ اس میں ہم یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی صوت اپنی اگلی یا پچھلی صوت سے کس طرح متاثر ہو رہی ہے یا کوئی مصوتہ کتنا طویل ہے یا کتنا خفیف؟ نہ ہر صوت کی خواہ مصوتہ یا مصمتہ یا سر بابل جیسی اصوات ہوں، ذیلی اشکال کی نمائندگی ہوتی ہے۔اس کے برعکس فونیمیاتی تحریر میں محض اور محض اصوات کی امتیازیت (Distinctiveness) کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ لہذا فونیمیاتی تحریر کو وسیع تحریر (Broad Transcription) بھی کہا جاتا ہے۔اس میں ہر فونیمیاتی اکائی کو ترچھی لکیروں // میں لکھا جاتا ہے۔چونکہ فونیمیات میں امتیازی اصوات کا تعین معنی کی تبدیلی پر منحصر ہے۔اس لیے فونیمیاتی تجزیہ کفایتی اور ضاحتی ہوتا ہے۔

جیسے۔/pin/ (لفظ Pin کی تجز صوتیاتی تقریر) اور/ rein / (لفظ rain کی تجز صوتیاتی تقریر)

و۔اہم نکات

۱۔ صوتیات لفظ صوت سے مشتق ہے اور صوت کے معنی آواز کے ہیں۔صوتیات لسانیات کی وہ شاخ ہے جس کے تحت زبان میں تلفظی آوازوں کا تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ صوتیاتی مطالعہ میں ہم کسی خاص زبان کی تلفظی آوازوں کا نہیں بلکہ تکلمی آوازوں کا عمومی مطالعہ کرتے ہیں۔

۲۔ علم صوتیات انسانی آوازوں کا معروضی مطالعہ پیش کرتا ہے۔اس میں آوازوں کے مخارج، ان کی ادائیگی اور خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

۳۔ صوتیات کی مدد سے ہم آوزوں کی ادائیگی اس کی منتقلی اور اس کے ادراک کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔اس بنیاد پر صوتیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۴۔ علم صوتیات، علم اصوات (فونیمیات) سے مختلف ہوتا ہے۔ کیوں کہ علم اصوات یا فونیمیات میں کسی مخصوص زبان کے صوتی نظام کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔اس کے برعکس صوتیات میں عمومی تکلمی آوازوں کا عام مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

۵۔ تلفظی صوتیات میں انسانی آوازوں کی ادائیگی کے عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس کی مدد سے انسان کے اعضائے تکلم کی کارکردگی کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

۶۔ سمعی صوتیات میں آوازوں کے Transmission کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ غور کیا جاتا ہے کہ آواز ہوا کے دوش پر کس طرح سفر کرتی ہے۔

۷۔ سمعیاتی صوتیات آوازوں کے سمعی طریقہ کار کا جائزہ لیتی ہے۔اس کی مدد سے ہم یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سننے کا عمل کیسے شروع ہوتا ہے اور آواز میں ہمارے ذہنوں پر کیا تاثر قائم کرتی ہیں۔

۸۔ انسان اپنے اعضائے تکلم کے ذریعے ان گنت تکلمی اصوات ادا کرسکتا ہے۔

۹۔ صوتیات میں تکلمی اصوات کے متعلق جو نتائج نکالے جاتے ہیں وہ تجربوں پر مبنی ہوتے ہیں۔اس طرح کے مطالعے میں تجربہ گاہ اور اصوات کے مطالعے سے متعلق مختلف آلات کا استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ صوتیات میں تکلمی اصوات کا عمومی مطالعہ ہوتا ہے۔اس میں اس بات کی طرف قطعی توجہ نہیں دی جاتی کہ انسانی اعضائے تکلم سے ادا ہونے والی اصوات کا تعلق آیا کسی زبان سے ہے یا نہیں۔صوتیات کی بنیادی اکائی صوت' '(Phone) کہلاتی ہے۔اصوات صوتیات کا خام مواد (Raw Material) ہے اور انھیں تجربہ گاہ میں آلات کے ذریعے ریکارڈ کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۔ وہ آوازیں جن کی ادائیگی میں باہر آتی ہوا میں منہ کے اندر رکاوٹ ڈالی جاتی ہو' 'مصمتہ' ' کہلاتی ہیں۔مثال کے طور پر' 'ب' ' کی ادائیگی میں باہر آتی ہوا کو دونوں ہونٹوں کے درمیان روکا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اسے مصمتہ کہا جاتا ہے۔جب کہ اس کے برعکس ' 'آ' ' کی ادئیگی میں منہ کھلا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ' 'آ' 'ایک مصوتہ ہے۔

۱۲۔ اردو میں فونیم کی تعداد کتنی ہے؟

۱۳۔ اردو کے تمام مصوتوں کو انفیایا جاسکتا ہے۔

۱۴۔ اردو میں [و] اور [ی] نیم مصوتے ہیں۔

۱۵۔ نیم مصوتے میں مصمتہ اور مصوتہ دونوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

۱۶۔ اردو میں واوِلین اور یائے لین دہرے مصوتے ہیں۔

۱۷۔ فونیمیات میں تکلمی مواد کو ریکارڈ کرنے کے لیے فونیمیاتی تحریر کا استعمال ہوتا ہے۔اس تحریر میں اصوات کی امتیازیت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔لہٰذا اس تحریر کو وسیع تحریر (Broad Transcription) کہا جاتا ہے۔اس میں ہر فونیمیاتی اکائی کو ترچھی لکیروں میں

مقید کیا جاتا ہے۔

۱۸۔ صوتیات میں اصوات کے تحریری اظہار کے لیے بین الاقوامی صوتیاتی رسم الخط (International Phonetic Association) کا استعمال کیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی صوتیاتی رسم الخط میں مصوتوں اور مصمتوں کے لیے الگ الگ حروف وضع کیے گئے ہیں۔

ذ۔خود آزمائی

معروضی

۱۔ صوتیات کی تعریف کریں۔

۲۔ انسانی اعضائے تکلم کے ذریعہ پیدا ہونے والی آواز کو کیا کہتے ہیں؟

۳۔ صوتی تار کیا ہے؟

۴۔ مسموع آوازیں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟

۵۔ لبی آوازوں کی ادائیگی میں کون سے اعضائے تکلم شامل ہیں؟

۶۔ صوتیات کی کتنی شاخیں ہیں؟

۷۔ تلفظی صوتیات کا موضوع کیا ہے؟

۸۔ صوتی نظام کن اعضا پر مشتمل ہے؟

۹۔ مصوتے کسے کہتے ہیں؟

۱۰۔ مصمتے کسے کہتے ہیں؟

۱۱۔ نیم مصوتے اور دہرے مصوتے میں کیا فرق ہے؟

۱۲۔ مصمتوں کی درجہ بندی کس بنیاد پر کی جاتی ہے؟

۱۳۔ مصوتوں کی درجہ بندی میں کتنی باتوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے؟

۱۴۔ 'صوتیات کو انسانی آوازوں کا سائنسی مطالعہ کیوں کہا جاتا ہے؟

موضوعی

۱۔ صوتیات کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ تفصیل تحریر کریں۔
۲۔ صوتیات کی مختلف شاخوں کی وضاحت کیجیے۔
۳۔ تلفظی صوتیات پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیے۔
۴۔ اعضائے تکلم کی تفصیل تحریر کریں۔
۵۔ IPA پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
۶۔ اُردو کے مصمتی نظام کی تفصیل تحریر کریں۔
۷۔ اردو کے مصوتی نظام کی وضاحت کریں۔

ح۔ مجوزہ کتب

نصیر احمد خان، ڈاکٹر، اردو لسانیات (نئی دہلی: اردو محل پبلیکیشن، ۱۹۹۰ء)

اقتدار حسین خان، ڈاکٹر، لسانیات کے بنیادی اصول (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۵ء)

اقتدار حسین خاں، ڈاکٹر، صوتیات اور فونیمیات (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۴ء)

محبوب عالم خان، ڈاکٹر اردو کا صوتی نظام (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،)

علی رفاد فتیحی، اردو لسانیات (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو، ۱۹۱۳ء)

شمشاد زیدی، اردو زبان کا لسانی تجزیہ (علی گڑھ: کتاب کارکھٔ پلا، جی ٹی روڈ، ۱۹۷۹ء)

باب سوم

اُردو علم الاصوات
(Urdu Phonology)

فہرست مضامین

الف۔علم الاصوات کامفہوم

ب۔فونیمیات کی اصطلاحات

ج۔قطعاتی اکائیاں

د۔فوق قطعاتی اکائیاں

ہ۔حوالہ جات

و۔اہم نکات

ذ۔خودآزمائی

ح۔مجوزہ کتب

الف۔علم الاصوات/فونیمیات

(Phonemics/Phonology)

کسی زبان کے صوتی نظام کی سب سے چھوٹی اکائی صوتیہ یا فونیم (Phoneme) کہلاتی ہے۔فونیمیات لسانیات کی وہ شاخ ہے،جس میں کسی زبان کے صوتیہ کی تحقیق اور اس کا تعین کیا جاتا ہے اور ان کی ذیلی اقسام کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ پروفیسر نصیر احمد خاں نے اپنی کتاب ''اردو لسانیات میں امریکی ماہر فونیمیات کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ'' کوئی بھی ایسی چھوٹی سے چھوٹی با معنی آواز یا صوتی عنصر جس کی مزید تقسیم نہ ہو سکے،اگر لفظ میں معنی کا فرق پیدا کر دے تو وہ فونیم کہلاتی ہے۔''(۱)

غرض کہ صوتیہ کسی زبان کی ایسی با معنی تخالفی آواز ہے،جس سے الفاظ کے معنی میں فرق پیدا ہوتا ہے۔اس شعبہ لسانیات میں فونیم کی شناخت کے ساتھ ساتھ اس کی ترتیب اور تنظیم سے بھی بحث کی جاتی ہے۔

دنیا م کی تمام زبانوں میں اظہار کے لئے گنی چنی آوازوں کا استعمال ہوتا ہے۔فونیمیات میں یہ کوشش ہوتی ہے کہ کوئی ایسی تسلی بخش تکنیک مرتب کی جائے جس سے کسی زبان میں استعمال ہونے والی اصوات کی امتیازی اکائیوں Meaningful) (Units of Sound کی شناخت کی جا سکے اور ان اکائیوں کو زبان کے حروف تہجی یا رسم الخط مرتب کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ بہ الفاظ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ فونیمیات میں کسی زبان میں استعمال ہونے والی امتیازی اصوات کا تجزیہ ہوتا ہے۔صوتیات میں آوازوں کی زیادہ سے زیادہ نزاکتیں دریافت کی جاتی ہیں لیکن فونیمیات میں غیر ضروری نزاکتوں کو نظر انداز کر کے صرف انھیں امتیازات اور

باریکیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے جو معنی کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ لسانیات کے اس شعبہ میں ہمیں اس بات سے غرض نہیں کہ زبان میں استعمال ہونے والی اصوات کی ادائیگی کس طرح ہوتی ہے یا کسی صوت کو ادا کرنے کے لئے کن اعضائے تکلم کی ضرورت ہے یا کوئی آواز کس مخرج سے خارج ہوتی ہے؟ بلکہ اس کے برعکس فونیمیات کا مقصد کسی زبان کے صوتی نظام کی نشان دہی کرنا ہے اور صوتی نظام میں امتیازی آوازیں ہی اہم ہیں۔

صوتیات اور فونیمیات میں فرق

صوتیات اور فونیمیات دونوں ہی زبان کی آوازوں کا مطالعہ کرتے ہیں لیکن ان دونوں میں بنیادی فرق ہے، جسے پروفیسر اقتدار حسین خاں نے اپنی کتاب صوتیات اور فونیمیات میں تفصیل سے بیان کیا ہے:

(i)۔ صوتیات میں ہم زبان میں استعمال ہونے والی آوازوں کے پیدا کرنے کے تلفظی طریقوں اور ان کی درجہ بندی

کے اصولوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(ii)۔ فونیمیات میں کسی زبان کی اہم آوازوں یعنی فونیم کو معلوم کرنے کے اصولوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(iii)۔ صوتیات میں جن آوازوں کے بیان کرنے کے طریقوں کا جائزہ لیا جاتا ہے، وہ کسی بھی زبان میں ہوسکتی ہے۔ فونیمیات میں کسی خاص زبان کے فونیم ہی معلوم کرنے کے طریقوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

(iv)۔ صوتیات میں جن آوازوں کا جائزہ لیا جاتا ہے وہ نظریاتی طور سے لامحدود ہوتی ہیں۔ فونیمیات میں جن آوازوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے وہ ہر زبان میں محدود ہوتی ہیں،

جو عام طور سے ۱۵ سے ۵۰ کے بیچ میں ہوتی ہیں۔

(v)۔ صوتیات میں وہی آوازیں شامل ہیں جو واقعتاً ادا ہوتی ہیں جبکہ فونیم میں کئی ملتی جلتی آوازوں کی نمائندگی ہوتی ہے۔

(vi)۔ صوتیات میں آوازیں جس طرح ادا ہوتی ہیں ان کو تحریر میں مربع قوسین میں دکھایا جاتا ہے۔فونیم کی تفاعلی حیثیت ہوتی ہے اور اس کو ترچھی قوسین میں دکھاتے ہیں۔مثلاً اردو میں لفظ ''بالٹی'' کو صوتیات کی رو سے [balti] اور

فونیمیاتی رو سے /balti/ سے دکھایا جائے گا۔(۲)

ب۔فونیمیات کی اصطلاحات

فونیمیاتی مطالعے کو بخوبی سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ فونیمیات کی اصطلاحات سے بھی واقفیت ہو۔مندرجہ ذیل سطور میں فونیمیات میں استعمال ہونے والی کچھ اہم اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔

قطعاتی اکائیاں:

فونیم (Phoneme):

فونیم علم اصوات کی ایک بنیادی اکائی ہے۔ یہ آواز کی سب سے چھوٹی اکائی ہے جو کسی زبان کے اندر معنی میں تبدیلی کا سبب بنتی ہے، لیکن اس کا خود کوئی معنی نہیں ہے۔ یہ سب سے چھوٹی ساختی اکائی ہے جو کسی لفظ کے معنی کو الگ کرتی ہے۔فونیم کسی زبان کے صوتی نظام کی سب سے چھوٹی، امتیازی یا تخالفی کائی ہے۔

فونیم کی امتیازی خصوصیت سے مراد کسی لفظ کے معنی تبدیل کرنے کی صلاحیت ہے۔مثال کے طور پر- لفظ ''جال'' اور ''حال میں موجود ایک آواز کی تبدیلی لفظ کا معنی بدل دیتی ہے۔اس

طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''ج'' اور ''ح'' اردو زبان کے اندر دو مخصوص آوازیں ہیں۔ جسے علم اصوات میں ہم فونیم کہتے ہیں۔

اقلی جوڑا (Minimal pair):

فونیمیاتی تجزیے میں دو ایسے الفاظ کا جوڑا جن میں لفظ کے کسی مخصوص مقام پر (یعنی لفظ کے شروع، درمیان یا آخر) میں ایک صوت کو چھوڑ کر باقی اصوات ایک جیسی ہوں، اقلی جوڑا کہلاتا ہے۔ مثلاً بال، چال اور دال، سال وغیرہ . مذکورہ مثال میں سبھی الفاظ کے تمام حروف ایک جیسے ہیں سوائے شروع کے حروف کو چھوڑ کر، اسی وجہ سے یہ الفاظ معانی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس اعتبار سے انھیں اقلی جوڑا کہا جا سکتا ہے۔ ''ب، چ، د، س'' کی فونیمی حیثیت طے ہو جاتی ہے۔

ذیلی اقلی جوڑا (Sub Minimal Pair):

ذیلی اقلی جوڑے میں دو بنیا تخالفی اصوات کے علاوہ دیگر اصوات بھی مختلف ہوتی ہیں۔ وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل ان دو اردو الفاظ کو لیجیے۔

تمیز' اور دبیز۔ ان الفاظ میں شروع میں ''ت'' اور ''د'' والی اصوات کے فرق کے علاوہ درمیانی پوزیشن میں ''م'' اور ''ب'' کا فرق بھی ہے۔ دوسری مثال اصرار/Israr/ اور اظہار /lzhar/۔ ملاحظہ ہو کہ ان الفاظ میں درمیانی پوزیشن میں ''ص'' اور ''ظ'' کے فرق کے علاوہ درمیانی پوزیشن ہی میں ''ا'' اور ''ہ'' کا فرق بھی ہے۔ لہٰذا الفاظ کے ان دونوں جوڑوں کو ذیلی اقلی جوڑے'' کہا جائے گا۔

صوت رکن (Syllable):

صوت رکن تکلمی صوت کی ترتیب کے لیے تنظیمی اکائی ہے۔ جو ایک یا ایک سے زیادہ صوتیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ کلمہ یا لفظ ایک صوتِ رکن پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے اور زیادہ پر بھی۔

صوتِ رکن کی تعداد کی نسبت سے کلمے یک رکنی، دورکنی اور سہ رکنی وغیرہ کہلاتے ہیں۔مثال کے طور پر آ(آ)،آخر(آ+خر)،مستقبل(مس+تق+بل)۔ہم طویل لفظ کوٹکڑوں میں بانٹ کر بولتے ہیں اور ہر ٹکڑا ایک صوتی بل (Stress) پر مشتمل ہوتا ہے۔یہی ٹکڑے صوتِ رکن ہیں۔دی گئی مثال میں پہلے لفظ میں ایک،دوسرے میں دو اور تیسرے میں تین صوتِ رکن ہیں۔معلوم ہوا کہ صوتِ رکن ایک لفظ بھی ہوسکتا ہے اور لفظ کا حصہ بھی۔جو صوتِ رکن مصمتے پر ختم ہوا سے بند صوتِ رکن(Closed Syllable) اور جو صوتِ رکن مصوتے پر ختم ہوں۔اسے کھلا صوت ِرکن (Open Syllable) کہتے ہیں۔

مصمتی خوشہ(Consonats Cluster):

مصمتی خوشہ سے مراد کسی لفظ میں مصمتوں کا ایک ایسا تسلسل ہے جس کے درمیان کوئی مصوتہ نہ ہو۔مصمتی خوشہ، ابتدائی، درمیانی اور آخری تینوں پوزیشنوں پر پایا جاسکتا ہے۔مثلاً:پریم، پلیٹ،ڈرائیور،قدر،جنس،وقت،شکل،دوست وغیرہ۔

ج۔فوق قطعاتی اکائیاں(Suprasegmental)

کوئی بھی بولی جانے والی زبان دوطرح کی خصوصیات(Features) کی حامل ہوتی ہے۔ایک

'' قطعاتی'' (Segmentals)،جنھیں دوا ہم قطعات (مصمتے اور مصوتے) میں تقسیم کرتے ہیں اور دوسرے۔

فوق قطعاتی ('Supra-Segmentals) یا عروضیاتی خصوصیت (Prosodic Features)کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جیسے سر(Pitch)، تاکید رزور(Stress)،لہجہ(Intonation)، اتصال (Juncture)،رفتار(Tempo)وغیرہ۔

ذیل میں چند اہم فوق قطعاتی خصوصیات کا تعارف کرایا جاتا ہے۔

تاکید/ زور/ (Stress):

بَل تنفّسی بہاؤ میں اس زور کو کہتے ہیں جس سے ایک صوت رکن دوسرے صوت رکن کے مقابلے میں زیادہ زور سے بولا جاتا ہے۔عموماً دو یا دو سے زیادہ صوت رکن والے الفاظ میں ایک صوتِ رکن دوسرے صوتِ رکن کے مقابلے میں زیادہ زور سے بولا جائے گا۔

تقریباً دنیا کی سبھی زبانوں میں یہ بَل موجود ہے کسی زبان میں محض صوتی حیثیت رکھتا ہے یعنی تلفظ کا فرق پیدا کرسکتا ہے جیسے اردو اور کسی زبان میں فونیمی حیثیت رکھتا ہے یعنی معنیٰ کو بدل سکتا ہے جیسے انگریزی۔۔ جن زبانوں میں بَل فونیمی حیثیت رکھتا ہے۔ایسی زبانوں کو بَل والی زبانیں(Stressed Timed Languages) کہتے ہیں۔انگریزی اس کی بڑی مثال ہے۔

الفاظ کے تلفظ میں بل کی خاص اہمیت ہے۔مثلاً پرہیز (پر+ہیز) دوصوتِ رکن پر مشتمل ہے۔اس میں دوسرے صوتِ رکن پر زیادہ زور ہے اور یہ زیادہ طویل ہے۔اسی طرح ذیل کے دو الفاظ دیکھیے:

کھٹاس (کھ+ٹا+س) اور مہینہ (مَ+ہی+نَ) ان دونوں الفاظ میں پہلے صوتِ رکن پر ثانوی زور ہے، دوسرے پر اصلی اور تیسرے پر خفیف سا زور ہے۔اگر چہ اردو میں بل کی کمی بیشی سے الفاظ کے معانی تبدیل نہیں ہوتے، تاہم تلفظ اور لہجے میں فرق پڑتا ہے۔موسیقی میں بل کی اہمیت خاص طور پر بڑھ جاتی ہے۔یہاں کبھی لفظوں کو کھینچ کر اونچا بولا جاتا ہے اور کبھی مختصر اور دھیمے لہجے میں۔

تدریجیہ / معبر(Glide):

وہ عبوری مصوتی صوت جو ایک صوت کی ادائیگی سے دوسری صوت کی ادائیگی کے درمیانی

وقفے میں پیدا ہوتی ہے۔

تدریجیہ مصوتہ اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب اعضائے نطق ایک مصوتے کی تخلیق سے دوسرے مصوتے کی تخلیق کی طرف منتقل ہو رہے ہوتے ہیں۔

ادغام(Assimilation):

جب کوئی آواز کسی دوسری آواز کے قرب کی وجہ سے اسی کی سی ہو جائے تو اس کو ادغام کہتے ہیں۔ اسے عربی میں ادغام اور سنسکرت میں سندھی کہتے ہیں۔ ادغام سے مراد ہے جذب کرنا، اپنے اندر سمو لینا۔ مثلاً بدتر سے بتر۔ چل آ سے چلا۔ اب+ہی=ابھی، تب+ہی= تبھی، سب+ہی= سبھی۔ یہ خصوصیت قریباً ہر زبان میں پائی جاتی ہے۔ اہلِ زبان روانی میں بہت سی آوازوں کا ادغام کر لیتے ہیں۔

ایتلاف(Coalition):

ایسا مرکب جس میں دو یا دو سے زائد اصوات ایک ساتھ اس طرح آئیں کہ وہ ادائیگی کے وقت ایک صوت اختیار کر لیں۔ مثلاً بھ پھ۔

سقوط(Elision):

کسی مصوتے یا پورے صوتی رکن کا دبنا یا زائل ہونا۔ اردو میں چار ساقطے ہیں "ال وی"۔ مثلاً والقمر، والشّمس، خود، حتی الامکان وغیرہ۔

سر(Tone)

سر کی تبدیلی اور اتار چڑھاؤ سے الفاظ کے مفاہیم میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ چینی زبان میں اسے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسی لیے چینی اور ویت نامی(Tonal Languages) کہلاتی ہیں۔

اتصال(Juncture)

بعض اوقات ایسے الفاظ ملتے ہیں جن کے درمیان میں بولنے میں تھوڑا سا وقفہ دیا جائے تو ایک معنی اور اگر وقفہ نہ دیا جائے تو دوسرا معنی نکلتا ہے۔ درج زیل مثالیں دیکھیے :

1- وہ کیوں آج ارہا ہے؟

2- جب بار ہو تو چپ رہو،

3- دوا پی لی ہے۔

ان جملوں میں اگر ''آج اورآ''، ''جب اور بار''، ''پی اور لی'' کے درمیان میں وقفہ نہ ہو تو پہلے جملے میں آجا، دوسرے میں جبّار اور تیسرے میں پیلی الفاظ سمجھ میں آئیں گے، جو غلط معانی دے سکتے ہیں۔ (۳)

لہجہ(Intonation)/ سرلہر

لہجہ آواز کے زیروبم کا نام ہے۔ جو کسی لفظ یا جملے کے حصے کو زیادہ طول دینے یا ایک حصے پر کم اور کسی پر زیادہ زور دینے سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک ہی لفظ یا جملے کو کئی طرح سے ادا کیا جا سکتا ہے، جس سے بولنے والا مختلف جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ انگریزی میں بیشتر الفاظ میں لہجے کی تبدیلی سے معنی بدل جاتا ہے۔ اردو میں زیادہ تر یہ تبدیلی صرف جملوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ لہجہ بدلنے سے کبھی استفسار، کبھی نفی، کبھی اثبات اور کبھی تاکید کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہیں۔ ایک ہی جملے کا بیانیہ لہجہ الگ ہوگا، منفی الگ، استفہامیہ، فجائیہ اور دعائیہ لہجے جدا ہوں گے۔

> ''ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے مطابق ''اُردو میں لہجے کی تین صوتی سطحیں ہیں: خفی، میانہ اور جلی۔'' (۴)

اُن کے بقول:

اُردو میں بیانیہ اور استفہامیہ جملے عموماً میانہ لہجے سے شروع ہوتے ہیں۔لیکن جس خاص مفہوم کی وضاحت مطلوب ہو اس سے متعلق لفظ پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ ہوں:

کیا۲ آپ۳ کتاب لینے بازار گئے تھے۱۔

کیا۲ آپ کتاب۳ لینے بازار گئے تھے۱۔

کیا۲ آپ کتاب لینے۳ بازار گئے تھے۱۔

کیا۲ آپ کتاب لینے بازار۳ گئے تھے۱۔

''پہلے جملے میں لفظ آپ کو، دوسرے میں کتاب کو، تیسرے میں لینے کو اور چوتھے میں بازار کو جلی لہجے میں ادا کیا گیا ہے۔اور ایسا کرنے سے ہر بار جملے کا مفہوم تبدیل ہو گیا ہے''(۵)

لب ولہجہ کی ہلکی سی تبدیلی اور اتار چڑھاؤ سے ایک ہی ترکیب بلکہ ایک ہی لفظ کے معنی اور اس کے تاثر میں خاصا فرق پڑ جاتا ہے۔مثال کے طور پر ذیل کے مکالمے پر غور کریں

۱۔ کیا کر رہے ہیں جناب؟

۲۔ پڑھائی۔

۳۔ پڑھائی؟ یا پڑھائی!

(۲) اور (۳) میں ایک ہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔(۲) میں اِس کی حیثیت محض بیانیہ ہے (۳) میں لہجے کی اِس کی حیثیت استفہامیہ بھی ہو سکتی ہے اور استعجابیہ بھی۔استعجابی تناظر میں تحسین کا پہلو بھی ہو سکتا ہے اور تحقیر یا طنز کا پہلو بھی۔اِس طرح لہجے کی تبدیلی سے ایک لفظ مختلف تاثرات پیدا کر سکتا ہے۔ڈاکٹر محبوب عالم نے بھی ڈائیگرام کے ذریعے لہجے کے اُتار چڑھاؤ کی چند مثالیں دی ہیں۔(۶)

۸۔حوالہ جات

۱۔ اردو لسانیات،نصیر احمد خاں؛(دہلی:اردو محل پبلی کیشنز،۱۹۹۰ء)،ص۔۴۷

۲۔ اقتدار حسین خاں، پروفیسر،صوتیات اور فونیمیات (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو،۱۹۹۴ء)ص۸۲

۳۔ اقتدار حسین،صوتیات اور فونیمیات،ص۶۹

۴۔ گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،مشمولہ اُردو املا و قواعد (مسائل و مباحث)،مرتبہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۰ء)ص۱۰۷

۵۔ ایضاً،ص۱۰۷۔۱۰۸

۶۔ محبوب عالم خان،ڈاکٹر،اُردو کا صوتی نظام (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، پاکستان،۱۹۹۷ء)ص۱۴۷۔۱۵۰

و۔ اہم نکات

۱۔ صوتیات میں تکلمی آوازوں کا عام مطالعہ پیش کیا جاتا ہے، جبکہ فونیمیات میں کسی مخصوص زبان کے صوتی نظام کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ صوتیات کی بنیادی اکائی صوت (Phone) ہے، جبکہ فونیمیات کی بنیادی اکائی صوتیہ (Phoneme) کہلاتی ہے۔

۲۔ فونیمیات ان مختلف طریقوں کی چھان بین کرتی ہے جن میں مختلف زبانوں کے الفاظ اور فقروں کی تشکیل کے لیے اصوات کو ایک منظّم طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔

۳۔ فونیم علم اصوات کی ایک بنیادی اکائی ہے۔ یہ آواز کی سب سے چھوٹی اکائی ہے جو کسی زبان کے اندر معنی میں تبدیلی کا سبب بنتی ہے لیکن اس کا خود کوئی معنی نہیں ہے۔ اقلی جوڑے سے مراد الفاظ کا کوئی ایسا مجموعہ ہے جس میں تمام حروف ایک جیسے ہوتے ہیں، سوائے کسی ایک مخصوص مقام کے۔

۴۔ فونیمی تجزیے میں قطعاتی اصوات مثلاً مصوتوں اور مصمتوں کے علاوہ فوق قطع اصوات مثلاً سر (Pitch)، تاکید (Stress)، اتصال (Juncture) وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔

۵۔ فونیمیات کی بہت ساری اصطلاحات ہیں۔ مثلاً صوتیہ، صوت رکن، مصمتی خوشہ اقلی جوڑا۔

۶۔ صوت رکن تکلمی صوت کی ترتیب کے لیے تنظیمی اکائی ہے۔

۷۔ خوشہ سے مراد ایک ہی زمرے کے متصل قطعات کا تسلسل ہے۔

ذ۔خود آزمائی

معروضی

۱۔ زبان کے صوتی نظام کی سب سے چھوٹی، امتیازی یا متضاد اکائی کون سی ہے؟

۲۔ اردو میں فونیم کی تعداد کتنی ہے؟

مختصر جواب کے حامل سوالات

۱۔ مصمتی خوشہ کیا ہے؟

۲۔ صوتیات اور علم اصوات کے فرق کو مناسب دلیلوں کے ذریعے واضح کیجیے۔

۳۔ فونیمیات کی تعریف کیجیے اور اس کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالیے۔

۴۔ صوت رکن اور اس کے اقسام کی وضاحت کیجیے۔

۵۔ حذف کیا ہے؟

موضوعی:

۱۔ فونیمیات کسے کہتے ہیں؟ فونیمیات میں استعمال ہونے والی اصطلاحات سے اپنی واقفیت کا اظہار کیجیے۔

۲۔ فونیمیات کی بنیادی اصطلاحات لکھیں اور ان کی وضاحت کریں۔

۳۔ فوق قطع کیا ہے؟ مثالوں کے ساتھ وضاحت کیجیے۔

ح۔ مجوزہ کتب

اقتدار حسین خاں، ڈاکٹر، صوتیات اور فونیمیات (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۴ء)
نصیر احمد خان، اردو لسانیات (نئی دہلی: اردو محل پبلی کیشن، ۱۹۹۰ء) ص ۲۳۔۳۱
اقتدار حسین خان، ڈاکٹر، لسانیات کے بنیادی اصول (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۵ء)
محبوب عالم خان، ڈاکٹر اردو کا صوتی نظام (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،)
علی رفاد فتیحی، اردو لسانیات (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو، ۱۹۱۳ء)
شمشاد زیدی، اردو زبان کا لسانیاتی تجزیہ (علی گڑھ: کتاب کار، کٹھ پلا، جی ٹی روڈ، ۱۹۷۹ء)

باب چہارم

صرفیات،نحویات اور معنیات

فہرست مضامین

الف۔صرفیات/تشکیلیات/مارفیمیات(Morphology)
ب۔نحویات(syntax)
ج۔معنیات (Semantics)
د۔علم علامتی زبان (Pragmatics)
ہ۔تجزیۂ کلامیہ (Discourse Analysis)
و۔حوالہ جات
ذ۔اہم نکات
ح۔خودآزمائی
ط۔مجوزہ کتب

الف۔صرفیات/مارفالوجی/مارفیمیات(Morphology)

مارفولوجی لسانیات کا وہ ذیلی شعبہ ہے،جس میں لفظ کی ساخت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مارفالوجی میں الفاظ کی بناوٹ کی کم ترین اکائی مارفیم (Morpheme) ہے۔مارفیم کوصرفیہ یا تشکیلیہ بھی کہتے ہیں۔اس لیے مارفولوجی کو مارفیمیات،صرفیات اور تشکیلیات بھی کہا جاتا ہے۔مارفیمیات سے مراد کسی زبان میں موجود مارفیموں کا مطالعہ ہےاوراس بات کا مطالعہ بھی کہ مارفیم آپس میں جڑ کرکس طرح الفاظ بناتے ہیں؟یعنی لفظوں کی تشکیل سے بحث کی جاتی ہے؛ اس لیےاس علم کوتشکیلیات بھی کہاجاتا ہے۔مارفیم وہ کم ترین معنی خیزاکائی ہے،جوایک لفظ پر مشتمل ہو یالفظ کےترکیبی اجزا پر مشتمل ہو۔مثلاً کتاب،میز،کرسی،دیوار،نا،غیر،وار،داروغیرہ۔

لسانیات کی اس شاخ میں ہم ''کتاب،کتابیں اور کتابوں'' کے درمیان فرق کرتے ہیں ۔روایتی قواعد کی رو سے یہ تینوں ایک لفظ ہیں،جبکہ مارفیمیات میں''کتاب''ایک مارفیم ہےلیکن ''کتابیں''اور''کتابوں'' دو دو مارفیموں کے مجموعے ہیں۔اسی طرح گھر،میز،کرسی واحد مارفیم ہیں جبکہ ہوشیار،روزگار(ہوش +یار،روز + گار)دودو مارفیموں کےمجموعے ہیں۔

مارفیمیات میں''مارفیم چھوٹی سے چھوٹی بامعنی اکائی ہوتی ہے''،جن کی ترتیب وتشکیل کا بھی ہر زبان میں ایک خاص نظام ہوتا ہے؛ جیسے اردو میں کتاب کے ساتھ''یں''بڑھا کر کتابیں اور ''وں''بڑھا کر کتابوں بنا لیتے ہیں۔انگریزی میں Book کے ساتھ 's' بڑھا کر 'Books' بناتے ہیں۔

ان مثالوں میں کتاب،یں،وں،Book،Books الگ الگ مارفیم ہیں۔زبان کے تمام الفاظ مارفیموں ہی کی ترتیب وتشکیل کے نظام پرمبنی ہوتے ہیں۔

روایتی قواعد کی صرف اورلسانیات کی مارفیمیات کسی قدر مختلف ہیں۔علم صرف کاتعلق مفرد

الفاظ سے ہے جبکہ مارفیمیات لسانی مطالعے کی وہ شاخ ہے جو کسی زبان کی بنیادی اور چھوٹی سے چھوٹی اکائی کا مطالعہ کرتی ہے، جس کا مفہوم واضح اور بامعنی ہو۔ گویا مارفیمیات لفظوں کا لسانیاتی اور سائنسی مطالعہ ہے۔ روایتی قواعد میں صرف کی بنیادی اکائی بھی ''لفظ'' ہے، تاہم مارفیمیات کی طرح اقلی (سب سے چھوٹی:Minimal) اکائی نہیں مثلاً ''غیر معمولی'' ایک لفظ ہے اور یہ تین اجزا 'غیر'، 'معمول' اور 'ی' کا مجموعہ ہے جو اپنی جگہ کوئی نہ کوئی خاص معنی رکھتے ہیں۔ اس طرح لفظ غیر معمولی تین مارفیم پر مشتمل ہے۔

مارفیمیاتی تجزیہ:

مارفیمیاتی تجزیے میں مارف، مارفیم ،اور ذیلی مارفیم کا تصور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

مارف (Morph): مارف کسی بھی فونیمی شکل کو کہتے ہیں۔ یہ عام اصطلاح ہے جو کسی مارفیم یا مارفیم کے کسی حصے کے لیے استعمال ہوسکتا ہے۔ یہ مارفیم کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے اور اس کے ذیلی مارفیم کے لیے بھی۔ لفظ کا چھوٹے سے چھوٹا بامعنی حصہ جو ایک یا ایک سے زیادہ فونیموں پر مشتمل ہوتا ہے؛ مارف کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو میں خبر، خبریں اور خبروں ایک لفظ کے تین روپ ہیں۔ اگر انھیں چھوٹے سے چھوٹے بامعنی حصوں میں تقسیم کیا جائے تو تین مارف سامنے آئیں گے۔ یعنی خبر، ایں اور اوں (جمع کے لاحقے)

مارفیم (Morpheme):

مارفیمیات کے مطالعے میں مارفیم ایک بنیادی اکائی ہے۔ مارفیم زبان کا چھوٹے سے چھوٹا بامعنی ٹکڑا یا اکائی ہے، مثلاً گھر، میز، کرسی وغیرہ۔ یہ سب ایک ایک مارفیم ہیں۔ ان کو ہم مزید الگ الگ حصوں میں نہیں تقسیم کر سکتے ہیں کیونکہ مارفیم کی خصوصیات میں ہوتا ہے کہ اس کے کوئی نہ کوئی معنی ہونا چاہیے۔ اگر ہم ان میں سے ہر حروف کو الگ کر دیں گے تو اس کا کوئی معنی نہیں ہوگا اور یہ مارفیم کی تعریف سے باہر ہو جائے گا۔ اس کے برعکس ہم ایک ایسی مثال لیتے ہیں جو کہ ایک سے

زیادہ مارفیم پر مشتمل ہے اوراس میں کوئی ایک مارفیم دوسرے مارفیم پر منحصر ہے۔مثلا داغ داراور روزگار۔یہ دونوں دو دو مارفیم(داغ +داراورروز + گار) کا مجموعہ ہیں ۔مزید وضاحت کے لیے ذیل کی مثالیں دیکھیے :

ایک مارفیم والے الفاظ

کتاب۔قلم۔چائے۔روٹی۔کرسی۔میز۔دیوار۔گھر۔

کار۔گاڑی۔آدمی۔اونٹ،کتا،گائے

عورت۔لڑکا۔لڑکی۔بچہ۔بچی

دو مارفیم والے الفاظ

کتابیں: کتاب +یں = کتابیں

قلم دان:قلم +دان = قلم دان

چائے دان: چائے +دان =چائے دان

میز پوش: میز +پوش =میز پوش

آزاد مارفیم(Free Morpheme)اور پابند مارفیم (Bound Morpheme):

مارفیم دوقسم کے ہوسکتے ہیں۔ایک آزاداور دوسراپابند۔

آزاد مارفیم:

آزاد مارفیم وہ مارفیم ہوتے ہیں جن کوادا کرنے یا بولنے کے لیے کسی دوسرے مارفیم کا سہارا لیناضروری نہیں بلکہ وہ خود ہی اپنے مفہوم کوواضح کر دیتے ہیں۔مثلاً آدمی،حیوان،کرسی،میز،قلم، کتاب،چاندوغیرہ۔

پابند مارفیم:

یہ مارفیم کسی دوسرے مارفیم کے سہارے کے بغیر استعمال نہیں ہو سکتے اور اکیلے اپنا معنی و مفہوم ادا نہیں کر سکتے۔ یہ دوسرے مارفیم کے ساتھ منسلک ہو کر استعمال ہوتے ہیں جیسے کتابوں میں ''اوں (جمع کا لاحقہ)'' کا استعمال کتاب کے ساتھ ہوا ہے، اس لیے ''اوں'' پابند مارفیم ہے۔ اسی طرح دین دار اور روزگار دو دو مارفیموں یعنی دین +دار اور روز + گار کے مجموعے ہیں۔ ان میں ''دین'' اور ''روز'' آزاد جبکہ ''دار'' اور ''گار'' پابند مارفیم ہیں۔ پابند مارفیم اپنی جگہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے لیکن جب کسی لفظ میں جڑ جاتے ہیں تو بامعنی ہو جاتے ہیں۔ تمام تعلیقے یعنی سابقے، وسطیے اور لاحقے پابند مارفیم ہیں۔ مثلاً نا، بد، افزا وغیرہ۔

ذیلی مارفیم (Allomorph):

بعض اوقات ایک ہی مارفیم کی کئی ذیلی شکلیں ہوتی ہیں، جن سے ان کے معنی و مفہوم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، صرف بولنے کے طریقے میں فرق آ جاتا ہے۔ جب کسی مارفیم کی زبان میں کئی شکلیں ہوں تو ماہرین لسانیات ان میں سے کسی ایک شکل کو بنیادی مان کر اس کو مارفیم قرار دیتے اور باقی تمام شکلوں کو اس مافیم کے ذیلی مارفیم کہتے ہیں۔ مثلاً: ہم کہتے ہیں وہ کھانا کھا کر گیا۔ وہ کھانا کھا کے گیا۔ اسی طرح دس بجنا چاہتے ہیں یا دس بجا چاہتے ہیں۔ ان جملوں میں کر اور کے یا بجنا اور بجا کے نا اور آ ہم معنی ہیں۔ یہ ایک ہی مارفیم کی شکلیں ہیں جنھیں ایلو مارف کہتے ہیں۔ اسی طرح خبر، خبریں اور خبروں ایک لفظ کے تین روپ ہیں۔ اگر انھیں چھوٹے سے چھوٹے بامعنی حصوں میں تقسیم کیا جائے تو تین مارف سامنے آئیں گے۔ یعنی خبر ،ایں (جمع کا لاحقہ) اور اوں (جمع کا لاحقہ اصلی حالت میں)۔ یہاں /ایں / اور /اوں / ذیلی مارفیم ہیں۔ اسی طرح لڑکے، لڑکوں، لڑکی، لڑکیاں، لڑکیوں، ایک مارفیم کے ذیلی مارفیم ہیں۔

تصریفی اوراشتقاقی مارفیم

تصریف اوراشتقاق مارفیمیاتی مطالعے کے بنیادی اصول ہیں،یعنی الفاظ کامارفیمیاتی تجزیہ تصریفی اور اشتقاقی اصولوں پر ہوتا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ تصریفی یا شتقاقی عمل"مارفیم "کے بغیرممکن نہیں جوآزادبھی ہوسکتا ہےاور پابندبھی۔

تصریفی مارفیم: (Inflectional Morpheme)

تصریفی مارفیم سےاجزائے کلام نہیں بدلتے ،یعنی تصریفی عمل اجزائے کلام (Parts of Speech) میں تبدیلی کا سبب نہیں بنتا۔اس سےصرف زمانے ،تعداد(یعنی واحد سےجمع) اور حالت (زمانہ)میں تبدیلی آتی ہے۔مراد یہ ہے کہ اسم تصریفی عمل کے بعدبھی اسم رہتا ہےاور صفت تصریفی عمل کے بعدبھی صفت رہتی ہے۔اسم میں تعداد،جنس اورحالت (زمانہ)میں تبدیلی تصرفی عمل کی مثالیں ہیں۔مثال کےطور پر: مرغ =مرغ+ا،مرغ+ی،مرغی+یاں،مرغی+ یوں۔

مندرجہ بالامثالوں میں: مرغا (اسم مذکر)،مرغی (اسم مونث)مرغیاں اورمرغیوں (اسم مونث جمع گویاایک لفظ مرغ کولاحقوں کی مددسے مذکر سےمونث یاواحد سےجمع بنایا گیاہے۔اسی طرح حالت یا زمانہ میں:آ +یا = آیا

چونکہ یہ لاحقے لفظ کےاجزائے کلام میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں پیداکرتے لہٰذاانھیں صرفی لاحقہ کہاجائے گا۔

اشتقاقی مارنیم: (Derivational morpheme)

اشتقاقی مارفیم وہ مارفیم ہیں جن میں اجزائے کلام /اقسام کلمہ (Parts of Speech) تبدیل ہوجائیں۔یعنی اشتقاقی عمل لفظ کےاجزائے کلام میں تبدیلی کا سبب بنتا ہے۔یعنی اسم ،صفت میں یاصفت،اسم میں تبدیل ہوجاتی ہے۔جیسے کھیل سے کھلاڑی، پتھر سے پتھریلا، چاہنا

سے چاہت وغیرہ۔ اشتقاق کے ذریعے نئے الفاظ وجود میں آتے ہیں۔ ہے۔ یہی سبب ہے کہ اشتقاق کو لفظ سازی کا سب سے کارآمد اصول سمجھا جاتا ہے۔

لفظ اور مارفیم میں فرق:

لفظ اور مارفیم میں یہ فرق ہے کہ لفظ زبان کا چھوٹے سے چھوٹا بامعنی حصہ ہوتا ہے اور مارفیم لفظ کے سب سے چھوٹے بامعنی جز کو کہتے ہیں۔

لفظ وہ کلمہ ہوتا ہے جس کو اپنے معنی کے لیے کسی دوسرے لفظ کا سہارا نہیں لینا پڑتا۔ جیسے میز کرسی، کھانا وغیرہ؛ جبکہ مارفیم بعض اوقات اپنے معنی ومفہوم کو واضح کرنے کے لیے دوسرے لفظ کا سہارا لیتا ہے۔ جیسے ''مددگار: مدد+ گار'' میں گار کا الگ سے کوئی معنی نہیں، لیکن جب یہ دوسرے لفظ کے ساتھ آتا ہے تو اس کا اپنا معنی ہوتا ہے۔ ایک لفظ ایک مارفیم ہوسکتا ہے لیکن ایک مارفیم ہمیشہ ایک لفظ نہیں ہوسکتا۔

مرکب الفاظ (Compound Word)

مرکب الفاظ وہ ہوتے ہیں جو دو الگ الگ مادے سے مل کر بنے ہوں۔ جیسے خوب صورت ،مرد عورت، دوست احباب، نورانی محفل وغیرہ۔ ان مثالوں میں پہلا لفظ الگ مادے کا لفظ ہے اور دوسرا الگ مادے کا۔ دونوں آزاد مارفیم ہیں۔ اس میں دونوں لفظ الگ الگ اجزائے کلام کے بھی ہوسکتے ہیں اور ایک ہی اجزائے کلام کے بھی۔ جیسے'' تاج محل اور خوب صورت'' میں تاج اور محل دونوں اسم ہیں جبکہ خوب صورت میں خوب صفت اور صورت اسم ہے۔

تکرار لفظی (Reduplication)

تکرار لفظی بھی نئے الفاظ وضع کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ یہ طریقہ اردو کے علاوہ جنوبی ایشیا کی بیشتر زبانوں میں رائج ہے۔ تکرار لفظی کے ذریعے وضع شدہ الفاظ بعض اوقات اصل لفظ سے معنی میں بالکل ہی الگ ہوتے ہیں اور بعض اوقات اس عمل کے نتیجے میں ان کی ترسیلی قوت میں

اضافہ ہو جاتا ہے۔مثال کے طور پر پانی ایک اسم ہے لیکن پانی پانی ہونا ایک محاورہ ہے اور بالکل ہی ایک الگ مفہوم میں مستعمل ہے۔اردو میں تکرار لفظی خاص چیز ہے اور حرف ربط وعلت کے علاوہ تمام اجزائے کلام یعنی اسم۔صفت۔ضمیر۔فعل۔تمیز مکرر استعمال ہوتے ہیں۔یعنی تکرارِلفظی مختلف اقسام کی ہوتی ہے۔مثلاً اسم کی تکرار: باغ باغ،صفت کی تکرار: اچھی اچھی،فعل کی تکرار: بیٹھو بیٹھو، متعلق فعل کی تکرار: چلتے چلتے وغیرہ۔

اسی طرح معنوی تکرار لفظی: مثال: دھن دولت، روپیہ پیسہ، رسم رواج، جوش خروش اور خالی المعنی لفظ کی تکرار: مثلاً اڑوس پڑوس،شورشرابہ، بات چیت۔

ب۔نحو (Syntax)

محض چند الفاظ کو یک جا کر دینے کا نام جملہ نہیں۔زبان میں مختلف الفاظ کو خاص ترتیبوں و ترکیبوں میں رکھنے سے با معنی فقرے اور جملے بنتے ہیں۔ہر زبان کے قواعد ایسے اصول مہیا کرتے ہیں جن کے تحت الفاظ جوڑ کر فقرے بنائے جاتے ہیں اور پھر ان فقروں کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ جوڑ کر جملہ وضع کیا جاتا ہے۔ان اصولوں کا شعور زبان بولنے والے عام شخص کو بھی ہوتا ہے۔ لسانیات کا وہ علم جس میں کسی زبان میں لفظوں کی فقروں اور فقروں کی جملوں میں ترتیب و تقسیم، جملوں کی ساخت اور مطابقت کے قاعدوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے،نحو کہلاتی ہے۔

مختصر یہ کہ مارفیمیات لفظ کی ساخت کا مطالعہ کرتی ہے اور نحو لفظ سے بڑی ترکیبوں میں لفظوں کی ترتیب کا۔باوصف اس کے ان دونوں کی حدود بعض مقامات پر مبہم ہوتی ہیں اور بعض مقامات پر یہ دو شاخیں ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو جاتی ہیں۔صرف و نحو کے مجموعے کو زبان کے قواعد کہا جاتا ہے۔ڈاکٹر اقتدار حسین خاں نے مارفالوجی اور نحو کا فرق یوں بیان کیا ہے:

مارفالوجی میں ہم لفظ کی سطح تک زبان کا مطالعہ کر سکتے ہیں جبکہ نحو میں ہم دو الفاظ یا دو سے زیادہ الفاظ (جملے تک) کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔مارفالوجی میں کسی زبان میں الفاظ کی ساخت،ان

میں مارفیم میں ترتیب اور مارفیم کی قسمیں وغیرہ کا مطالعہ ہوتا ہے۔مختلف الفاظ کن اصولوں کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ترکیب میں اور پورے جملے میں استعمال ہوتے ہیں،اس کا مطالعہ نحو میں ہوتا ہے۔(۱)

مارفیمیات اگر لفظوں کی ساخت کا مطالعہ ہے تو نحو انھی لفظوں کی ترتیب، ماہیت اور مطابقت کا مطالعہ کرتی ہے. نحو لفظوں کے جوڑنے کے اصولوں کا مطالعہ کرتی ہے، یعنی لفظوں کی ترتیب سے تشکیل پانے والا کلام یا جملہ خیال کے ابلاغ اور ترسیل کا حق ادا کر رہا ہے یا نہیں؟ غرضیکہ لفظوں کی ترتیب اور جملے کی ساخت نحویاتی مطالعے کا ہی موضوع ہے۔

بقول ڈاکٹر اقتدار حسین خان ''نحو کی وضاحت ہم یوں بھی کر سکتے ہیں کہ یہ ان اصولوں کا مطالعہ ہے جن کے مطابق ہم مختلف تراکیب کو زیادہ بڑی ترکیب میں ترتیب دے سکتے ہیں۔ یہ بڑی ترکیب دو الفاظ سے لے کر پورے جملے تک کی ہو سکتی ہے''۔(۲)

مذکورہ تعریف کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ نحو صرف آزاد روپوں یا الفاظ کے جوڑنے کے اصولوں کا مطالعہ کرتی ہے، چاہے یہ ایک مارفیم کے ہوں یا ایک سے زیادہ مارفیم سے بنے ہوں۔ دوسری بات یہ کہ یہ جوڑ جن الفاظ سے بنائے جاتے ہیں؛ دو الفاظ سے لے کر ایک بڑے جملے تک کے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً نیک آدمی دو الفاظ کا جوڑ ہے جو ایک نحوی ترکیب کہلائے گی۔ اسی طرح وہ نیک آدمی ہے، ایک جملہ ہے۔ یہ بھی ایک نحوی ترکیب ہے۔ اسی طرح بڑے اور پیچیدہ جملے میں بھی نحوی ترکیب ہوتی ہے۔ مثلاً وہ آدمی جو کل آپ سے ملا تھا؛ نیک انسان ہے۔ یہ بھی ایک نحوی تراکیب ہے۔

ج۔معنیات (Semantics)

کسی زبان میں ان گنت الفاظ موجود ہوتے ہیں، جو ساخت کے علاوہ معنی کے لحاظ سے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر زبان میں ایک معنی کے لیے کئی کئی الفاظ موجود ہوتے ہیں اور کئی

معنوں کی ادائیگی کے لیے ایک لفظ کا بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔صورتِ حال کچھ بھی ہو، اس کے کچھ اصول ضرور ہوتے ہیں؛ جو الفاظ کو معنوی خصوصیات عطا کرتے ہیں۔معنی کیا ہے؟ معنی کی اہمیت؟ لفظ اور معنی کا کیا رشتہ ہے، ان کا دائرۂ عمل کیا ہے؟ یہ کن بنیادوں پر ایک دوسرے سے الگ کیے جاتے ہیں؟ سیاق وسباق اور زمانے کے اعتبار سے الفاظ کے معنوں میں تبدیلیاں کیسے رونما ہوتی ہیں؟ لفظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی کی اقسام، مترادفات (Synonyms)، متضاد الفاظ (Antonyms)، معنی کا ابہام (Ambiguity)، استعارہ (Metaphor) اور اسی نوعیت کے دیگر تمام مباحث ''معنیات'' کا موضوع ہیں۔

علمِ زبان میں معنی کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔الفاظ کے معانی ہر دور میں زمانے کے اثرات اور اپنے سیاق وسباق کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں۔معنیات دراصل علمِ زبان کا جدید شعبہ ہے۔اس شعبے نے ابھی اتنی ترقی نہیں کی، جتنی صوتیات میں ہوئی ہے۔

لفظوں کے معنی میں تبدیلی کے کئی اسباب ہوتے ہیں، لیکن ان میں سب سے اہم سبب لفظوں کو ایک زبان سے دوسری زبان میں مستعار لینا ہوتا ہے۔مستعار لفظ جب نئے ماحول میں آتے ہیں تو ان کے معنوں میں تغیر کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ تغیر تدریجی ہوتا ہے۔عبدالقادر سروری نے معنوی تغیر کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

(i) معنوں کی توسیع

کسی لفظ کے معنوں میں اکثر اوقات توسیع ہو جاتی ہے۔عموماً الفاظ کے مخصوص معنوں میں عمومیت پیدا کر لی جاتی ہے۔

(ii) معنوں کی تحدید

زبانوں میں معنوں کی تحدید یا سکڑاؤ کی مثالیں معنوں کی توسیع کی بہ نسبت کہیں زیادہ ملتی ہیں۔الفاظ جو عام اور وسیع معنوں کے حامل ہوتے ہیں، وہ کسی خاص معنوں کے کسی مخصوص پہلو

کے لیے استعمال ہونے لگتے ہیں۔

(iii) معنوں کا انتقال

بعض اوقات الفاظ کا ثانوی مفہوم اصلی مفہوم کی جگہ لے لیتا ہے۔ یہ صورت لفظ کے معنی کی ایک مفہوم سے دوسرے مفہوم میں منتقلی کی ہے۔ مثلاً گنوار کے اصلی معنی گاؤں والے کے ہیں مگر آج اس لفظ کے معنی ناشائستہ او غیر مہذب کے ہیں۔(۳)

امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ الفاظ اور ان کے معانی میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اردو میں کئی ایسے الفاظ ہیں جو اپنے اصل معانی سے ہٹ کر، نئے معانی اور مفاہیم اختیار کر چکے ہیں۔ مثلاً عربی میں غریب کا معنیٰ مسافر ہے، جبکہ اردو میں مفلس اور نادار ہے۔ لفظ عرصہ کا معنیٰ عربی میں میدان اور اردو میں مدت ہے۔ اسی طرح لفظ ''بدھو'' بدھ مت میں دانش ور کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، جبکہ ہندی اور اردو میں غبی اور کند ذہن کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

معنیات کے مباحث جو عرب زبان دانوں اور ابنِ کلدون جیسے عالمِ عمرانیات کے ہاں ملتے ہیں، ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ اردو میں معنیات پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ صرف ڈاکٹر سہیل بخاری کی تصنیف ''معنویات'' اس موضوع پر مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں مرزا احمد سلطان کی تصنیف ''زبان''، عبدالقادر سروری کی تصنیف ''زبان اور علمِ زبان''، عام لسانیات از پروفیسر گیان چند جین، تشریحی لسانیات از ڈاکٹر سہیل بخاری اور تاریخ زبانِ اردو از ڈاکٹر نصیر احمد خاں کے ضمیمہ میں معنیات کے مباحث ملتے ہیں۔

د۔ علم ارتباط علامات یا علم علامتی زبان :(Pragmatics)

علم علامتی زبان کا علم نشانیات کی ہی ایک ذیلی شاخ کے طور پر مطالعہ کیا جاتا ہے، اس شعبہ علم میں معنی و مفہوم کی ادائیگی میں سیاق و سباق (Context) کے رول اور کردار کا مطالعہ کیا جاتا ہے، خیال اور اظہار کنندہ کے باہمی تعلق سے بحث کی جاتی ہے۔

اس شاخ کا تعلق پوشیدہ، قیاسی اور مرادی معنوں سے ہوتا ہے۔معنیات کا تعلق عموماً لغوی اور غیر متغیر معانی سے ہے جبکہ علمِ علامتی زبان کا تعلق ہمیشہ سیاقی اور تغیر پذیر معنوں سے ہے۔بقولِ شاعر

الفاظ کے محملِ زر تار میں خوبانِ معانی
کہیں مستور،کہیں چہرہ کشا ہوتے ہیں

مثلاً جب ایک شخص کہتا ہے کہ کمرے میں زیادہ سردی نہیں ہے کیا؟ تو وہ محض اطلاع نہیں دے رہا بلکہ سردی دور کرنے کے لیے ہیٹر لگانے کا کہ رہا ہے۔جب ایک فرد یہ کہے کہ کھانا نہیں پکا؟ تو وہ بتا رہا ہے کہ اسے بھوک لگی ہے۔اس طرح جب آپ سے کوئی پوچھے کہ آپ کی جیب میں کتنی رقم ہے؟ تو رقم کا اثبات نہیں چاہتا بلکہ وہ آپ سے کچھ رقم مانگنا چاہتا ہے۔بعض اوقات، لفظ کا لغوی معنی کچھ اور ہوتا ہے مگر اس سے کچھ اور مراد لی جاتی ہے۔مثلاً،''نہیں'' کے معنی نفی کے ہیں،لیکن جب کسی بات پر زور دینا ہو تو وہاں،''نہیں'' کا لفظ اثبات کے لیے استعمال ہوتا ہے۔فرض کریں ایک شخص دوسرے سے استفسار کرے کہ مسجد کدھر ہے؟ اور دوسرا شخص جواب دے: وہ سامنے عمارت نظر''نہیں'' آرہی؟ اس نہیں میں اثبات کا پہلو شدت سے موجود ہے۔

ہ۔تجزیۂ کلامیہ:(Discourse Analysis)

ڈسکورس کو بالعموم بحث یا مکالمہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسے''تجزیہ کلام'' یا''تجزیہ متن'' تصور کیا جاتا ہے۔یہ اصطلاح لسانیات اور اسلوبیات کے توسط سے ہی ادبی تنقید میں داخل ہوئی۔لسانیاتی اعتبار سے ڈسکورس یا کلامیہ تقریر و تحریر کی وہ مسلسل و مربوط صورت ہے جو دو یا دو سے زیادہ جملوں پر مشتمل ہو۔ٹروگاٹ اور پریٹ نے''کلامیہ'' کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:(۴)

Any Structured stretch of language that is longer than a

sentence.

کلامیہ یا ڈسکورس کا تجزیہ بنیادی طور پر بروئے کار زبان کا تجزیہ ہے۔اسے محض لسانی ہیئتوں کی توضیح تک محدود نہیں رکھا جا سکتا،جس کا نہ کوئی تہذیبی وسماجی ابلاغی سیاق ہو اور نہ استعمال۔کلامیاتی تجزیہ نگار کا فرض ہے کہ وہ اس حقیقت کا پتہ لگائے کہ زبان کس مقصد کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔کلامیہ کی تعریف کی رو سے اسے توسیع شدہ تکلم (Extended utterance) بھی کہہ سکتے ہیں۔کلامیہ کی چند مثالیں: خطبہ،التجا،حکایت،تقریر،انٹرویو،خط وغیرہ۔تجزیہ کلامیہ کا فروغ لسانیات کی ایک شاخ کے طور پر اسی کی دہائی میں ہوا۔تجزی کلامیہ چونکہ لسانیات کی شاخ کے طور پر ارتقا پذیر ہوا۔اس لیے اسے کلامی لسانیات (Discourse linguistics) سے بھی موسوم کیا گیا۔کلامی لسانیات کو متنی لسانیات بھی کہا جاتا ہے،تاہم کلامیہ بعض خصوصیات کے اعتبار سے متن سے مختلف ہے۔کلامیہ کے تناظر میں ایسی زبان کا تصور ابھرتا ہے،جو نہایت فعال اور متحرک ہے اور سماجی اور تہذیبی سیاق میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔متن اور کلامیہ کے مابین فرق کو دو مثالوں سے واضح کرتے ہیں:

سربراہِ مملکت یا سربراہِ ادارہ کی تقریر جب لکھی جاتی ہے تو وہ متن کہلاتی ہے،لیکن جب کسی اجلاس میں وہی تقریر کی جاتی ہے تو وہ کلامیہ کہلاتی ہے۔اسی طرح جب کسی سائن بورڈ پر کسی شہر کا نام اور فاصلہ وغیرہ لکھا جائے تو پینٹر کی دکان پر وہ متن کہلائے گا،لیکن جب وہی بورڈ سڑک کنارے نصب کر دیا جائے گا تو کلامیہ کہلائے گا۔کلامیے نظریات کے حامل اور کسی موضوع کی حمایت مین ہوتے ہیں اور ان کے پس منظر میں انفرادی یا اجتماعی مفادات کا ایک سلسلہ ہوتا ہے(۵)۔

و۔حوالہ جات

۱۔ اقتدار حسین خاں، ڈاکٹر، اردو صرف ونحو (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء) ص ۷۱

۲۔ اقتدار حسین خاں، ڈاکٹر، اردو صرف ونحو (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء)
ص ۷۰

۳۔ عبدالقادر سروری، زبان اور علمِ زبان (حیدر آباد دکن: حمایت نگر، ۱۹۵۶ء) ص
۱۱۲۔۱۱۳

۴۔Mary Louise Pratt(New York:Linguistics for Students
of Literature
1983)P.403

۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:
مرزا خلیل بیگ، پروفیسر، اطلاقی لسانیات (لاہور: عبداللہ اکیڈمی الکریم مارکیٹ
اردو بازار س ن) ص ۱۱۲۔۱۱۳

ذ۔اہم نکات

۱۔ مارفیمیات زبان کے مطالعے کا ایک اہم شعبہ ہے۔اس کے تحت لفظوں کی ساخت کے طریقوں یا تشکیل سے بحث کی جاتی ہے

۲۔ مارفیمیات کے مطالعے میں مارفیم ایک بنیادی اکائی ہے۔ جو زبان کا سب سے چھوٹے سے چھوٹا بامعنی ٹکڑا یا کائی ہوتا ہے۔

۳۔ مارفیمیات میں کسی زبان کے مادوں سے مقررہ قاعدوں یا مستثنیات کے مطابق مارفیموں کو جوڑ کر نئے روپ بنانے کی ساری صورتیں اور تصریف کے طریقے داخل ہیں۔

۴۔ آزاد مارفیم آزاد حیثیت سے استعمال کیا جاسکتا ہے؛ جبکہ پابند مارفیم کبھی تنہا اور مطلق حیثیت میں نہیں آ سکتا۔

۵۔ بعض اوقات ایک مارفیم کی کئی ذیلی شکلیں ہوتی ہیں اور انھیں ذیلی مارفیم یا ایلومارف کہا جاتا ہے۔

۶۔ ایک لفظ ایک مارفیم پر مشتمل ہوسکتا ہے اور کئی مارفیموں پر بھی مشتمل ہوسکتا ہے۔

۷۔ لفظوں کی ترتیب اور جملے کی ساخت نحویاتی مطالعے کا ہی موضوع ہے۔

۸۔ مارفالوجی میں ہم لفظ کی ساخت کا مطالعہ کرتے ہیں جبکہ نحو میں ہم دو الفاظ یا دو سے زیادہ الفاظ (تراکیب اور جملے تک) کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔

۹۔ مارفیمیات میں لفظوں اور ان کے اجزا کی ساخت شامل ہوتی ہے۔ جب کہ نحو میں فقروں کی ساختیں شامل ہوتی ہیں۔ عام طور پر مارفیمیاتی ساختیں نحوی ساختوں کے مقابلے میں بہت پیچیدہ ہوتی ہیں۔

۱۰۔ معنیات دراصل علمِ زبان کا جدید شعبہ ہے۔ معنی کیا ہے؟ معنی کی اہمیت؟ لفظ اور معنی کا کیا رشتہ ہے، ان کا دائرہ عمل کیا ہے؟ یہ کن بنیادوں پر ایک دوسرے سے الگ کیے جاتے ہیں؟ سیاق وسباق اور زمانے کے اعتبار سے الفاظ کے معنوں میں تبدیلیاں کیسے رونما ہوتی ہیں؟ لفظ کا لغوی اور اصطلاحی معنی،، مترادفات، متضاد، معنی کا ابہام، استعارہ وغیرہ جیسے مباحث ''معنیات'' کا موضوع ہیں۔

۱۱۔ علم علامتی زبان میں معنی ومفہوم کی ادائیگی میں سیاق وسباق (Context) کا تناظر اہم ہے،۔ اس شاخ کا تعلق پوشیدہ، قیاسی اور مرادی معنوں سے ہوتا ہے۔

۱۲۔ ڈسکورس کو بالعموم بحث یا مکالمہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسے ''تجزیہ کلام'' یا ''تجزیہ متن'' تصور کیا جاتا ہے۔

ح۔خود آزمائی

مختصر سوالات:

۱۔ مارفیمیات کی تعریف کریں۔

۲۔ مارفیم سے کیا مراد ہے؟ الفاظ کے مارفیمیاتی تجزیے میں کون سے تصورات اہم ہیں؟

۳۔ مارفیم کی اقسام اور ایلو مارف کی مختلف شکلوں کی تفصیل سے وضاحت کیجیے۔

موضوعی سوالات

۱۔ صرفیات پر بحث کریں۔

۲۔ نحویات کی تفصیل لکھیں۔

۳۔ معنیات اور علمِ علامتی زبان کی وضاحت کریں۔

۴۔ تجزیہ کلامیہ کا مفہوم واضح کریں۔

ط۔مجوزہ کتب

عبدالقادر سروری، زبان اور علمِ زبان (حیدرآباد دکن: حمایت نگر، ۱۹۵۶ء)

نصیر احمد خاں، ڈاکٹر، اردو ساخت کے بنیادی عناصر (جدید اردو قواعد) (ذارا پبلیکیشن، ۱۹۹۴ء)

اقتدار حسین خاں، ڈاکٹر، اردو صرف و نحو (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۵ء)

اقتدار حسین خاں، ڈاکٹر، صوتیات اور فونیمیات (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۴ء)

عبدالقادر سروری، زبان اور علمِ زبان (حیدرآباد دکن: حمایت نگر، ۱۹۵۶ء)

باب پنجم

اطلاقی لسانیات

فہرست مضامین

اطلاقی لسانیات اور اس کے اہم پہلو

(الف)۔ اردو کی تدریس بطورِ غیر ملکی زبان

(ب)۔ ترجمہ

(ج)۔ لغت نویسی

(د)۔ مشینی یا کمپیوٹری لسانیات

(ہ)۔ اسلوبیات

و۔ حوالہ جات

ز۔ اہم نکات

ح۔ خود آزمائی

ط۔ مجوزہ کتب

اطلاقی لسانیات اوراس کے اہم پہلو

اطلاقی لسانیات کوتوضیحی (تجزیاتی) لسانیات اورعام لسانیات کاعملی پہلوبھی کہا جاتا ہے۔ اطلاقی لسانیات کے ذیل میں بیرونی زبانوں کا سیکھنا اور سکھانا، ترجمہ لغت نویسی اور اسلوبیات کے علاوہ کسی زبان یا بولی کا علاقائی جائزہ لینا کسی زبان کی کوڈ تیار کرنا کسی زبان کی خفیہ کوڈ کو دریافت کرنا، رسم الخط میں اصلاح کی تجاویز، زبان کی ٹائپنگ کے لئے حروف کی ترتیب، کمپیوٹر میں زبان کے استعمال کوفروغ دینا، ترجمہ کی مشین بنانا وغیرہ بھی اطلاقی لسانیات کے دائرۂ عمل میں آتے ہیں۔

ذیل میں ان چند اہم پہلووں کا ذکر کیا جاتا ہے،جن میں اطلاقی لسانیات کے امکانات زیادہ روشن ہیں۔

(الف)اردو کی تدریس بطورِغیرملکی زبان

اطلاقی لسانیات کا سب سے اہم میدان زبان کی تدریس اوراس کا تعلم ہے۔اطلاقی لسانیات کی سب سے ترقی یافتہ شاخ تدریس وتحصیل زبان ہے۔لسانیات کا تدریس زبان سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ عموی طور پر اطلاقی لسانیات کو تدریس زبان کے مترادف ہی سمجھا جاتا ہے۔خاص طور پر غیر ملکی زبان کی تعلیم میں اس کا بڑا کردار ہے۔تدریس زبان اورلسانیات کا اشراک تدریس زبان میں بہت معاون ہوسکتا ہے۔لسانیات سے واقف شخص زبان کی تدریس بہتر طور پر انجام دے سکتا ہے۔اسی اہمیت کے پیشِ نظر اطلاقی لسانیات کوبعض اوقات زبان کی تدریس کے مترادف سمجھ لیا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک کسی زبان کونہیں پڑھا سکتا،جب تک کہ وہ زبان کے تمام پہلوں سے واقف نہ ہو۔زبان کے تعلیمی اداروں میں

لسانیات کی ضرورت کا احساس شدت سے پیدا ہو رہا ہے۔ غیر ملکی زبان کی حیثیت سے انگریزی کی تدریس (TEFL) اس شعبے کی سب سے بڑی صنعت ہے۔ عہد حاضر میں یورپ، امریکہ، روس، چین و جاپان اور خلیجی ممالک وغیرہ میں اردو کی مقبولیت کی وجہ سے اردو سیکھنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ کوئی قابل ذکر ملک ایسا نہیں جہاں کسی نہ کسی سطح پر اردو کی تدریس نہ ہو رہی ہو۔

تدریس چاہے مادری زبان کی ہو یا ثانوی اور غیر ملکی زبان کی۔ اس میں بہت سے مسائل پیش آتے ہیں۔ جنھیں حل کرنے میں لسانیات بہت معاون ثابت ہوتی ہے۔ غیر مادری یا بیرونی زبان کی تدریس کے عمل میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں ان کے حل کے لیے لسانیات سے مدد لی جاتی ہے زبانوں کی تدریس کو بہتر اور آسان بنانے کے لیے لسانی تجربہ گاہیں (Language laboratories) قائم کی جارہی ہیں۔ گویا کہ تدریس غیر ملکی زبان کی ہو یا مادری زبان کی، اس کا موضوع زبان ہی ہوتا ہے۔ جس کا باقاعدہ مطالعہ لسانیات کی مدد سے کیا جاتا ہے۔

زبان کی تحصیل و تدریس پر جو عوامل براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں جن میں تدریس زبان کے مقاصد اور نصاب، طلبہ کی عمر اور جغرافیائی حیثیت، تحصیلِ زبان کے محرکات، طریقہ تدریس اور اساتذہ کی صلاحیت و تربیت۔

بطورِ غیر ملکی زبان اردو کی تدریس کے بنیادی مقاصد (Core Objectives) درج ذیل ہیں:

۱۔ طلبہ کو اردو صوتیات سے روشناس کرانا۔

۲۔ بول چال کے قابل بنانا۔

۳۔ رسم الخط سکھانا۔

۴۔ قواعدی ساخت سے متعارف کرانا اور ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرنا۔

۵۔ اردو تہذیب و کلچر سے متعارف کرانا۔

۶۔اردو ادب کی تفہیم اور تحسین کا ملکہ پیدا کرنا۔

اردو زبان کی تعلیم و تدریس کے وقت دو اہم سوالات سامنے آتے ہیں:

۱۔زبان کون سیکھ رہا ہے؟

۲۔کیوں سیکھ رہا ہے؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے۔سیکھنے والوں میں اردو کسی کی مادری زبان ہو سکتی ہے، کسی کی ثانوی اور کوئی اسے ایک غیر ملکی زبان کی حیثیت سیکھتا ہے۔پاکستان میں اردو کی حیثیت بمنزلۂ مادری زبان کی ہے اور اسی بنیاد پر نصابات مرتب کیے جاتے ہیں۔چونکہ ملکی اور قومی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس پر بہت مواد موجود ہے۔لہذا اس سے صرف نظر کرتے ہوئے یہاں ہمارا موضوع اردو کی تدریس بطور غیر ملکی زبان ہے۔

دوسرے سوال کی رو سے اردو سیکھنے والوں کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں۔بعض لوگ محض بول چال کی حد تک زبان سیکھنا چاہتے ہیں۔بعض کاروباری معاملات کے لیے اور بعض زبان وادب پر دسترس حاصل کرنے کے لیے۔زبان سکھانا سادہ معاملہ نہیں۔انگریزی کی تدریس (ELT) میں ESP (English for Speical Purposes) اور TEFL (Teaching of English as Foreign Lanugages) اس کی بڑی مثالیں ہیں۔

بہر حال ہمیں ان دو سوالوں کے پس منظر میں اپنے مقاصد اور نصاب کا یقین کرنا ہوگا۔

اول: غیر ملکیوں کے لیے اردو سکھانے کے لیے ایک مربوط اور جدید نصاب کی ضرورت ہے جو زبان سکھانے کے جدید سائنسی طریقہ ہائے کار اور تدریسی اعانات سے ہم آہنگ ہوں۔تدریسی مواد میں جدید تدریسی کتب کے ساتھ، ذخیر الفاظ کی بنیادی فرہنگوں او زمانے کے تقاضوں کے مطابق بولنے والی صوتی لغت (Spoken Phonetic Dictionary) کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ہر جامعہ میں صوتی تجربہ گاہ کا قیام بھی ضروری ہے۔زبان

سکھانے کے لیے بنیادی لسانی مہارتوں (سننا/سمجھنا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا) پر ایک مربوط منصوبہ بندی اور مسلسل مشق درکار ہے۔ تدریس کو تہذیب وثقافت سے جوڑ کر تدریس میں حقیقی زندگی (Real Life Situation) کا رنگ بھرا جا سکتا ہے۔ اعلیٰ سطحی (Advanced Level) کی تدریس کے لیے نمائندہ تحریریں اور ادب پارے موزوں نصاب ہیں۔ اگر کسی نصابی کتاب کو مدنظر رکھ کر تدریس کی جا رہی ہو تو استاد حسبِ ضرورت ترمیم واضافہ کرے۔

دوم: ماہرینِ نفسیات کے مطابق زبان کی تحصیل ایک پیچیدہ عمل ہے، اس لیے زبان کی تدریس کوئی آسان کام نہیں۔ ہر زبان جاننے والا شخص اچھا معلم نہیں ہو سکتا۔ زبان جاننا ایک الگ چیز ہے اور زبان سکھانا الگ شعبہ ہے۔ تدریس زبان ایک فن ہے، جس میں مہارت حاصل کرنے کے لیے دوسری فنون کی طرح باقاعدہ اصول وضوابط ہیں۔ اس کے لیے محنت و تجربہ، تدریسی زبان پر عبور، تدریس زبان کے اصول وطریق سے آگاہی لازم ہے۔ زبان کے تعلیمی اداروں میں اساتذہ کی تربیت کا احساس بڑھ رہا ہے۔ برٹش کونسل اور اس طرح کی دوسری تنظیمیں اساتذہ کی تربیت کا اہتمام کر رہی ہیں۔ اس لیے ہر زبان کی معیاری تدریس کے لیے اساتذہ کی تربیت بھی ضروری ہے۔ TEFL اس سلسلے میں نمونے کے طور پر کام آ سکتا ہے۔

تدریس کے موزوں طریق کار سے ناواقفیت کئی قسم کی دقتوں اور مسائل کا پیش خیمہ ہے۔ اصول وضوابط اور طریق کار سے آگاہی کی بدولت طلبہ کی دلچسپی قائم رہتی ہے اور موضوع اچھی طرح ذہن نشین ہوتا ہے۔ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ تعلم کی خاطر ان اصول وضوابط اور طریق کار سے آگاہی ضروری ہے۔ غیر ملکی طلبہ جو اردو میں مبتدی کی حیثیت رکھتے ہیں، انھیں یونیورسٹی کے طلبہ کی طرح لیکچر میتھڈ سے نہیں پڑھایا جا سکتا، بلکہ اس کے لیے، بہت سی دیگر تکنیکیں اور طریقہ ہائے تدریس بروئے کار لانا پڑتے ہیں۔

تدریسی مہارت کے باعث سبق کو آسان اور دلچسپ بناتی ہے۔ تدریسی فضا خوش گوار رہتی

ہے۔طلبہ کی دلچسپی برقرار رہتی ہے اور سبق جلد ذہن نشین ہوتا ہے۔مشق وتکرار سے زبان سیکھنے کا عمل پختہ ہوتا ہے۔آغاز میں معلم زبان کے صوتیوں کو رک رک کر مبتدیوں کے سامنے اس طرح پیش کرے کہ وہ ہر صوتیے کی امتیازی آواز اور تحریری صورت سے آگاہ ہو جائیں۔ذخیرہ الفاظ کی تدریس اور جملوں کی تفہیم کے لیے انگریزی زبان کی مدد لی جاسکتی ہے۔لب ولہجہ، تلفظ اور دیگر لسانی پہلوں کی اصلاح ساتھ ساتھ لازمی ہے۔

راقم کے خیال میں زبان سے سیکھنے کے لیے تین بنیادی پہلوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

۱۔الفاظ اور جملوں کی ادائیگی(Pronunciation)

۲۔ذخیرہ الفاظ(Vocabulary)

۳۔فقروں / جملوں کی بناوٹ یعنی قواعد(Construction/Grammar)

ایک بڑا مسئلہ بالغوں کے لیے اپنی مادری زبان کے صوتی نظام کے تحت پختہ عادات ہیں، جو نئی تکلمی آوازوں اور لہجے کے لیے رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ہر زبان کا الگ اور منفرد صوتی، صرفی، نحوی اور اسلوبیاتی نظام ہے۔لہذا استاد کو طلبہ کی زبان کے نظام کو سامنے رکھنا ہوگا۔ مثال کے طور پر غیر ملکیوں میں بھی عربی، فارسی جاننے والوں کے لیے اردو سیکھنا آسان ہے بہ نسبت یورپی اور دیگر زبانوں کے حامل افراد کے۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی رقم طراز ہیں: دوسری زبان سیکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عادات کا نیا سلسلہ قبول کیا جائے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نئی زبان اپنی ہیئت اور ساخت میں پہلی زبان سے مختلف ہوتی ہے اس لیے ایک عادت دوسری عادت سے ایک طور پر برسر پیکار ہوتی ہے اور نئی عادات کے راسخ ہونے میں بڑی محنت اور توجہ درکار ہوتی ہے(۱)۔

زبان سیکھنا ایک خالص عملی مشق ہے، جو متعلمین کے ساتھ استاد کی خاص توجہ اور لگن کا تقاضا کرتی ہے۔یہاں ایک پرائمری سکول کے استاد جیسی محنت اور جذب وشوق کی ضرورت ہے

،کیونکہ غیر ملکی طلبہ کی حیثیت بھی ایک مبتدی کی سی ہے۔تحصیلِ زباں درحقیقت چار لسانی مہارتوں (سننا/ سمجھنا، بولنا، پڑھنا ،لکھنا) کے اکتساب کا نام ہے۔ ذخیرہ الفاظ اور قواعد کی تدریس کو بھی لسانی مہارتوں کے ساتھ مربوط کرنا چاہیے۔

تدریس زبان اور کمپیوٹر: (Computer Assistant Instructions:CAI)

عہدِ حاضر میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولتوں ،متعلقہ سافٹ وئیر کی دست یابی اور لینگو ئج لیبارٹری کی مدد سے زبان کی تدریس بہت آسان ہوگئی ہے۔کمپیوٹر معاون تدریس کا تصور پوری دنیا میں رائج ہے۔اس کے بہت سے فوائد ہیں۔

۱۔ اگر کمپیوٹر تدریسی اعانت کے طور پر استعمال ہو تو اس کے ذریعے سبق کا مواد بہت اچھی طرح تیار ہو
سکتا ہے۔

۲۔ سبق کی جانچ اور مشق میں بھی بہت مددگار ہے۔

۳۔ کمپیوٹر میں اسباق خود رہنمائی کے اصول پر ڈیزائن تیار کیے جاتے ہیں جن سے فورا فیڈ بیک ملتی ہے۔

۴۔ کمپیوٹر کے اسباق میں ڈرل / مشق طلبہ کی کمزوریوں کو دور کرنے میں معاون ہے۔

۵ کمپیوٹر بطور ملٹی میڈیا کام کرتا ہے۔ ساکن ومتحرک تصاویر اور بولنے والی کتابوں (Spoken Books) کیذریعے تدریس کو دلچسپ اور موثر بنایا جاسکتا ہے۔کمپیوٹر کے ذریعے ہم ڈیجیٹل بولتی کتابیں اور آڈیو/ویڈیو سبق تیار کرسکتے ہیں۔اس ضمن میں انگریزی زبان سکھانے کے لیے برٹش کونسل کی تیار کردہ ویب سائٹ نمونے اور رہنما کا کام دے سکتی ہے۔

(ب): ترجمہ نگاری(Translation)

ٹرانسلیشن لاطینی زبان کا لفظ ہے،جس کا معنی ہے پار لے جانا[۲]۔ایک زبان میں کہی ہوئی بات کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا فن ترجمہ کہلاتا ہے۔عربی میں ترجمہ سے مراد نقلِ کلام ہے۔نقلِ کلام کا تقاضا ہے کہ جس زبان میں نقل ہو،اس میں قریبا ویسا ہی اثر پیدا ہو جیسا اصل زبان میں ہے۔ترجمے کا مقصد معانی و مفاہیم کو اس طور منتقل کرنا ہے کہ کما حقہ ابلاغ ہو سکے۔یہ بازیافت کا عمل ہے۔کسی بھی غیر زبان میں موجود علم و ادب کی بازیافت کے لیے ترجمہ ایک اہم وسیلہ ہے۔ترجمے کے ذریعے جہاں ہم دیگر اقوام کے علم و ادب اور تہذیب و ثقافت سے روشناس اور مستفید ہوتے ہیں،وہاں ذہنی وسعت و کشادگی بھی پیدا ہوتی ہے۔زبان و ادب کی ترقی میں ترجمہ ایک وسیلہ ہے۔اس کے ذریعے زبانیں ثروت مند ہوتی ہیں۔ترجمہ اطلاقی لسانیات کا دوسرا بڑا میدان ہے۔مشینوں کے ذریعہ ترجمہ اس کی ایک واضح مثال ہے۔ہر زبان کی اپنی تہذیب ہوتی ہے اور اس کے نمائندہ الفاظ ہوتے ہیں،جن کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کرنا ناممکن ہے۔ترجمے کا استدلال (Theory) اطلاقی لسانیات کی بنیادوں پر ہی قائم کیا گیا ہے۔ترجمہ کے عمل کو معیاری بنانے کے لیے لسانیات سے مدد لی جاتی ہے،بالخصوص معنیات سے۔ہم مترجم کے لیے اس وقت تک مشین تیار نہیں کر سکتے،جب تک اسے ان دونوں زبانوں کی ساخت کے بارے میں سب کچھ نہ بتا دیا جائے،جن میں اسے ربط پیدا کرنا ہے۔

ترجمہ ایک مشقت طلب کام ہے اور باقاعدہ فن ہے۔جملہ فنون کی طرح اس میں بھی مہارت کے لیے تربیت اور ریاضت کی ضرورت ہے۔ترجمے کا کام بازار سے اقوام متحدہ تک اور اخبار سے لے کر فلم تک کسی نہ کسی صورت میں ملتا ہے۔ترجمے کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ ۱۔مشینی ترجمہ ۲۔تخلیقی ترجمہ

مشینی ترجمے کا مقصد ترجمے کے عمل کو کمپیوٹر کی مدد سے آسان بنانا ہے۔مشینی ترجمہ بھی

آسان کام نہیں۔مشین سے کیے گئے ترجمے میں اصلاح وترمیم کی ضرورت ہوتی ہے۔اس لیے یہ طے ہے کہ کمپیوٹر میں لسانیاتی پروگرام ڈالنے کے بعد بھی مترجمین اور ترجمے کے مدیروں کی ضرورت ہوگی۔اس امید پر کئی ممالک میں مشینی ترجمے پر تحقیق جاری ہے کہ کہ پوری طرح خودکار نہ سہی، مشینی ترجمہ کسی قدر آسان ضرور ہوجائے گا۔تاہم اس ترجمے کا دائرہ ایسی زبان تک محدود ہو گا جسے تہہ در تہہ معنویت کے ساتھ استعمال نہ کیا گیا ہو یعنی مشین سے تخلیقی ترجمہ کرنا ناممکن ہے۔

ترجمے کے تین اہم میدان ہیں۔

۱۔علمی ترجمہ ۲۔ادبی ترجمہ ۳۔صحافتی ترجمہ

مذکورہ بالا تینوں اقسام پر ترجمے کی تینوں تکنیکوں (۱) لفظی ترجمہ (۲) بامحاورہ ترجمہ (۳) آزاد ترجمہ کا اطلاق ہوتا ہے۔تکنیک کے استعمال کا دارومدار فن پارے اور مواد کی نوعیت پر ہے۔ مثلاً اگر مواد علمی نوعیت کا ہے تو لفظی ترجمے کی تکنیک غالب ہوگی۔اس میں ضروری ہے کہ کسی لفظ یا اصطلاح کا جو ترجمہ ایک مقام پر کیا جائے وہی ہر جگہ استعمال میں لایا جائے تاکہ یکسانیت برقرار رہے۔اصطلاحیں وضع کرتے وقت اس امر کا خیال رکھا جائے کہ اصطلاحیں مسلمہ اصولوں کے مطابق ہوں۔اگر ادبی فن پارے کا ترجمہ کرنا مقصود ہے تو بامحاورہ ترجمے کا طریقہ غالب ہوگا۔ ادبی ترجمہ نسبتاً مشکل کام ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ زبان کا تخلیقی اور بامحاورہ استعمال کیا جائے تاکہ ترجمے پر طبع زاد کا گمان گزرے۔بالخصوص شاعری کا ترجمہ ناممکن ہے۔شاعری کا شاعری میں ترجمہ تو کسی حد تک قابلِ قبول ہے لیکن نثر میں ممکن نہیں۔اس لیے کہ شاعری علامتوں کی زبان ہے۔شاعری کے آلات (مثلاً تشبیہ، استعارہ، کنایہ وغیرہ) کے خاص معانی ہوتے ہیں اور پھر جس طرح یہ آلات استعمال ہوتے ہیں، ان کی خاص معنویت ہوتی ہے۔اگر مواد صحافتی نوعیت کا ہے تو آزاد ترجمے کی تکنیک غالب ہوگی کیونکہ اخباری ترجمے میں سب سے ضروری نکتہ یہ ہے کہ عبارت سلیس اور مطلب واضح ہو تاکہ قارئین کو کوئی الجھن نہ ہو۔

مترجم کے فرائض:

ترجمہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ یہ ایک تخصیصی کام ہے۔ترجمے کے لیے لازم ہے کہ مترجم ہر دو زبانوں پر عبور اور قدرت رکھتا ہو، جن میں لفظ و معنی اور مفاہیم کی سطح پر تبادلہ کیا گیا ہو۔ مترجم وسیع المطالعہ ہو۔ دونوں زبانوں کی لغات اور قواعد سے آگاہ ہو۔ دونوں زبانوں کے مزاج اور تہذیب سے بخوبی واقف ہو۔ اس کے ساتھ متعلقہ موضوع اور فن پارے سے جذباتی وابستگی اور ذہنی ربط بھی ضروری ہے۔ متن کے مضمون اور مبادیات سے بھی آگاہی لازم ہے۔ اصل متن کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اس کے مفہوم کو اپنی زبان میں ایسے رواں اور سلیس پیرائے میں منتقل کرے کہ قاری کو کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس ریاضت میں جب خونِ جگر کی آمیزش ہو تو ترجمہ تخلیق کے ہم منصب ٹھہرتا ہے۔

ترجمے کا فن اس لحاظ سے خاصا پیچیدہ ہے کہ اس میں دوہری تہری صلاحیت درکار ہے۔ ترجمہ نگار کو جہاں متن کی زبان اور اپنی زبان پر عبور ہو وہاں موضوع اور صنف ادب سے طبعی مناسبت ہو۔ ترجمہ نگاری کے لیے کتابوں میں بہت سے رہنما اصول اور اشارے ملتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ترجمہ نگاری ایک ایسا فن ہے جس کے مسائل اور مطالبات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مترجم کا مطالعہ، تجزیہ، مشق اور ذوق سلیم ہی رہنما ہو سکتے ہیں۔ ترجمے کے دوران سب سے مشکل مرحلہ درست اور مناسب ترین الفاظ کی تلاش ہے۔ ہر زبان کا الگ مزاج ہوتا ہے۔ ہر لفظ کا اپنا نظام عمل ہے۔ جس کی مختلف جہتیں اور بعض اوقات متضاد زاویے پیدا ہو جاتے ہیں۔ لغوی معنی کے علاوہ ہر لفظ کی تہذیبی، سیاسی، سماجی، علمی اور ادبی شناخت اور پس منظر ہوتا ہے۔ یہی حال مترادفات کا ہے۔

ہر لفظ لغوی، اصطلاحی، مرادی اور تخلیقی معانی کے ساتھ ایک مخصوص مزاج بھی رکھتا ہے۔ مثلاً عریاں، برہنہ اور ننگا ہم معنی ہیں لیکن ان کے محل استعمال میں فرق ہے۔ لفظ "عریاں یا برہنہ '

میں اتنی بے لباسی نہیں جتنی "ننگا "میں ہے۔ایک بچے کے لیے تو ننگا کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک بالغ مرد یا عورت کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں صرف زبان دانی کافی نہیں بلکہ زبانوں کے مزاج اور تہذیب شناس ہونا بھی ضروری ہے۔ جمالیاتی اور عملی دونوں پہلو پیشِ نظر ہوں گے۔

(ج): لغت نویسی/فرہنگ نویسی (Lexicography/Lexicology)

لغت نویسی کے لیے تدوینِ لغت اور لغتیات کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔ لغت نویسی اطلاقی لسانیات کا ہی عمل ہے۔ یہ اصطلاح مغرب میں ۲۰۱۸ء میں رائج ہوئی، تاہم اس سے پہلے بھی لغت نویس موجود تھے۔ اس میں کسی زبان کی لغت بنانے کے اصول طے کیے جاتے ہیں اور لغات کی تدوین کی جاتی ہے۔ یہ لغات یک لسانی (مثلاً: اردو سے اردو)، ذولسانی (مثلاً: انگریزی سے اردو) اور کثی لسانی (اردو، عربی، فارسی، انگریزی) ہو سکتی ہیں۔ لغت کا بنیادی موضوع کس زبان کا ذخیرہ الفاظ ہوتا ہے اور لغت نگاری کا مقصد کسی زبان کے ذخیرہ الفاظ کو جامعیت کے ساتھ محفوظ کرنا ہے۔ لغت میں الفاظ کی ترتیب حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق ہوتی ہے۔ لسانی اعتبار سے لغت کسی زبان کی صوتی، صرفی، نحوی اور معنیاتی معلومات کا اہم وسیلہ ہوتی ہے۔ کوئی لفظ کس طرح لکھا جائے؟ کس طرح بولا جائے؟ اس لفظ کے مروجہ اور قدیم معنی کیا ہیں؟ اس کا تعلق کس جز وکلام سے ہے؟ اس کی تصریفی شکلیں کون کون سی ہیں؟ اس کا ماخذ کیا ہے؟ اس کے مشتقات کیا کیا ہیں؟ نیز اس کے مترادفات اور متضاد الفاظ کون کون سے ہیں؟ یہ روز مرہ کے طور پر کس طرح مستعمل ہے؟ کس لفظ کو لغت کا حصہ بنایا جائے اور کس کو رد کر دیا جائے؟ ایک معیاری لغت میں ایسے امور کا خیال رکھا جاتا ہے۔

المختصر لغت نویسی کے بنیادی لوازمات یہ ہیں۔

۱۔ الفاظ کے معانی

۲۔ تلفظ

۳۔ الفاظ کی قواعدی حیثیت یعنی لفظ واحد ہے یا جمع، مذکر ہے یا مونث، اسم، فعل، صفت وغیرہ۔

۴۔ الفاظ کا ماخذ یعنی اصل کے اعتبار سے لفظ کا تعلق کس زبان سے ہے؟ عربی، فارسی، سنسکرت، ترکی، انگریزی وغیرہ۔

الفاظ کی نوعیت کے اعتبار سے لغات کی دو بڑی قسمیں ہوتی ہیں۔

(i)- عمومی لغات (General Dictionaries) میں الفاظ کے تلفظ، ماخذ، اشتقاق کے بارے میں معلومات فراہم کی جاتی ہے۔

(ii)- تحدیدی لغات (Restricted Dictionaries) میں علمی و پیشہ ورانہ اصطلاحات، مترادفات، مرکبات، علاقائی لفظیات کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔

موضوع اور استعمال کے لحاظ سے انواع و اقسام کے لغات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

1۔ عمومی لغت: اس میں ایک زبان کے تقریباً تمام الفاظ مشتقاق کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔

2۔ بولی لغت: کسی علاقے سے متعلق لغت مثلاً لغات گجری یا دکنی لغت۔ کسی طبقاتی بولی کی لغت مثلاً پارسی گجراتی کی لغت، کرخنداری کی لغت، لغات النساء وغیرہ۔

3۔ کسی علم، فن یا پیشہ کی لغت مثلاً معیار کی لغت کھیلوں کی لغت، ادبی اصلاحوں کی لغت۔

4۔ ایک مصنف کی لفظیات: اس میں ایک ہی مصنف کے استعمال کردہ الفاظ کی تدوین ہوتی ہے۔ مثلاً

غالب، اقبال کے لفظیات کی لغت۔

اس کے علاوہ مترادفات کی لغت، کہاوتوں کی لغت، محاوروں کی لغت اور مختلف طبقوں کی لغات وغیرہ۔

ماضی میں الفاظ کو لغت کی ترتیب میں یکجا کرنا ایک دشوار کام تھا، الفاظ کو جمع کر کے ان کے کارڈ بنائے جاتے تھے اور انھیں حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق ترتیب دیا جاتا تھا۔ کمپیوٹر کی مدد سے یہ کام اب بہت ہی آسان ہو گیا۔ "خودکار حروف تہجی ترتیب "سافٹ ویر کے ذریعہ یہ کام آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ لغت کی نظر ثانی بھی کمپیوٹر کی مدد سے سہل ہو گئی ہے۔ کمپیوٹیشنل متن کی تعمیر میں مختلف علوم کے متن کو کمپیوٹر میں داخل کر دیا جاتا ہے اور اس متن کے الفاظ کی ترتیب حروفِ تہجی کی ترتیب کے مطابق کمپیوٹر سافٹ ویر کے ذریعہ منٹوں میں کی جا سکتی ہے۔

(د)۔ مشینی یا کمپیوٹری لسانیات (Computational Linguistics)

کمپیوٹر اور لسانیات کے ربط سے ایک علیحدہ شعبہ وجود میں آیا، جسے مشینی یا کمپیوٹری لسانیات کہا جاتا ہے۔ یہ اطلاقی لسانیات کی معاصر اہم شاخوں میں سے ایک ہے۔ اس میں ماہرین لسانیات کمپیوٹر سائنس کے ماہرین کی مدد سے لسانی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ شاخ بے شک کمپیوٹر سائنس کے ماہرین کی نگرانی میں کام کرتی ہے، تاہم مشینی لسانیات کے ماہرین فطری زبانوں جیسے اردو، انگریزی اور عربی وغیرہ کا ہی مطالعہ کرتے ہیں نہ کہ کمپیوٹر کی زبان جیسے Foton، Java اور Snobol وغیرہ کا۔ اس شعبے کو قائم کرنے کے دو مقاصد ہیں:

۱۔ فنی مقصد (Technological Aim) یہ ہے کہ کمپیوٹر کو اس قابل کیا جائے کہ وہ قدرتی زبان کا تجزیہ کرنے اور سمجھنے میں مددگار بن جائے۔

۲۔ نفسیاتی مقصد (Psychological Aim) یہ ہے کہ اس سے انسان کی نفسیات کو سمجھا جائے کہ وہ زبان کو کس طرح سیکھتا ہے تا کہ ان معلومات کی مدد سے خودکار ترجمہ، مصنوعی زبانوں کی برقی ترسیل اور انسانی زبانوں کی خودکار شناخت ہو سکے۔

اس علم کا اہم ترین موضوع خودکار ترجمہ اور مشینی ترجمہ ہے۔ یہ اطلاقی لسانیات کے ثمرآور شعبہ جات میں سے ایک ہے جو گزشتہ کچھ سالوں سے کمپیوٹر کی طاقت کے سامنے آنے سے ماہرین کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ترجمہ بذاتِ خود ایک فن ہے جس کے لیے مترجم کو مختلف زبانوں پر عبور حاصل ہونا ضروری ہے۔ اس عمل کی مشکلات اور مسائل کو کسی حد تک کم کرنے کے لیے لسانیات کی اس شاخ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

لسانیات کی اس شاخ کے تحت لسانیاتی معلومات کو کمپیوٹر میں داخل کیا جاتا ہے اور پھر لسانی مطالعہ کے لیے بوقت ضرورت اس الیکٹرونی دماغ کو استعمال کیا جاتا ہے، جیسے آن لائن ڈکشنری سے کسی لفظ کا معنی تلاش کرنا۔ اس علم کا اہم موضوع خودکار ترجمہ کا نظام ہے۔ مشینی لسانیات کے ذریعے دنیا کی تمام زبانوں کی ایک قدر مشترک کی تلاش جاری ہے۔ اس کی مکمل اور معیاری تشکیل سے کسی بھی زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ بے حد آسان ہو جائے گا۔

روزمرہ زندگی میں کمپیوٹری لسانیات کے متعدد اطلاقات ہیں۔

گفتار کا ترجمہ، تحریری زبان کو گفتار کی صورت عطا کرنا، معلومات کا حصول، حروف کی بصری پہچان مثلاً بارکوڈ ریڈر۔ یہ آلہ آج کل پوائنٹ آف سیل کی شکل میں تقریباً ہر بڑی دکان پر موجود ہے۔ قدرتی زبان کا انٹرفیس (مثلاً گوگل اور دیگر سرچ انجن) کا استعمال وغیرہ۔ کمپیوٹری لسانیات کی ایک ذیلی شاخ کورپس لسانیات (Corpus Linguistics) ہے۔

انگریزی میں کورپس (Corpus) کا لغوی معنی "ڈھانچہ" ہے۔ کورپس کے معنی متون کے مجموعے کے ہیں، جسے زبان کے مطالعے کی خاطر تیار کیا گیا ہو۔ موادی لسانیات میں کورپس

سے مراد تحریری یا تقریری متون کا ایک ایسا مجموعہ ہے، جسے کمپیوٹر پر ذخیرہ کیا جا سکے، جسے کمپیوٹر پڑھ سکے اور لسانیات سے متعلق مطالعے کے لیے استعمال کیا جا سکے۔ کورپس خام (raw) حالت میں اور انسلاک کردہ (tagged) حالت میں بھی ملتے ہیں۔ کورپس ایک زبان کا بھی بن سکتا ہے اور دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا بھی۔ کچھ کورپس (Corpora) عمومی ہوتے ہیں، کچھ مخصوص (specialized)، کچھ تحریری متون (texts) سے مل کر بنتے ہیں تو کچھ بیانات (spoken) ہے۔ ان سب کا الگ الگ استعمال ہے اور یہ زبان کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ مختلف طریقوں سے کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

کارپس متعدد تجزیاتی ضروریات کو پورا کرنے میں معاون ہوتا ہے۔ کمپیوٹری متن کے الفاظ کی ترتیب تعداد کے لحاظ سے یا حروف تہجی کی ترتیب (الف بائی ترتیب) کے مطابق کی جا سکتی ہے۔ اس طرح تعداد حروف الفاظ اور الفاظ شماری میں آسانی رہتی ہے۔ الفاظ کا صرفی و نحوی تجزیہ کے لیے بھی کارپس معاون ہے۔ کمپیوٹری متن کے الفاظ خود کار ترکیب صرفی کے ذریعے اجزائے کلام کی وضاحت کرتے ہیں۔

کمپیوٹیشنل متن کے الفاظ خود کار ترکیب صرفی (Autumatic Grammatical Tagging) کے ذریعے اپنے اجزائے کلام (Parts of Speech) کی وضاحت کر سکتے ہیں۔ جافری لیچ نے Constituent Livelihoud Automatic Word tagging system (CLAWS) کے ذریعے انگریزی زبان کے مطالعہ کو آسان بنا دیا ہے۔ کارپس درج ذیل امور میں کارآمد ہو سکتا ہے۔

۱۔ الفاظ شماری

۲۔ الفاظ کا سیاق :(Concordance) الفاظ کے سیاق و سباق کے ذریعے کسی متن میں کوئی لفظ کس کس سیاق و سباق میں استعمال ہوا ہے، اس کی مکمل تصویر پیش کی جا سکتی ہے۔

انگریزی زبان کے مطالعے کے لیے Key Word in Context (CWIC) کا استعمال ہورہا ہے۔

۳۔ الفاظ کا جال:(Word Net) جارج میلر الفاظ کے جال کے بانی ہیں۔الفاظ کے جال میں مختلف الفاظ کے رشتوں کی وضاحت ملتی ہے۔مثلاً مترادفات،متضاد وغیرہ۔

کمپیوٹیشنل متن کا استعمال اب زبان کے صوتی،صرفی،نحوی اور معنیاتی مطالعے میں کارآمد ثابت ہورہا ہے۔اس کے علاوہ تاریخی وسماجی لسانیات، تدریس زبان مشینی ترجمہ، اسلوبیاتی مطالعہ وتدوین لغت میں کمپیوٹیشنل متن کا استعمال ہورہا ہے۔

انیسویں صدی کے نصف آخر میں لغت کے چند ماہرین نے زبان سے مواد اکٹھا کرنا شروع کیا تاکہ ایک زبان میں موجود الفاظ کو درست معانی دیے جاسکیں۔کمپیوٹر کی ایجاد سے پہلے، زبان سے الفاظ کو اکٹھا کرنے کا عمل کارڈز پر کیا جاتا تھا اور پھر ان ٹکڑوں کو مختلف عنوانات میں ڈھال لیا جاتا تھا،لیکن کمپیوٹر کی ایجاد نے ہمیں لسانیاتی تحقیق کے جدید دور میں داخل کردیا۔۱۹۶۰ء کی دہائی میں ادارتی کمپیوٹر کی مدد سے پہلا لسانیاتی مواد بران کورپس کے نام سے بنایا گیا۔،جس میں قریباً دس لاکھ الفاظ کا ذخیرہ تھا۔دورِحاضر میں کورپس کروڑوں الفاظ کے ذخیرے پر مشتمل ہے۔اس کی مدد سے کسی زبان پر تحقیق کے علاوہ غیر مقامی متعلمین کے لیے اس زبان کے اکتساب کا کام بھی آسان ہوجاتا ہے۔

کارپس کے ذریعے مختلف علوم کے متن کے نمونوں کو مختلف فائلوں میں یکجا کردیا جاتا ہے۔بول چال کی زبان بھی کمپیوٹری متن کا حصہ ہوتی ہے۔اس وقت دنیا میں کیمرج بین الاقوامی کورپس سب سے بڑا کورپس کا ذخیرہ ہے۔کیمبرج بین الاقوامی کورپس (Cambridge International Corpus) کے مطابق لسانیاتی مواد کسی بھی زبان کی تحریری اور زبانی شکل میں استعمال کی مثالوں کے ذخیرے پر مشتمل ہوتا ہے۔بعض اوقات کروڑوں الفاظ پر مشتمل

لسانیاتی مواد (corpus) کو مختلف شہروں کے لحاظ سے تقسیم کر دیا جاتا ہے جیسے مشی گن کورپس آف اکیڈمک اسپوکن انگلش (Michigan Corpus of Academic Spoken English) اور سانتا باربرا کورپس آف اسپوکن امیریکن انگلش (Santa Barbara Corpus of Spoken American English)۔ اس طرح زبان میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اپنی پسند کے میدان سے متعلق مواد کا مطالعہ آسان ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کیمبرج کے لسانیاتی مواد کو بہت سے ذیلی اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے؛ جن میں کیمرج کورپس آف امریکن انگلش، کیمرج کورپس آف برنس انگلش، کیمرج کورپس آف لیگل انگلش، کیمرج کورپس آف فائینیشل انگلش، کیمرج کورپس آف اکیڈمک انگلش وغیرہ شامل ہیں(۳)۔ انگریزی میں (British National Corpus (BNC) ایک کروڑ الفاظ پر مشتمل ہے جس کے ۱۲۴ حصے بول چال کی زبان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ باقی حصوں میں مختلف علوم کے متون کو یکجا کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے درج ذیل ویب سائٹ دیکھی جاسکتی ہے(۴)۔

ہندوستان میں کمپیوٹیشنل متن کی تیاری کی ابتدا Technological Development in Indian Language (TDIL) کے ذریعے ہوئی اور مختلف شیڈول زبانوں میں کمپیوٹیشنل متن تیار کیا گیا۔ اردو میں تیس لاکھ الفاظ پر مشتمل کمپیوٹری مواد تیار کیا جا چکا ہے۔ اردو کمپیوٹری متن کے مطالعہ کے لیے سافٹ ویئر بھی تیار ہو رہا ہے۔ جس کے ذریعے متعدد کام مثلاً خود کا ترکیب صرفی اور الفاظ شماری ممکن ہوسکیں گے۔ پاکستان میں بھی ڈاکٹر سرمد حسین کی زیرِ نگرانی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور میں کمپیوٹیشنل لسانیات پر کام ہو رہا ہے۔

(ہ)۔ اسلوبیات: (Stylistics)

اسلوب کے سائنسی مطالعے کو اسلوبیات کہا جاتا ہے۔ اسے ادب کا لسانی مطالعہ و تجزیہ اور اسلوبیاتی تنقید بھی کہتے ہیں۔ چونکہ اسلوبیات میں ہم ادب کے عملی مسئلوں پر گفتگو کرتے ہیں، اسی

وجہ سے اسلوبیات کو اطلاقی لسانیات کی ایک شاخ تسلیم کیا جاتا ہے۔ زبان کے مخصوص استعمال سے اسلوب کی تشکیل ہوتی ہے۔ ''اسلوب سے مراد کسی ادیب یا شاعر کا وہ طریقہ ادائے مطلب یا خیالات و جذبات کے اظہار و بیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادی خصوصیت کے شمول سے وجود آ تا ہے۔''(۵)

زبان اور ادب لازم وملزوم ہیں۔ ادب کا وجود زبان ہی سے وابستہ ہے اور زبان ہی ادب کا ذریعہ اظہار ہے۔ ہر شعری اور ادبی تخلیق زبان کے ہی سانچے میں ڈھل کر برآمد ہوتی ہے اور زبان ہی کے وسیلے سے سامع یا قاری تک پہنچتی ہے۔ اسلوب کا معنی انداز یا طریق ہے۔ انگریزی میں اسے (Style) کہتے ہیں۔ روزمرہ زندگی میں ہر فرد کا اسلوب زیست منفرد اور جداگانہ ہے۔ چاہے وہ رہن سہن کا معاملہ ہو یا طرزِ تکلم کا؛ کوئی دو افراد کا اسلوب یکساں نہیں ہے۔ زبان کے ہی مخصوص استعمال سے کسی ادیب یا شاعر کے اسلوب کی تشکیل عمل میں آتی ہے۔

زندگی کے ہر میدان میں زبان کا استعمال ضرورت، حالات، موضوع اور اس کی نوعیت کے اعتبا سے مختلف ہوتا ہے۔ مثلا روزمرہ کی بول چال کی زبان، کھیل کود یا جلسے جلوس کی زبان، تعلیمی زبان دفتری زبان،، اشتہارات کی زبان، ریڈیو، ٹیلی ویژن فلم اور اخبارات ورسائل، مذہب کی زبان، سیاست و فلسفے کی زبان وغیرہ۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ کہ ادب میں زبان کا مخصوص استعمال ہوتا ہے اور اسی کا مطالعہ اسلوبیات کا موضوع ہے۔ کسی فن کار کے اسلوب کی خصوصیات کا تعین زبان کے استعمال سے ہوتا ہے۔ یہ دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ فن کار کی لفظیات کیا ہیں؟ جملوں کی تراکیب کیسی ہیں؟ وغیرہ۔ ایک شاعر اور ادیب زبان میں نیا پن اور انفرادیت پیدا کرنے کے لیے مختلف اسلوبی آلات (Stylistic Devices) استعمال کرتا ہے۔ ایک مصنف کی خصوصیت اور انفرادیت ان اسلوبی آلات کے استعمال میں مضمر ہے۔ یہ اسلوبی آلات کسی ادب پارے کو خوب صورت اور پر کشش بنانے کے لیے استعمال کیے جاتے

ہیں تا کہ قاری جمالیاتی تجربے سے گزرے۔ادبی زبان روزمرہ کی زبان سے کافی مختلف ہوتی ہے۔عام بول چال کی زبان سیدھی سادی اور غیرمبہم مروجہ اصولوں کی پابند اوراپنی فطرت کے اعتبار سے ابلاغی ہوتی ہے, جبکہ ادبی زبان مرصع اور آرائشی ہوتی ہے۔ادبی زبان مبہم ،مروجہ اصولوں سے منحرف ،صنائع بدائع ،تشبیہ، استعارہ، اشارہ، کنایہ اور علامت سے مزین اوراپنی فطرت کے اعتبار سے اظہاری ور جمالیاتی ہوتی ہے۔زبان کے مخصوص استعمال اوران اسلوبی آلات یعنی لفظوں کے انتخاب ،دروبست ،جملوں کی ساخت وغیرہ ہی سے کسی ادیب کے اسلوب کی تشکیل ہوتی ہے۔

اسلوبیات کا بنیادی تصور اسلوب (Style) ہے، اور اسلوب کا تعلق ادب سے ہے۔ زبان اور اسلوب کے اس رشتے کا سائنسی مطالعہ اسلوبیات کے دائرہ میں آتا ہے۔کسی متن کی تنقید میں جب لسانیات کے اصولوں کا اطلاق کیا جاتا ہے،تو وہ تنقید اسلوبیات کہلاتی ہے۔ اسلوبیاتی نقاد ادبی متن کے صوتیاتی ، مارفیمی ،نحوی اور معنیاتی پہلوں کا تجزیہ کرکے مختلف اصنافِ ادب کے لیے استعمال ہونے والی زبان کی خصوصیات کو سامنے لایا جاسکتا ہے۔اسلوبیاتی نقاد کا کام ادبی نقاد سے اس طرح مختلف ہے کہ اس کی تنقید کا اصل زور ادبی خصائص کی بجائے زبان کے مطالعہ پر ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ اسلوبیات کا موضوع ادب نہیں اور نہ خالص زبان ہے بلکہ اسلوبیات کا موضوع ادب میں مستعمل زبان ہے، جسے ادبی زبان کہا جاتا ہے۔اس لیے اسے ادب کا لسانی مطالعہ بھی کہتے ہیں۔اسلوبیات اسلوب کا لسانی اور ادبی تجزیہ ہے۔، جو خالصتا توضیحی اور معروضی انداز میں کیا جاتا ہے۔تنقید میں اسلوبیات کی اصطلاح کے استعمال کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں۔بیسیویں صدی کی چھٹی دہائی سے اسلوبیات کو رواج ہوا۔اس کی رو سے کسی ادبی فن پارے کا تجزیہ روایتی تنقید کے موضوعی اور تاثراتی انداز کے بجائے معروضی،لسانی اور سائنسی بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔

اسلوبیات ادب کے لسانیاتی مطالعے کا نام ہے جس میں ادبی فن پارے کا مطالعہ و تجزیہ لسانیات کی روشنی میں اس کی مختلف سطحوں پر کیا جاتا ہے اور ہر سطح پر اس کے اسلوب کے خصائص کا کھوج لگایا جاتا ہے۔ چونکہ اس مطالعے کی بنیاد لسانیات پر قائم ہے، اس لیے اسے لسانیاتی مطالعہ ادب بھی کہتے ہیں۔ یہ ادبی تنقید کو سائنسی اور معروضی بنانے کی کوشش ہے۔ لسانیات اس مطالعہ کو معروضی، تجزیاتی اور غیر تاثراتی بناتی ہے۔

کسی ادبی فن پارے کا اسلوبیاتی مطالعہ و تجزیہ لسانیات کی مختلف سطحوں پر معروضی کارپس ایک ایسے متن کو تیار کرتا ہے جسے زبان کا نمونہ کہا جاتا ہے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں لغت کے چند ماہرین نے زبان سے مواد اکٹھا کرنا شروع کیا تا کہ ایک زبان میں موجود الفاظ کو درست معانی دیے جاسکیں۔ کمپیوٹر کی ایجاد سے پہلے، زبان سے الفاظ کو اکٹھا کرنے کا عمل کارڈز پر کیا جاتا تھا اور پھر ان ٹکڑوں کو مختلف عنوانات میں ڈھال لیا جاتا تھا، لیکن کمپیوٹر کی ایجاد نے ہمیں لسانیاتی تحقیق کے جدید دور میں داخل کر دیا۔ کی دہائی میں ادارتی کمپیوٹر کی مدد سے پہلا لسانیاتی مواد بران کورپس کے نام سے بنایا گیا۔، جس میں قریباً دس لاکھ الفاظ کا ذخیرہ تھا۔ دورِ حاضر میں کورپس کروڑوں الفاظ کے ذخیرے پر مشتمل ہے۔ اس کی مدد سے کسی زبان پر تحقیق کے علاوہ غیر مقامی متعلمین کے لیے اس زبان کے اکتساب کا کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔

کسی ادبی فن پارے کا اسلوبیاتی مطالعہ و تجزیہ لسانیات کی مختلف سطحوں پر معروضی (Objective)، توضیحی اور غیر تاثراتی انداز میں کیا جاسکتا ہے اور ہر سطح پر اس ادبی فن پارے کے اسلوبی خصائص کا پتا لگایا جاسکتا ہے۔ اس میں داخلیت (Subjectively) یا ذاتی پسند و ناپسند کو ہرگز کوئی دخل نہیں ہوتا۔ لسانیات میں زبان کی چار سطحیں زیادہ اہم ہیں۔ صوتیات، لفظیات، نحویات اور معنیات۔ پہلی سطح صوتیات (آوازوں کی تشکیل اور ان کی ترتیب و تنظیم) ہے۔ دوسری سطح تشکیلیات) تشکیل و تعمیر الفاظ اور تیسری سطح نحو (فقروں اور

جملوں کی ترتیب) ہے۔لسانیات کی چوتھی سطح معنیات کہلاتی ہے،جس میں معنی سے بحث کی جاتی ہے۔اسلوبیاتی تنقید کا طریقہ کار کسی فن پارے کا لسانیاتی تجزیہ کے علاوہ اس کے اسلوبیاتی خصائص کا تعین بھی ہے۔

اسلوبیاتی تجزیے میں ان لسانی امتیازات کو نشان زد کیا جاتا ہے،جن کی وجہ سے کسی فن پارے،مصنف،شاعر،ہیئت،صنف یا عہد کی شناخت ممکن ہو۔یہ امتیازات کئی طرح کے ہو سکتے ہیں۔

صوتیاتی (آوازوں کے نظام سے جو امتیازات قائم ہوتے ہیں،ردیف وقوافی کی خصوصیات یا معکوسیت،ہکاریات یا غنائیت کے امتیازات یا مصمتوں اور مصمتوں کا تناسب وغیرہ)

۱۔ لفظیاتی (خاص نوع کے الفاظ کا اضافی تواتر اور تناسب وتراکیب وغیرہ)
۲۔ نحویاتی (کلمے کے اقسام میں سے کسی کا خصوصی استعمال، کلمے میں لفظوں کا دروبست وغیرہ)
۳۔ بدیعی (بدیع وبیان کی امتیازی شکلیں،تشبیہ،استعارہ،کنایہ،تمثیل،علامات،امیجری وغیرہ)
۴۔ عروضی امتیازات (اوزان،بحروں،زحافات وغیرہ کا خصوصی استعمال اور امتیازات)

اس طرح اسلوب کی سائنسی تشریح وتوضیح کے لیے جمالیاتی تصورات اور اصولِ انتقاد دونوں کو پرکھنا ہوگا۔

اسلوبیاتی تجزیے کا طریق:

ادبی متن کا اسلوبیاتی تجزیہ بنیادی طور پر ایک لسانی تجزیہ ہے،لیکن کسی ادبی متن کا محض

لسانی تجزیہ یا لسانی وضاحت، ایسے اسلوبیات نہیں بناتی، جب تک کہ اس متن کے اسلوبی خصائص کی شناخت نہ کی جائے۔اسلوبی خصائص کی شناخت ادبی متن اسلوبیاتی تجزیہ کا مرکزی نکتہ ہے۔اسلوبیاتی تجزیہ ادبی متن کی لسانی وضاحت سے شروع ہوتا ہے، جیسے صوتیاتی، صرفیاتی، نحوی اور معنوی۔ادبی متن کا اسلوبیاتی تجزیہ اسلوبی خصائص کی نشان دہی کے بعد مکمل ہوتا ہے۔

جہاں تک اسلوبیاتی مطالعہ اور تجزیہ کا تعلق ہے ادبی زبان میں اس کی مختلف لسانیاتی سطحیں ہیں۔اس طرح جب ہمیں کسی ادبی فن پارے کا تجزیہ کرنا ہو تو پہلے آواز کی سب سے چھوٹی اکائی صوتیہ کی سطح پر مطالعہ کریں گے اور زبان کے اندر مستعمل ادیب یا شاعر نے اپنی تخلیق میں مختلف قسم کی آوازوں کو برتتے وقت کن صوتیاتی آلات (Phonological Devices) کا استعمال کیا ہے مثلاً ردیف وقوافی کی خصوصیات، مصمتوں اور مصوتوں کا تناسب، آوازوں کی تکرار وغیرہ۔

صوتی تجزیہ کے بعد اسلوبیات کی دوسری اکائی میں تشکیل الفاظ سے بحث کی جاتی ہے۔صرفیات کی اکائی مارفیم / تشکیلیہ ہے۔مارفیم کی مدد سے زبان کے اندر نئے الفاظ کی تخلیق ہوتی ہے۔مارفیم کی دو بڑی قسمیں ہوتی ہیں : آزاد مارفیم اور پابند مارفیم۔مثال کے طور پر لفظ " پھل فروش " کو لے لیجیے۔اس میں پہلا لفظ پھل آزاد مارفیم ہے جبکہ دوسرا لفظ فروش پابند مارفیم ہے۔دونوں کے اتصال سے ایک نیا لفظ پھل فروش بن جاتا ہے۔اسلوبیات کی اس اکائی میں یہ بحث کرتے ہیں کہ شاعر یا ادیب نے کس نوعیت کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور ان سے اس کی تخلیق پر کیا اثر پڑا ہے۔ڈکشن کا استعمال شاعر یا ادیب کو ممتاز بناتا ہے۔

مارفیمی تجزیہ کے بعد اسلوبیات کی تیسری سطح نحو ہے۔جس میں ترتیب الفاظ، جملوں کی بناوٹ اور ساخت پر غور وفکر کیا جاتا ہے۔مختلف قسم کے جملوں کا استعمال تشکیل اسلوب کا ایک اہم حصہ ہے۔جملوں کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً جملہ اسمیہ، جملہ استفہامیہ وغیرہ۔ ڈکشن کی طرح

خاص قسم کے جملے بھی ادیبوں اور شاعروں کے تشکیل اسلوب میں کارفرما ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ جملوں کا ایک خاص انداز ان کی پہچان بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر: اردو کے مشہور شاعر مرزا اسداللہ خاں غالب کے یہاں استفہامی جملوں کا خاص استعمال ملتا ہے، جیسے:

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

اگر چہ یہ شعر سوالیہ انداز لیے ہوئے ہے، لیکن یہاں اس سوال کا جواب قطعاً مقصود نہیں بلکہ یہ ایک اسلوب ہے؛ جسے ادب میں استفہامیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

زبان کے مطالعے کی آخری سطح معنیات کہلاتی ہے۔ جس میں معانی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ادب میں طرح طرح کے معنی بیان کیے جاتے ہیں۔ شاعر اور ادیب اپنے خیالات و جذبات کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔ کبھی یہ معانی راست ہوتے ہیں تو کبھی بین المتون پوشیدہ ہوتے ہیں، جو قاری کی ذہنی ورزش کے طالب ہوتے ہیں ۔ اس طرح کے معانی بالواسطہ (Indirect) طور پر ادا کیے جاتے ہیں۔ بعض اوقات ایک ہی معنی کے مختلف رنگ (Shades) متعدد جملوں کے ذریعے بیان کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح بدیعی اور عروضی امتیازات کی نشان دہی کی جاتی ہے۔

اسلوبیاتی مطالعہ میں اب کمپیوٹر کا بھی استعمال ہونے لگا ہے۔ کسی فن کار کی زبان کی ساخت، لفظیات اور تراکیب کا مطالعہ کمپیوٹیشنل متن کے ذریعے آسان ہو گیا ہے۔ کسی لکھاری کے لفظیات کی ترتیب اب کمپیوٹر کے ایک سافٹ ویئر الفاظ کی تعداد شماری (Word Frequency Count) کی مدد سے آسان ہو گئی ہے ۔ اگر کلیات غالب کمپیوٹر میں فیڈ (Feed) کر دیا جائے تو اس سافٹ ویئر کی مدد سے چند منٹ میں غالب کے لفظیات کی فرہنگ حاصل کی جاسکتی ہے۔

اردو میں لسانی مطالعے کی روایت:

مطالعہ اسلوب کی روایت تاریخ اور تنقید کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔اردو میں اسلوب سے متعلق گفتگو قدیم بیاضوں، تذکروں، کتابوں کے مقدموں، کتب تواریخ وتنقید، رسائل میں اور کتابوں میں تنقیدی مضامین میں ملتی ہے۔مشرقی تنقید بالعموم جمالیاتی، تاثراتی اور موضوعی تھی۔اگرچہ ان مباحث میں استدلال اور بصیرت موجود تھی،لیکن انداز بالعموم غیر سائنسی اور غیر معروضی تھا۔اردو ادب کے قدیم مطالعہ اسلوب میں جن نامور علما وادبا کے نام لیے جا سکتے ہیں،ان میں حاتم، میر، مصحفی، انشا، غالب، ناسخ، مومن،شبلی، حالی، سرسید، آزاد،عبدالسلام ندوی، امیر مینائی، حسرت موہانی اور مولوی عبدالحق خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔اس سے اگلے دور میں مسعود حسن رضوی ادیب، احتشام حسین ،عبدالقادر سروری،ڈاکٹر عبادت بریلوی،آل احمد سرور،سید عبداللہ،خواجہ احمد فاروقی ،مجنوں گورکھپوری اور کلیم الدین احمد وغیرہ شامل ہیں۔

اردو کے قدیم مخطوطات کا لسانیاتی مطالعہ بھی کیا گیا ہے۔ان میں محی الدین قادری زور، عبدالقادر سروری، مسعود حسین خاں، گیان چند جین اور گوپی چند نارنگ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔مخطوطات کی تدوین وترتیب کے وقت مقدمے میں شاعروں اور ادیبوں کی زبان وبیان کے لسانی پہلوؤں پر اظہار خیال کی اردو میں پرانی روایت ہے۔اس سلسلے میں مولوی عبدالحق، حسرت موہانی، احسن مارہروی، محی الدین قادری زور،عبدالقادر سروری، قاضی عبدالودود، امتیاز علی خاں عرشی، محمود شیرانی، مختار الدین آرزو، نذیر احمد، مالک رام، رشید حسن خاں، تنویر احمد علوی اور کمال احمد صدیقی کے علاوہ خورشید الاسلام (قائم)، مسعود حسین رضوی ادیب (فائز) محمد حسن (آبرو، سودا)، مسعود حسین خاں (قصہ مہر افروز ودلبر،جعفر زٹلی)، فضل الحق (شاکر ناجی) اور عبدالحق (حاتم) وغیرہ کے نام کافی اہمیت رکھتے ہیں۔

روایتی نقدِ اسلوب سے الگ اور منفرد راہ اختیار کرنے والوں میں محی الدین قادری زور

ہیں، جن کے اندازِ نقد کو روایتی اور جدید اسلوب کے درمیان تصور کیا جاتا ہے۔ انھوں نے اپنی تصنیف "اردو کے اسالیبِ بیاں، ۱۹۲۷ءمیں پہلی بار اردو اسالیب کو ادوار میں تقسیم کرنے کے ساتھ ان کا فنی تجزیہ پیش کیا اور اردو ادب کے انشا پردازوں کے اسالیب کا انگریزی انشا پردازوں کے ساتھ تقابلی جائزہ لیا اور مشترکات و مماثلات کو پیش کیا۔ مثلا مولانا عبدالحلیم شرر کو رچرڈسن (Richardson)، خواجہ حسن نظامی کو ایڈیسن (Adison)، مہدی افادی کو سکن (Ruskin) اور محمد حسین آزاد کو کارلائل (Carlouel) کا درجہ دیا۔ اس طرح تجزیہ، تقابل اور تنقید کی بنا پر نامور انشا پردازوں کے اسالیب تشکیلی عناصر کی نشان دہی کر کے سات مختلف حصوں (مرصع نگاری، سادہ نگاری، محاورہ بندی، انگریزیت، الہلالی اردو، ادبِ لطیف، مزاج نگاری اور گلابی اردو) میں تقسیم کیا ہے۔ اس کام کے اثر سے اسلوب سے متعلق عملی تجزیے شروع ہوئے، جو اس سے پہلے کم یاب تھے۔ اس کے بعد پروفیسر نثار احمد فاروقی نے اپنی تصنیف "دید و دریافت "میں اسلوب کے مفہوم پر بحث کی اور اسلوب کو خیال اور الفاظ دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ان کے مطابق خیال کے ذیلی عناصر:

اختصار، سلاست، صفائی، سادگی، قوتِ اظہار، قوتِ ابلاغ، سنجیدگی، صوتی کیفیت، خوش آہنگی، اعتماد، انا، شگفتگی اور الفاظ کے ذیلی عناصر: خطابت، زورِ بیاں، موسیقیت، ترصیع، ترکیب، کنایہ، استعارہ، تشبیہ و تمثیل، مبالغہ، وزن، ہم مخرج حروف اور آہنگ و صورت ہیں۔ ان کے ہاں تاثرات اور عملی تنقیدی نمونوں کے ساتھ صوتی پہلو خالص لسانیات اور اسلوبیاتی انداز نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے ''اشاراتِ تنقید'' میں اسلوب کے مباحث میں کوئی ٹھوس تجزیہ سامنے نہیں آیا۔ ''لطیفِ نثر'' میں بھی مصنف کی شخصیت کو اسلوب کا عکس اور نقش قرار دیتے ہیں۔ اپنی تصنیف "نئے اور پرانے سخن ور "کے حصہ دوم میں مختلف شعرا کے اسلوب کے عملی تجزیے کے وقت ان کا انداز تاثراتی ہے۔ ڈاکٹر زور اور پروفیسر نثار فاروقی کے بعد اسلوب کی روایت میں

سید عابد علی عابد کی تصنیف "اسلوب "اہم سنگِ میل ثابت ہوتی ہے۔ان کے بقول: "یہ تصنیف میری زندگی کے تجربات اور مطالعات کا نچوڑ ہےاور غالبا حاصلِ حیات ہے"() ابواب بندی اور اسلوب کے موضوعات کا مرحلہ وار بیان ان کی ریاضت اور تن دہی کا غماز ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر مدلل اور عملی تجزیوں سے مزین ہے۔سید عابد علی عابد اگر چہ مشرقی شعریات کے ماہر اور حامی تھے،لیکن اس کتاب میں انھوں نے مشرق ومغرب کا فرق نہیں کیا اور علمی اور فکری زاویے کو مثبت انداز میں پیش کیا۔

تیسرے دور میں ڈاکٹر شوکت سبزواری،ڈاکٹر گیان چند جین،ڈاکٹر مسعود حسین خاں،شان الحق حقی،ڈاکٹر عبدالسلام، جابر علی سید،سید قدرت نقوی،ڈکٹر سہیل بخاری اور وارث سرہندی ،پروفیسر مغنی تبسم،ڈاکٹر گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر محمد حسن،شمس الرحمٰن فاروقی،ڈاکٹر نصیر احمد خاں،علی رفاد فتیحی،طارق سعید،ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ کے نام نمایاں ہیں۔

اسلوبیات کے موضوع پر اہم تصانیف اور مضامین میں پروفیسر مسعود حسیں خاں (شعروزبان،مختلف مضامین)، پروفیسر مغنی تبسم(فانی بد ایونی۔حیات،شخصیت اور شاعری)،ڈاکٹر گوپی چند نارنگ(اسلوبیاتِ میر،ادبی تنقید اور اسلوبیات)،خلیق اور نارنگ (کربل کتھا کا لسانی مطالعہ)،ڈاکٹر محمد حسن(مضمون: غالب کا شعری آہنگ)،شمس الرحمٰن فاروقی(شعر شور انگیز،شعر،غیر شعر اور نثر،مطالعہ اسلوب کا ایک سبق)،ڈاکٹر نصیر احمد خاں(ادبی اسلوبیات)،علی رفاد فتیحی(اسلوبیاتی تنقید)،طارق سعید(اسلوب اور اسلوبیات)،ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ(زبان اسلوب اور اسلوبیات،تنقید اور اسلوبیاتی تنقید)،اردو میں اسلوب اور اسلوبیات کے مباحث(مرتب: قاسم یعقوب) وغیرہ۔اردو متون کے اسلوبیاتی مطالعہ کے ضمن میں ڈاکٹر مسعود حسین خاں،ڈاکٹر گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر مغنی تبسم،ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ اور ڈاکٹر نصیر احمد خاں نے خاص طور پر اردو ادب میں اسلوبیات کی روایت کو جدید تقاضوں کے قریب تر کر

دیا ہے۔

پاک و ہند کی جامعات میں بھی مختلف شاعروں اور ادیبوں کے اسلوبیاتی مطالعے پر تحقیق کی جا رہی ہے۔مثال کے طور پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں پی ایچ۔ڈی مقالات "احمد فراز کی شاعری کا فنی اور اسلوبیاتی مطالعہ "(محمد افضل صفی)،کلامِ غالب کا لسانی و اسلوبیاتی مطالعہ(نبیلہ ازہر)،پاکستانی اردو نعت کا لسانی اور اسلوبیاتی مطالعہ(شوکت محمود شوکت)نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز میں"پاکستان میں غیر افسانوی نثر کا اسلوبیاتی مطالعہ(رخشندہ مراد) "اور ہزارہ یونیورسٹی میں قرۃ العین حیدر کی ناول نگاری:اسلوبیاتی مطالعہ(عامر سہیل) وغیرہ۔

و۔حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ادب ولسانیات، (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ،، جنوری ۱۹۷۰ء) ص ۱۱۷

۲۔ مظفر علی سید، فنِ ترجمہ کیا صولی مباحث مشمولہ اردو زبان میں ترجمے کے مسائل از ڈاکٹر اعجاز راہی (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء) ص ۳۳

۳۔ The Little Book of the Cambridge English Corpus) (کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس)، مشمولہ
http://www.cambridge.org/corpus،
تاریخ ملاحظہ: ۱۷/ جولائی ۲۰۲۳ء)
http://www.cambridge.org/ corpus

۴۔ تاریخ ملاحظہ: ۱۷/ جولائی ۲۰۲۳ء)

5۔ ابوالاعجاز صدیقی (مرتب)، کشاف تنقیدی اصطلاحات (اسلام آباد: ادارہ فروغِ قومی زبان ۲۰۱۸ء) ص ۲۶۔۲۷

6۔ حمید احمد خاں، دیباچہ، اسلوب مصنفہ عابد علی عابد، سید (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء) ص ٦

ز۔اہم نکات

۱۔ اطلاقی لسانیات کے اہم پہلو تدریس زبان، ترجمہ، تدوینِ لغت، اسلوبیات اور کمپیوٹری لسانیات ہیں۔

۲۔ ادبی فن پاروں کا اسلوبیاتی مطالعہ و تجزیہ کرتے وقت لسانیات کی مختلف سطحیں پیشِ نظر رہتی ہیں۔ پہلی سطح صوتیات، دوسری مارفیمیات، تیسری نحو اور چوتھی معنیات ہے۔

۳۔ کمپیوٹر تدریسِ زبان، ترجمہ، تدوین لغت اور اسلوبیاتی مطالعے میں بہت آسانیاں پیدا کرتا ہے۔

ح۔خود آزمائی

موضوعی سوالات

۱۔ زبان کی لسانیاتی اندازِ تدریس میں کون سے امور پیشِ نظر رہنے چاہییں؟

۲۔ ترجمہ کے تقاضے اور لوازم وضاحت سے بیان کریں۔

۳۔ تدوینِ لغت کے بارے میں اپنی معلومات کا اظہار کریں۔

۴۔ اسلوبیاتی مطالعے پر سیر حاصل تبصرہ کریں۔

۵۔ کمپیوٹری لسانیات پر جامع مضمون تحریر کریں۔

معروضی

۱۔ اسلوبیاتی تجزیے میں کون سی سطحیں پیشِ نظر رکھی جاتی ہیں۔

۲۔ لغت نگار کے بنیادی فرائض کیا ہیں؟

۳۔ ترجمے کی کتنی قسمیں ہیں؟

۴۔ کمپیوٹیشنل متن کی تعمیر کیسے ہوتی ہے؟ زبان کے توضیحی مطالعے میں کمپیوٹر کیسے مددگار ثابت ہوتا ہے؟

۵۔ کمپیوٹر کی مدد سے تدریس کے کیا فوائد ہیں؟

ط۔ مجوزہ کتب

اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو از ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، یونین پرنٹنگ پریس، دہلی،

خلیق انجم، ڈاکٹر، فنِ ترجمہ نگاری (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، ۱۹۹۶ء)

رؤف پاریکھ، ڈاکٹر (مرتب)، اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)

گوپی چند نارنگ، ادبی تنقید اور اسلوبیات (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء)

مرزا خلیل احمد بیگ، زبان، اسلوب اور اسلوبیات (علی گڑھ: اردو زبان و اسلوب، ۱۹۸۳ء)

مرزا خلیل احمد بیگ، پروفیسر، اطلاقی لسانیات (لاہور: عبداللہ اکیڈمی الکریم مارکیٹ اردو بازار، س ن)

باب ششم

تاریخی، سماجی اور نفسیاتی لسانیات

فہرست مضامین

لسانیات اور تاریخ

الف۔ تاریخی لسانیات

تقابلی لسانیات

ب۔ سماجی لسانیات

ج۔ نفسیاتی لسانیات

د۔ حوالہ جات

ہ۔ اہم نکات

و۔ خود آزمائی

ز۔ مجوزہ کتب

لسانیات اور تاریخ

الف ۔ تاریخی لسانیات

تاریخی لسانیات میں زبانوں کی تاریخ کا تفصیلی مطالعہ کیا جاتا ہے اور ان میں عہد بہ عہد تبدیلیوں کا کھوج لگایا جاتا ہے۔ اس شاخ میں ان اصولوں و قواعد کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جن کے سبب زبانوں میں مختلف قسم کی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں تلفظ کے اعتبار سے بھی ہو سکتی ہیں اور معنی کے اعتبار سے بھی۔ جدید تاریخی لسانیات کا آغاز اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہوا۔ اس میں قدیم متون اور علمی مواد کا مطالعہ زبان کے ماخذ، ارتقا اور تشکیل کی بازیافت کرتے ہوئے کیا جاتا ہے اور زبان کی زندگی کی جملہ منزلوں کا موازنہ بھی کیا جاتا ہے۔ یہ مختلف زبانوں کی باہمی مناسبت اور ان کے درمیان مشابہت کے اسباب اور اختلاف کا جائزہ بھی لیتی ہے۔

لسانی زمانیات سے زبانوں کی عمر کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ ایک صدی میں زبان کے ذخیرے میں کتنے فی صد الفاظ بدل جاتے ہیں۔ دو قرابت دار زبانوں میں الفاظ کے اختلاف کی مقدار دیکھ کر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ کب ایک دوسرے سے جدا ہوئیں؟ اس سے ایک لسانی برادری کے ذیلی گروہ کے نقل مکانی کا زمانہ معلوم ہو سکتا ہے۔ یورپ اور ویلز کے جپسیوں کی زبان میں ہندوستانی الفاظ کی افراط اس بات کی شاہد ہے کہ یہ لوگ عہد قدیم میں ہندوستان سے جا کر مغرب میں آباد ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر زور رقم طراز ہیں:

جپسیوں کے آباؤ اجداد پہلی مرتبہ غالباً پانچویں صدی عیسوی میں ہندوستان سے نکلے اور یہ پہلا قافلہ ایران، ارمینیا اور بازنطینی سلطنت سے گزرتا ہوا یورپ پہنچا۔ مشرقی یورپ میں یہ لوگ بارھویں صدی عیسوی میں داخل ہوئے اور پھر وہاں سے مغربی اور جنوب مغربی یورپ کا رخ کیا۔ جپسیوں کا ایک دوسرا گروہ ارمینیا میں ٹھہر گیا جہاں ان کی زبان درمیانی عہد کی ہند آریائی کے

بالکل مشابہ رہی مگر ساتھ ہی ارمینی زبان سے متاثر ہوتی رہی۔ ہندوستان کی موجودہ ہند آریائی زبانوں اور جپسی بولیوں میں ماخذ واشتقاق کے لحاظ سے نہایت قریبی تعلق ہے۔ (۱)

لسانیات کی ایک شاخ لسانی عتیقیات (Linguistic Palaentology) ہے جس میں قدیم زبانوں کی مدد سے قدیم تہذیبوں اور ماقبل تاریخ زمانے کی تاریخ معلوم کی جاتی ہے۔ یہاں علم آثارِ قدیمہ، تاریخ اور لسانیات ایک ہو جاتے ہیں۔ تاریخ کا ایک اہم شعبہ آثارِ قدیمہ ہے جو اپنے آپ میں ایک مستقل شعبۂ علم کی حیثیت رکھتا ہے۔ آثارِ قدیمہ قدیم زبانوں کے نمونے محفوظ رکھتا ہے اور ماہر لسانیات ان قدیم کتبوں اور تحریروں کو پڑھ کر ان آثار کے پوشیدہ رازوں کو فاش کرتے ہیں۔ لسانی عتیقیات میں آکر علم آثارِ قدیمہ اور لسانیات ایک ہو جاتے ہیں۔ لسانیات اور بشریات بھی ایک دوسرے کے لیے معاون و مددگار ہوتی ہیں۔ بشریات کا موضوع انسان ہے۔ اس میں ماقبل تاریخ انسان اور موجودہ پس ماندہ انسانوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ دونوں کے مطالعے کا ایک شعبہ پچھڑے قبائل کی زبانوں کا تجزیہ کرتا ہے۔

اس مطالعے کی بنیاد ماہر لسانیات میکس ملر نے ڈالی اور اصل ہند یورپی زبان کی مدد سے آریوں کے اصلی وطن کے طے کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں دوسرے علما نے بھی لسانیات کو اسی مقصد کے لیے استعمال کیا۔ لسانیات کی اس شاخ کے مفید اطلاق کے لیے چند دوسرے علوم سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ ان میں جغرافیہ سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ آثارِ قدیمہ، ارضیات اور بشریات شامل ہیں۔ اس کا طریق یہ ہے کہ بازتشکیل اور تقابلی مطالعے کے طریقوں سے کسی زبان کے خاندان کے قدیم ترین الفاظ دریافت کیے جاتے ہیں۔ ان لفظوں کو مختلف گروہوں میں بانٹ دیتے ہیں اور ان گروہوں کے مطالعے سے اس زبان کے اصلی وطن کی شناخت اور اس کی خصوصیات معلوم کی جاسکتی ہیں۔ دریاؤں، پہاڑوں، پھولوں، پودوں اور جانوروں کے ناموں سے نہ صرف یہ کہ اس زبان کے اصل مقام کا پتہ چلتا ہے بلکہ اس لسانی گروہ کی مختلف مقامات پر

ہجرت اوراس زبان کی مختلف شاخوں کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ مذہبی اور سماجی الفاظ سے اس قوم کے عقائد، رسوم اور معاشی حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔

انیسویں صدی زبانوں کے تقابلی اور تاریخی مطالعے کے عروج کا زمانہ تھا۔ خاص طور پر ہند یورپی زبانوں کے یورپ میں تاریخی کاموں کا آغاز دانتے (۱۲۶۵۔۱۳۲۱) کے ساتھ ہوا لیکن ۱۷۸۶ء کے آخر میں سر ولیم جونز کے ذریعہ سنسکرت اور یورپ کی بہت ساری زبانوں کے درمیان تعلقات کی بنیاد دریافت ہوئی (۲)۔ اس دریافت نے تاریخی مطالعہ کے لئے ایک منظّم اور مسلسل راستہ ہموار کیا۔ سر ولیم جونز نے یہ رائے ظاہر کی کہ سنسکرت اور ہند یورپی زبانوں کے مشترکہ آباؤ اجداد ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ مشترکہ لسانی خصوصیات کا اشتراک کرتے ہیں۔ سر ولیم جونز کی تحقیق کا تاریخی لسانیات کی ترقی میں عام طور پر اور تقابلی لسانیات میں خاص طور پر اہم مقام ہے۔ ان کے زمانے کے لوگوں کا خیال تھا کہ دنیا کی تمام جدید زبانیں بائبل کے زمانے کی عبرانی سے وجود پذیر ہوئی ہیں۔ سر ولیم جونز نے ۱۷۸۶ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے خطبے میں اس خیال کو رد کر دیا" ۔ سر ولیم جونز نے ماقبل زبان (ProtoLanguage) کا تصور دیا۔

زبان کے اس قسم کے مطالعے کے چند بڑے مقاصد ہیں:

۱۔ کسی مخصوص زبان میں مشاہداتی تبدیلیوں کو بیان کرنا۔

۲۔ زبان میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کے متعلق عام اصول وضع کرنا۔

۳۔ زبانوں کی قدیم تاریخ کا پتا لگانا اور ان میں ہم آہنگی تلاش کر کے انھیں لسانی خاندانوں میں تقسیم کرنا۔

۴۔ الفاظ کی تاریخ (اشتقاقیات) کا مطالعہ کرنا۔

تقابلی لسانیات

یہ لسانیات کی اہم شاخ ہے جس کا چلن کئی صدیوں سے لسانیات میں رہا ہے۔ اس کو تقابلی طریقۂ کار بھی کہا جاتا ہے۔ تاریخی لسانیات بھی پہلے تقابلی لسانیات ہی تھی۔ بعد میں تاریخی لسانیات کا دائرہ اس قدر وسعت اختیار کر گیا کہ تقابلی لسانیات اس کی ذیلی شاخ بن گئی۔ تقابلی لسانیات میں زبانوں کے خاندان تشکیل دیے جاتے ہیں اور ان قدیم ترین زبانوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو مورث اعلیٰ زبانیں/ ماخذی زبانیں (Proto Languages) ہیں، جن سے تحلیل ہو کر خاندان یا سٹاک (Stock) بنتے ہیں۔ تقابلی لسانیات پردہ تاریخ میں اوجھل جانے والی ان مردہ زبانوں کے ذخیرۂ الفاظ اور قواعد کی وضاحت ایک خاندان کی مختلف زبانوں کے تقابلی مطالعے سے کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

تقابلی طریقہ کار زبان کی پرانی شکل یا مرحلے کی تشکیل نو کی ایک تکنیک ہے، جو چند اصولوں کے تحت سرانجام پاتی ہے۔ اس کا مقصد ایک آبائی زبان کی آواز، گرامر، الفاظ وغیرہ کی تشکیل نو کرنا ہے۔ دختر زبانوں میں موجود شواہد کی بنا پر آبائی زبان کے ساتھ تولیدی نسبت قائم کی جاتی ہے۔

زبانوں کی درجہ بندی (Classification of Languages)

لسانیات میں زبانوں کی درجہ بندی کے دو اہم طریقے ہیں۔

۱۔ نوعی درجہ بندی (Typological classification)

نوعی درجہ بندی زبانوں کو ان کی ساختی خصوصیات کے مطابق زمروں میں تقسیم کرتی ہے۔ انیسویں صدی کے دوران اور اس کے بعد نوعی درجہ بندی اکثر استعمال میں آئی ہے۔ بنیادی طور پر یہ نظام زبانوں کے ایک گروپ کی تشکیل کرتا ہے جو زبانوں کی کچھ اہم خصوصیات جیسے صوتیات، قواعد اور لغت کا اشتراک کرتا ہو۔ یہ تاریخی اصل یا جغرافیائی محل وقوع کا معیار استعمال نہیں کرتا۔

نوعی درجہ بندی مختلف سطحوں پر زبانوں کی مشترکہ خصوصیات اور ساخت کی مشابہت کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

۲۔نسبی درجہ بندی (Genealogical classification)

نسبی درجہ بندی زبانوں کو ان کے جینیاتی تعلق یا تولیدی نسبت کی بنیاد پر الگ کرتی ہے۔دو ایسی زبانوں کو جینیاتی طور پر رشتہ دار زبانیں کہا جاتا ہے جو مشترکہ آباؤ اجداد کی حامل ہوں۔آبا سے ملنے والی خصوصیات کی بنیاد پر زبانوں کو مختلف خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔نسبی موازنہ کا مقصد زبان کے خاندانوں کو قائم کرنا اور غیر تصدیق شدہ ماقبل زبانوں کی تشکیل کرنا ہے۔

مشترکہ زبان کا تصور ۱۷۸۶ء میں سر ولیم جونز نے پیش کیا تھا۔ان کے مطابق سنسکرت کی قدیم شکل یونانی اور لاطینی زبانوں سے کافی مماثلت رکھتی ہے اور ان زبانوں کی اساس ایک ہے۔

زبانوں کے خاندان:

زبان با معنی آوازوں،جسمانی اشاروں اور صوتی علامتوں کا ایسا نظام ہے جو انسانوں کے درمیان ابلاغ کا ذریعہ بنتا ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری کے مطابق:

> زبان انسانی خیالات اور احساسات کی پیدا کی ہوئی ان تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا نام ہے جس میں زیادہ تر قوّتِ گویائی شامل ہے اور جن کو ایک دوسرا انسان سمجھ سکتا ہے اور جس وقت چاہے اپنے ارادے سے دہرا سکتا ہے۔(۳)

ڈاکٹر اقتدار حسین خان کے نزدیک:''لسانیات کی رو سے زبان ایک ایسے خود اختیاری اور روایتی صوتی علامتوں کے نظام کو کہتے ہیں جو کوئی انسان اپنے سماج میں اظہار خیال کے لئے

استعمال کرتا ہے۔''(۴) گویا زبان آوازوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں قواعدی ترتیب ہوتی ہے۔ گویا لفظ جملوں میں قواعدی اصول کے تحت ترتیب دیے جاتے ہیں۔ لسانیات اشاروں اور تحریر کے مقابلے میں زبانی کلمات کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔ انسانی تہذیب وتمدن کے ارتقا میں زبان کا بولنا پہلے اور تحریر کا استعمال بعد میں شروع ہوا۔

ماہرین لسانیات نے بعض اساسی اور مشترکہ خصوصیات کی بنا پر زبانوں کی درجہ بندی کی ہے۔ اس درجہ بندی میں زبان کی ساخت وتشکیل کے ساتھ جغرافیائی اور تہذیبی ونسلی محرکات کو پیشِ نظر رکھا گیا۔ تاریخی اور نسلی محرکات کے لحاظ سے دنیا کی زبانوں کو آٹھ بڑے خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ سامی: سامی زبانوں کا وہ قدیم خاندان ہے جس میں قدیم مصری، قبطی اور بر بری قبائل کی پروٹو زبانیں شامل ہیں۔

اس میں عبرانی، فنقی، عاشوری اور قدیم شام اور بابل کی وہ زبانیں شامل ہیں جواب ناپید ہو چکی ہیں۔ موجودہ دور

میں عربی اور افریقہ میں چند حبشی زبانیں اس کی نمائندگی کرتی ہیں۔۔

۲۔ ہند چینی: اس میں چینی سیامی (اس سلسلے میں سات زبانیں) تبتّی (ہمالوی اور اسی سلسلے کی تیئیس زبانیں) اور برمی معہ چھبیس شاخوں کے شامل ہیں۔

۳۔ دراوڑی: تامل، تلگو، ملیالم، کنٹری ہندوستان میں، پاکستان میں براہوی۔

۴۔ مونڈرا: اس میں ہندوستان کی گونڈ، نستھال، منڈلی، راج محل اور سنبھل پوری۔

۵۔ بانتو: افریقہ کی ایک سو پچاس زبانیں۔

۶۔ امریکی ریڈ انڈین قبائل: متعدد ریڈ انڈین قبائل کی زبانیں، ان میں سے بعض اب ان قبائل کے ساتھ بھی ناپید ہو چکی ہیں۔

۷۔ ملایا: اس علاقے کی متعدد زبانیں۔

۸۔ ہند یورپی: زبانوں کے اس عظیم سلسلے کو آریائی اور ہند جرمانی بھی کہتے ہیں۔
ہندوستان کی بیشتر بڑی زبانوں کے علاوہ یورپ کی تمام اہم زبانیں جیسے انگریزی، جرمن، فرانسیسی، اطالوی اور کیلٹک زبانیں۔ (۵)

مندرجہ بالا خاندانوں میں ہند یورپی خاندان سب سے اہم ہے۔ علمائے لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ آسٹرک اور دراوڑی زبانوں کے علاوہ یورپ اور ایشیا کی تمام اہم زبانیں ہند یورپی کی شاخیں ہیں۔ اس خاندان میں اکثر ایسی زبانیں شامل ہیں جو علمی و ادبی لحاظ سے دنیا کی رہنما زبانیں ہیں۔ ہند یورپی خاندان کی زندہ زبانوں کو آٹھ شاخوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔

''۱۔ ہندایرانی یا آریائی ،۲۔ ارمنی ،۳۔ بلقان سلافی ،۴۔ البانوی ،۵۔ ہیلینی
۶۔ اٹالوی، ۷۔ کیٹلک ،۸۔ ٹیوٹونی'' (۶)

مندرجہ بالا شاخوں میں آرمینی، البانوی ، بلقان سلافی (بالٹو) اور کیٹلک زبانوں کے بولنے کی تعداد زیادہ نہیں اور نہ ان کی کوئی غیر معمولی اہمیت ہے۔ تاہم بقیہ تین خاندان اہم ہیں۔ یونانی اپنے علمی سرمائے کے لیے مشہور ہے۔ اطالوی شاخ میں لاطینی، فرانسیسی، اسپینی اور پرتگالی زبانیں، جبکہ ٹیوٹونی شاخ میں جرمن اور انگریزی شامل ہیں۔ برصغیر کے تناظر میں ہند ایرانی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ہند یورپی زبان ترقی کرتی ہوئی تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح میں اپنی دوسری منزل میں ''ہندایرانی'' یا ''آریائی'' کے نام سے موسوم ہوئی۔ ''ہندایرانی (آریائی) خاندان کو مزید تین شاخوں میں منقسم کیا جاتا ہے: ۱۔ ایرانی، ۲۔ پشاچہ، ۳۔ ہندآریائی (۷)۔

۱۔ ایرانی میں قدیم و جدید فارسی، دری، پشتو، بلوچی وغیرہ شامل ہیں۔

۲۔ پشاچہ میں کشمیری، کافر، چترالی، شنا وغیرہ شامل ہیں۔

۳۔ ہندآریائی میں اردو، ہندی، بنگالی، پنجابی، سندھی اور پراکرتیں وغیرہ شامل ہیں۔ یعنی

زبان کے بولنے والوں کا جو گروہ ایران میں مقیم رہا،اس سے ایرانی،کشمیراوراس کے آس پاس بسنے والے گروہ سے پشاچہ (دردی) اور ہندوستان میں آباد ہونے والے گروہ سے ہندآریائی کا سلسلہ چلا۔

ہندوستانی زبانوں کے خاندان:

آریوں کی آمد سے قبل ہندوستان میں بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں کے بارے میں خاطرخواہ مواد دستیاب نہیں ہے البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آریاؤں کی آمد سے قبل ہندوستان میں تین نسلیں آباد رہیں۔

۱۔ نگریٹو (Negretos): ہندوستان میں پایا جانے والا پہلا انسانی گروہ ہے، جو نسلاً حبشی ہے۔ یہ لوگ شاید افریقہ سے سمندر کے کنارے کنارے چلتا ہوئے ہندوستان پہنچے۔ یہ پہلے جنوبی ہند،اس کے بعد شمال سے ہوتے ہوئے انڈومان کے جزیروں میں جا بسے۔۔ملایا،سماترا اور فلپائن کے بعض جزیروں میں آج بھی ان کے بعض آثار نظر آتے ہیں۔ ہندوستان کے لسانی سرمایے میں ان کی زبان سے متعلق کوئی ثبوت دستیاب نہیں۔

۲۔ آسٹرک (Austric): نگریٹو کے علاوہ ہندوستان آنے والوں میں ایک اور نسل کا پتا چلتا ہے جو آسٹرک یا پروٹو آسٹرلائنڈ کہلاتے تھے۔انھوں نے بول چال کی جو زبان استعمال کی وہ اسی نسل کے نام پر آسٹرک کہلائی۔ان کی زبان کی بعض شاخیں ملایا،انڈونیشیا، ہندچینی اور مان کھمیر وغیرہ علاقوں میں بھی پہنچی اور خیالات واحساسات کے اظہار کا ذریعہ قرار پائیں۔ ہندوستان میں آج بھی خصوصاً آسام، بنگال، بہار، مدھیہ پردیش اوراڑیسہ کے بعض علاقوں میں کول اور منڈا زبانیں بولی جاتی ہیں،جن کا ماخذ آسٹرک زبان ہی ہے۔

۳۔ دراوڑ (Dravadian): ہندوستانی زبانوں کا تیسرا اہم خاندان دراویدی خاندان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی زبان ہے جو آسٹرک نسل کے فوراً بعد بحیرۂ روم سے

ہندوستان وارد ہوئے اور وادیٔ سندھ کو اپنا مسکن بنایا لیکن آہستہ آہستہ ملک کے شمالی حصوں میں پھیلتے گئے۔ آریوں کی یلغار کے بعد جنوب کا رخ کیا۔ پاکستان میں براہوی اور ہندوستان میں اس خاندان کی چار بڑی زبانیں تامل، تلگو، ملیالم اور کنڑ موجود ہیں۔ اس نسل نے سنسکرت زبان اور اس کے وسیلے سے ہند آریائی خاندان کو بہت حد تک متاثر کیا۔ (۸)

زبانوں کا ہند آریائی خاندان:

یہ ہندوستانی زبانوں کا سب سے اہم خاندان ہے۔ اس کی ابتدا آریوں کی آمد سے ہوئی۔ ہند آریائی، ہند یورپی کی شاخ ہے۔ جس وقت یہ قوم وارد ہوئی اس وقت ہندوستان میں دراوڑ آباد تھے اور ان کی بولی رائج تھی۔ آریا چونکہ جنگ جو تھے، اس لیے انھوں نے دراوڑوں کو جنوب کی سمت دھکیل دیا اور خود شمالی ہندوستان میں پھیل گئے۔

ہند آریائی میں سنسکرت، پراکرت، اپ بھرنش مشرقی اور مغربی ہندی نیز تمام جدید آریائی زبانیں شامل ہیں۔ ماہرین لسانیات نے آریوں کی زبان کے عروج وارتقا کے درج ذیل مدارج بیان کیے ہیں (۹):

۱۔ قدیم ہند آریائی (۱۵۰۰ ق م سے ۶۰۰ ق م تک۔ قریباً ۹۰۰ سال)

۲۔ وسطی ہند آریائی (۶۰۰ ق م سے ۱۰۰۰ء تک ۱۶۰۰ سال)

۳۔ جدید ہند آریائی (۱۰۰۰ء سے عصر حاضر تک قریباً ۱۰۲۵ سال)

ڈاکٹر چڑجی کے مطابق عام بول چال میں ان ادوار کو سنسکرت، پراکرت اور بھاشا کا دور کہتے ہیں۔ (۱۰)

قدیم ہند آریائی زبان کو بھی درج ذیل منزلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ ویدک منزل (رگ وید، یجر وید، اتھر وید، سام دید) جس زبان میں وید لکھے جاتے ہیں یعنی

سنسکرت مذہب کی زبان ہوتی ہے۔

۲۔ عہد پانینی کی منزل (پانینی کی اشٹ ادھیائی اور پنج تلی کی مہا بھاشیہ لکھی جاتی ہیں۔اس دور میں سنسکرت زبان مذہبی علما کی زبان قرار دی جاتی ہے۔

۳۔ رزمیہ منزل سنسکرت سرکاری زبان بن جاتی ہے۔اس کا تعلق مذہب سے ٹوٹ جاتا ہے۔

۴۔ ٹکسالی منزل: اس عہد میں سنسکرت قواعد نویسوں کی پابند ہو کر خود کو محصور کر لیتی ہے اور عوام سے دور ہو جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کے پہلو بہ پہلو عوامی بولیاں پروان چڑھنے لگتی ہیں۔ (۱۱)

اشتقاقیات(Etymology)

علم اشتقاق یا اشتقاقیات الفاظ کی تاریخ کا علم ہے۔یہ علم معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ کسی لفظ نے ماضی میں ارتقا کے سفر کے مختلف مراحل میں کیا کیا شکلیں اختیار کیں۔تاریخ کے مختلف ادوار میں اس لفظ کے بدلتے مفاہیم کیا تھے؟ اور ایک زبان سے دوسری زبان میں اس لفظ نے کس طرح اور کس شکل و معنی کے ساتھ سفر کیا (۱۲) ۔

لفظ کے ماخذ اور اس میں رونما ہونے والی صوتی، صوری اور معنوی تبدیلیوں کی تاریخ کا سراغ لگانا اشتقاقیات کہلاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر شوکت سبزواری "ان قاعدوں کا علم جن کے تحت لفظوں میں تراش خراش ہوئی اور کٹ چھٹ کر وہ اپنی موجودہ شکل میں آتے ہیں، علم الاشتقاق یا اشتقاقیات ہے" (۱۳)۔ پروفیسر خلیل صدیقی کے مطابق " لسانیات کا جو شعبہ الفاظ کے ماخذ اور اشتقاق سے بحث کرتا ہے، اشتقاقیات کہلاتا ہے (۱۴)۔

ماہرینِ لسانیات اشتقاقیات کو تاریخی لسانیات کی اساس قرار دیتے ہیں۔زبانوں کے آغاز و ارتقا کے مسائل کا مطالعہ تحقیقاتِ لفظی یا تاریخی الفاظ کا سہارا لیتا ہے۔اس لیے اشتقاقیات کو لسانیاتی تحقیق کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ بلاشبہ ہند یورپی خاندان کی زبانوں کے مطالعے کی بنیاد

تحقیقاتی لفظی یا تاریخِ الفاظ پر رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اشتقاقیات، تقابلی لسانیات کے فروغ کا باعث بنی ہے۔اشتقاقیات لسانی تحقیق کے ڈھانچے کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اٹھارویں صدی میں اس کی بنیاد قیاسات پر مبنی ہوتی تھی۔الفاظ کی صوری اور معنوی مشابہت پر توجہ دی جاتی تھی۔جدید اشتقاقیات ایسے دو الفاظ کا بھی مشترکہ ماخذ ڈھونڈ نکالتی ہے، جن کی کوئی دو آوازیں بھی مشابہ نہ ہوں۔اس کا طریق مطالعہ تاریخی ہوتا ہے، جس میں تمام ممکنہ شواہد کی روشنی میں جانچ پڑتال کر کے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جدید اشتقاقیاتی نقطہ نظر سے ارتقائی مدارج اور ان کے مآخذ کا سراغ لگانے کے لیے اصول وقواعد وضع کیے گئے اور منہاج مطالعہ کی توضیح کی گئی۔کلموں کے صوتی پہلو کی طرف توجہ دی گئی اور صوتی تشابہ کے فارمولے اخذ کیے گئے۔ ہر زبان کے الفاظ میں لسانی تغیرات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تغیرات صوتی، صوری اور معنوی سطح پر رونما ہوتے ہیں۔ وقت کے ساتھ زمانے کی خراد پر ترشتے ترشاتے اور ڈھلتے ڈھلاتے الفاظ اپنی اصل سے مختلف صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ لسانی تغیرات مختلف اسباب و عوامل کا نتیجہ ہوتے ہیں، جغرافیائی اختلاط، تہذیبوں کے میل جول، لسانی نقل مکانی، زبانوں کا ملاپ اور بولنے والوں کے تسہیلی رجحانات ان تغیرات کے اسباب وعوامل ہیں۔لفظوں کی اپنی ایک تاریخ ہوتی ہے، جو ان کے تدریجی ارتقا کی نشان دہی کرتی ہے۔ بلکہ ہر لفظ قوموں کے اختلاط، تہذیبوں کے میل جول , بولنے والوں کے ذہنی رجحانات اور عصری میلانات کی کہانی بھی سناتا ہے. سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں ''اگر ہم یہ جاننا چاہیں ہیں کہ کسی قوم کے تعلقات اور رابطے دنیا کی کن کن قوموں سے رہے ہیں، تو اس قوم کے لفظوں کے خزانے میں ہمارے لیے معلومات کا بڑا سرمایہ محفوظ ملے گا''(۱۵)۔

ہند آریائی خاندان میں بہت سی اشتقاقی فرہنگیں مدون کی گئیں، جن میں سے اکثر کا تعلق یورپی زبانوں سے ہے۔اردو میں اشتقاقیات کے موضوع پر سب سے پہلے مولانا محمد حسین آزاد

نے آبِ حیات اور سخن دانِ فارس میں بحث کی۔ سید احمد دہلوی نے فرہنگِ آصفیہ میں بعض الفاظ کے اشتقاق پر اظہارِ خیال کیا۔ عبدالستار صدیقی نے مقالات میں بعض الفاظ کی اصل اور جغرافیائی مقامات سے بحث کی ہے۔ مولوی احمد دین کی تصنیف ''سرگذشتِ الفاظ'' (۱۹۲۳ء) اس ضمن میں ایک اہم کتاب ہے۔ انھوں نے ''سرگذشتِ الفاظ'' میں پادری ٹرنچ کی کتاب ''Study of Words'' سے بھر پور استفادہ کیا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے ''نقوشِ سلیمانی'' (۱۹۳۹ء) میں اس موضوع پر قابلِ قدر کام کیا۔ اس کتاب کے تین مضامین میں اردو کے چند الفاظ کی ماہیت اور ماخذ سے بحث کی ہے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اشتقاقیات کے ضمن میں قابلِ قدر کام کیا ہے۔ انھوں نے اپنی تصنیف ''اردو زبان کا ارتقا'' (۱۹۵۶ء) میں اردو کے لسانی سرمائے کے ارتقائی جائزے میں جدید اشتقاقیات کے اصولوں کو سامنے رکھا۔ لسانی مسائل (۱۹۶۲ء) میں بھی تحقیق الفاظ کے مضامین شامل ہیں۔ اردو نامہ (کراچی) میں ''اشتقاقیات'' کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب کے سلسلہ وار مضامین (۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۲ء) شائع ہوتے رہے۔ اگرچہ اس موضوع پر ان کی کوئی مستقل کتاب نہیں، تاہم یہ مضامین نمونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو نامہ میں سید قدرت نقوی کے بھی وقیع مضامین شائع ہوئے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری اور سید قدرت نقوی کے مضامین اردو اشتقاقیات کی روایت کا اہم سرمایہ ہیں۔ پروفیسر حبیب اللہ غضنفر کی تصنیف ''زبان و ادب'' میں دو مضامین ملتے ہیں۔ عین الحق فرید کوٹی کا مضمون ''اردو الفاظ کی اصل'' اردو نامہ شمارہ ۲۵، (۱۹۶۶ء) میں شائع ہوا۔ امان اللغات (اُردو میں مستعمل عربی الفاظ کا اشتقاق لغت) مولف مولوی محمد امان الحق ہے، جس میں ۳۸۳ عربی مصادر اور ان کے مشتقات کے معانی درج کیے گئے ہیں۔ امان اللغات کا ذکر اردو لغت نویسی کی تاریخ میں خال خال نظر آتا ہے۔ اس کا طبع اول ۱۸۷۰ء طبع دوم ۱۸۷۶ء ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے تدوین و ترتیب کی اور قیمتی حواشی کا اضافہ کیا۔

اشتقاقیات سے متعلق چند کتب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

المفرد المرکب از مولوی عبداللطیف (۱۶۔۱۹۱۷ء)، تحقیق اللغات از ڈاکٹر عنایت اللہ (۱۹۲۳ء)، لفظوں کی انجمن از سید احمد حسین (۱۹۹۶ء)، پردہ اٹھادوں اگر الفاظ سے از ف۔ رحیم (۲۰۰۳)، لفظوں کی کہانی لفظوں کی زبانی از خالد احمد (۲۰۰۴ء)، سیاحتِ لفظی از ممتاز ڈاہر (۲۰۰۷ء) لفظوں کا دلچسپ سفر از ایس اے ہاشمی (۲۰۰۷ء)، ہیں کواکب کچھ از حسین حمید فرہاد (۲۰۰۷ء)، اشتقاقی لغت از سہیل بخاری (۲۰۰۵ء) (۱۶)۔

ب۔سماجی لسانیات(Sociolinguistics)

سماجی لسانیات میں زبان کا مطالعہ سماج کے تناظر میں کیا جاتا ہے۔اس شاخ میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ سماجی عناصر جیسے جنس، نسل، عمر یا سماجی طبقہ زبان پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں۔

جیراڈ وان ہرک کے مطابق:

The scientific study of relationship(s) between language and society. (۱۷)

سماجی لسانیات معاشرے میں زبان کا مطالعہ ہے۔سماجی لسانیات ایک تجزیاتی تنظیم (Empirical Discipline) ہے۔سماجی ماہرین لسانیات اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ ہم مختلف سماجی تناظر میں مختلف طریقوں سے کیوں بولتے ہیں؟ سماجی ماہرین لسانیات کے نزدیک زبان ایک ذہنی نہیں بلکہ ایک ثقافتی اور سیاسی رجحان ہے۔یہ زبان کے استعمال پر معاشرتی عوامل جیسے ثقافتی اصول، ذات، معاشرتی درجہ بندی، معیشت وغیرہ کے اثرات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

۱۹۶۰ء میں زبان اور معاشرے کے تعلق پر سنجیدہ مباحث کا آغاز ہوا۔سماجی لسانیات کی

اصطلاح سب سے پہلے کیمرج کے ماہرِ علم بشریات طامس ہوڈسن(Thomas Hodson) نے ۱۹۳۹ء میں متعارف کرائی۔ (۱۸)

ساٹھ کی دہائی میں زبان اور معاشرے پر سنجیدہ مباحث کا آغاز ہوا۔ ولیم لیبو (William Labov)، باسل مرنسٹین، ڈیل ہائمز، جان گمپرز، جوشوافش مین اور چارلس فرگومن اس کے بنیاد گزاروں میں شامل ہیں۔ اس مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ مائیکروسماجی لسانیات(Micro Socio linguistics):

اس سے مراد لسانیات کی عمودی یا افقی انداز میں تحقیق ہے، جو اکثر بولی اور اسلوبیاتی تغیر پر مرکوز ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ لسانی رجحان کی کھوج کرتی ہے جیسے کہ بولیوں کے درمیان صوتی فرق یا مرد اور عورت کی گفتگو کا فرق، یہ سادہ سماجی لسانیات کہلاتی ہے۔ یہ تفصیلی طور پر فرد کے زبانی اظہار کا مطالعہ کرتی ہے۔

۲۔ میکروسماجی لسانیات(Micro Socio linguistics):

اس میں پورے لسانی گروہ (speech communty) کے طرزِ عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً سماجی شناخت زبان کے انتخاب کو کیسے متاثر کرتی ہے؟ اسے زبان کی سماجیات کہا جاتا ہے۔ یہ وسیع پیمانے پر زبان اور سماجیات کے درمیان تعلق کا مطالعہ کرتی ہے۔ اس قسم کے مطالعے میں زبان کا data کارآمد ہوتاہ۔ جیسے کوئی شخص کہاں سے ہے؟ وہ دیہات میں ہے یا شہر میں؟ عمر اور جنس، افراد خاندان، کس قسم کی رہائش گاہوں میں رہائش پذیر، تعلیم کا معیار، کام کی قسم، کیا ہجرت کی ہے؟ اگر ہجرت کی ہے تو کہاں سے اور کب؟ زبان جو وہ اپنے گھر میں استعمال کرتے ہیں، انفرادی طور پر زبان کے استعمال کی تفصیلات اور مختلف زبانوں کے بولنے والے ذولسان سماج کا مطالعہ۔

زبان کا تنوع(Varities of Language):

بولنے کے بہت سے طریقے ہیں اور بولنے کا ہر طریقہ ایک تنوع ہے۔مثلاً مختلف لہجے اور بولیاں،اس طرح کی تفریق کی بنیاد سماجی،تاریخی،مقامی یا ان سب کا مجموعہ ہوسکتی ہے۔مراد یہ کہ کسی بھی زبان میں تنوع اور تغیر کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں۔مثال کے طور پر:

(الف) صارفین(Users):جب ہم صارفین کی بنیاد پر زبان کے تغیرات پر توجہ دیتے ہیں تب بولیاں اور لہجے جیسی مثالیں ملتی ہیں۔

(ب)استعمال (use):جب ہم استعمال کی بنیاد پر زبان کے تغیرات پر توجہ دیتے ہیں تو رجسٹر (زبان کا مخصوص استعمال)(Register)جیسی مثالیں ملتی ہیں۔

(ج) سماجی تعلقات (Social Relations) سماجی تعلقات کی بنیاد پر متکلمین (Speakers)کے درمیان زبان کے تغیرات کا جائزہ لیتے ہیں تو مخصوص طبقاتی بولی جیسی مثالیں سامنے آتی ہیں۔مثلاً حکمرانوں کی بولی،مزدوروں کی بولی۔

سماجی لسانیات کی چند اصطلاحات

بولی اور زبان

زبان کی ابتدائی سطح بولی کہلاتی ہے،جو روزمرہ کے معاملات،کاروباری لین دین،اور سماجی روابط کو بحال اور متحرک رکھنے میں مدد و معاون ہوتی ہے۔عوام کی اکثریت اسی پر انحصار کرتی ہے۔زبان مقامی بولیوں سے ہی توانائی حاصل کرتی ہے۔بولی سے مراد زبان کی مخصوص صورت جو کسی مخصوص علاقے یا جغرافیائی حدود میں بولی جاتی ہو؛جو معیاری اور ادبی زبان سے تلفظ،قواعدی ساخت اور روزمرہ کے اعتبار سے اتنی مختلف ہو کہ اسے ایک منفرد وحدت قرار دیا جا

سکے۔ زبان کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اور بولی کا محدود۔ ایک زبان کے علاقے میں کئی بولیاں ہوسکتی ہیں، لیکن ایک بولی والے علاقے میں کئی زبانیں نہیں ہوسکتیں۔ زبان میں ہر تصور و احساس کے اظہار کا ملکہ ہوتا ہے اور زبان سے ادبی تخلیق کا کام لیا جاتا ہے۔ تعلیمی، انتظامی، عدالتی، سیاسی اور تہذیبی شعبوں میں زبان کام آتی ہے۔ بولی میں یہ تب وتاب نہیں ہوتی۔ زبان کے لیے رسم الخط لازم ہوتا ہے۔ اس بنا پر زبان کو بولی پر فوقیت حاصل ہے۔ تحریر کے سبب زبان کے دستاویز محفوظ رہتے ہیں اور الفاظ کا ذخیرہ بھی روز افزوں رہتا ہے۔ بولی خصوصاً تکلمی اظہار ہے اور تحریری۔ تاہم یہ ضروری نہیں کہ ہر بولی تحریر سے عاری ہو۔ بولی صرف گفتگو تک محدود نہیں ہوتی۔ اس کے تحریری روپ نجی خطوط اور لوک ادب میں نظر آتے ہیں۔

بولی اور زبان کے چند امتیازات درج ذیل ہیں۔

(i): بولی کا مطلب بول چال کی زبان اور زبان کا مطلب تحریری زبان ہے۔ بولی ہماری زبانی روایت کی طرف اشارہ
کرتی ہے اور زبان تحریری روایت کی طرف۔

(ii): بولی انفرادی شناخت کی نمائندہ ہے اور زبان اجتماعی شناخت کی۔ لفظ بولی کا استعمال ہم اس وقت کرتے ہیں، جب ہم اس کا تعلق کسی خاص فرد، طبقے، گروہ، جماعت یا علاقے کی زبان کے طور پر کرتے ہیں مثلاً فلاں کی بولی، عورتوں کی بولی، پس ماندہ طبقے کی بولی، کسی خاص مقام کی بولی وغیرہ۔

(iii): زبان کے واضح اصول وضوابط ہوتے ہیں، جبکہ بولی اصول وضوابط سے قدرے آزادی ہوتی ہے، کیونکہ ان میں انفرادی اپیچ زیادہ ہوتی ہے۔

(iv): بولی میں ایک قسم کا کچا پن ہوتا ہے۔ وہ ضابطوں میں بندھی نہیں ہوتی۔ بولیاں نفاست سے عاری ہوتی ہیں۔ ان پر صیقل کی پرت نہیں چڑھی ہوتی، نہ ان کے نوک پلک سنورے ہوتے ہیں۔

(v): بولی کے لیے مقامی ہونا ضروری ہے یعنی اس میں مٹی کی خوشبو شامل ہوتی ہے۔

(vi): زبان کے لیے معیار بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ترسیل، جبکہ بولی کا واحد مقصد ترسیل ہے۔

پروٹو زبان(Proto Language):

کسی زبان کی اولین یا قدیم ترین صورت کو کہتے ہیں۔اس سے مراد وہ اصل قدیمی زبان ہے، جس سے موجودہ زبانوں کے دھارے نکلے ہیں۔ یہ مورث اعلیٰ زبان بھی کہلاتی ہے۔ یہ کسی خاندان یا اسٹاک کی ابتدائی شکل ہوتی ہے۔اسے تاریخی و تقابلی طریقوں سے دریافت کیا جاتا ہے۔اس کی بہترین مثال پروٹو ہند یورپی ہے، جس سے یونانی، لاطینی، اوستا اور ویدک زبانیں نکلیں۔

زبانوں کا جتھا/ سٹاک (Stock):

زبان کے اوپر لسانی خاندان ہوتا ہے۔ یہ ان کئی زبانوں پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک مشترک مورث اعلیٰ سے نکلتی ہیں۔ایسے کئی خاندان مل کر ایک اسٹاک کہلاتے ہیں۔اسٹاک اکثر قبل از تاریخ دور میں ہوتا ہے۔ یہ خاندانی شجرہ بندی کی آخری حد ہوتا ہے مثلاً ہند یورپی ایک اسٹاک ہے جس میں یونانی، اطالوی، کیلٹک ، ہند آریائی اور بعض دوسرے خاندان ہیں۔

مردہ زبان(Dead Language)

ایسی زبان جس کا استعمال عوام میں متروک ہو چکا ہو اور جسے کوئی بھی مادری زبان کے طور پر نہ بولتا ہو۔مردہ زبان کہلاتی ہے۔زبانیں عموماً دو وجوہات کی بنا پر مردہ ہو جاتی ہیں۔

۱۔ زبانیں تقریری روپ سے زیادہ کنارہ کشی اور لغت و قواعد کے زیادہ احترام کے باعث

۔جیسے عبرانی اور سنسکرت۔

۲۔ بولنے والوں کی تعداد کم ہو جانے سے۔جیسے پاکستان کے شمالی علاقے کی کچھ زبانیں۔

لسانی علاقہ (Speech Area) اور لسانی گروہ (Speech Community):

وہ علاقہ جس میں بولی جانے والی کوئی زبان یا بولی گردونواح کے علاقے میں مسلمہ معیار سمجھتی جاتی ہے۔

لسانی گروہ سے مراد ایک جیسی زبان بولنے والے لوگوں کا ایسا گروہ ہے جو بول چال کی خصوصیات اور ابلاغ میں مشترک ہوں۔

ج۔نفسیاتی لسانیات (Psycholinguistics):

علمِ نفسیات انسانی ذہن کے سائنسی مطالعے کا نام ہے۔ چونکہ نفسیاتی اور میکانکی عمل مل کر انسانی خیالات کو زبان کا روپ عطا کرتے ہیں، اس لیے میکانکی عمل کے ساتھ ساتھ نفسیاتی عمل کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔نفسیاتی لسانیات میں ان نفسیاتی پہلوؤں پر غور کیا جاتا ہے جو زبان سیکھنے، سمجھنے اور استعمال کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔لسانی مطالعے کی اس شاخ میں تین مختلف عوامل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔(۱) زبان کا سیکھنا، سمجھنا اور استعمال کرنا، (۲) از بان کی ابتدائی تشکیل اور (۳) مادری زبان کے علاوہ دوسری زبان کے سیکھنے کا عمل۔نفسیاتی لسانیات یہ مطالعہ کرتی ہے کہ زبان کیسے بولی جاتی ہے اور کیسے سمجھی جاتی ہے؟ بچے دوسرے بالغ افراد سے مادری زبان کیسے سیکھتے ہیں اور سیکھنے اور سمجھنے کے اس عمل کے دوران بچے پر کیا حیاتیاتی، سماجی اور نفسیاتی عوامل

اثر انداز ہوتے ہیں؟ مادری اور غیر مادری زبان کو سیکھنے میں کیا فرق ہے؟ اور غیر مادری زبان سیکھتے ہوئے کون سے نفسیاتی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

نفسیاتی لسانیات، نفسیات اور لسانیات کا درمیانی علم ہے۔ نفسیاتی لسانیات میں زبان کے عمل کے نفسیاتی پہلو پر تفصیل سے غور کیا جاتا ہے، جس میں زبان کی آموزش (Language Learning) اور نقص گویائی (Aphasia) اہم ہیں۔ اس شاخ میں بچوں کی حرکی، سماجی اور لسانی نشوونما کے مدارج کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور سیکھنے کے عمل کی مختلف اقسام اور نظریات (Mentalism) اور (Behaviourism) بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

نفسیاتی لسانیات زبان کی آموزش (Language Learning) اور نقصِ گویائی (Speech Disorder) پر نفسیات کے اطلاق کا مطالعہ ہے۔ نفسیاتی نہایت قوت فہم (Perception) کا بھی نفسیاتی جائزہ پیش کرتی ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ زبان کی آموزش، نقص گویائی یا تقریر اور قوت فہم نفسیاتی لسانیات کے اہم موضوعات ہیں۔ نقص گویائی یا نقش تقریر کی اہم اقسام درج ذیل ہیں:

الف) فتور گویائی (Aphasia):

فالج کے اثر سے یا دماغ کی کوئی رگ پھٹ جانے سے کسی فرد کے بولنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کو فتور گویائی کہتے ہیں۔ اس کی کئی ذیلی شکلیں ہیں۔

i۔ اگر مریض الگ الگ لفظ بول سکے مگر ان الفاظ کو ملا کر ایک جملے کی شکل میں ادا نہ کر سکے تو اسے Aphrasia کہتے ہیں۔

ii۔ اگر الفاظ کی ادائیگی کی صلاحیت بھی جاتی رہے تو اس کیفیت کو Aphtongia کہتے ہیں۔

iii۔ جب قوت گویائی چلی جائے تو اسے Aphonia کہتے ہیں۔

(ب) نقص قوت تحریر (Dysgraphia):

اس مرض میں دماغ کے کسی حصے کے متاثر ہونے یا اس میں کوئی نقص پیدا ہو جانے کی وجہ سے الفاظ کو ترتیب سے لکھنے کی صلاحیت معدوم ہو جاتی ہے۔

(ج) نقص نطق(Dysalia):

یہ اصطلاح اس وقت استعمال ہوتی ہے جب کسی فرد میں بولنے یا صحیح طریقے سے بولنے کی صلاحیت معدوم ہو جاتی ہے۔

(د) سمعی فتور شناخت(Auditory Agnosia):

اس مرض میں مبتلا افراد آوازوں کی شناخت کرنے کی صلاحیت کھو دیتے ہیں۔

د۔حوالہ جات

۱۔ سیدمحی الدین قادری،ڈاکٹر ہندوستانی لسانیات (حیدرآباددکن:شمس الاسلام پریس،۱۹۳۲ء)ص۶۳

۲۔ گیان چندجین،پروفیسر،عام لسانیات (لاہور: بک ٹاک،میاں چیمبرز،3ٹمپل روڈ،۲۰۱۸ء)ص۸۸۱

۳۔ سیدمحی الدین قادری،ڈاکٹر ہندوستانی لسانیات (حیدرآباددکن:شمس الاسلام پریس،۱۹۳۲ء)ص۲۶

۴۔ اقتدارحسین خان،ڈاکٹر،لسانیات کے بنیادی اصول،ایجوکیشنل بک ہاؤس،علی گڑھ، ۱۹۸۵ء،ص۱۵

۵۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،اُردوزبان کی مختصرترین تاریخ،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد، ۱۹۹۵ء،ص۱۱

۶۔ سیدمحی الدین قادری،ڈاکٹر،ہندوستانی لسانیات،ص۵۱

۷۔ ایضاً،ص۵۳

۸۔ امیراللہ شاہین،ڈاکٹر،جدیداردولسانیات (میرٹھ:چغتائی پبلشرنمبر۶۷مفتی اسٹریٹ،۲۰۲۱ء)ص۳۳۔۳۵

۸۔ امیراللہ شاہین،ڈاکٹر،جدیداردولسانیات (میرٹھ:چغتائی پبلشرنمبر۶۷مفتی اسٹریٹ،۲۰۲۱ء)ص۳۶۔۳۷

۱۰۔ سیدمحمودالحسن رضوی،ڈاکٹر،لسانیات اوراردو (لکھنؤ:احباب پبلشرمقبرہ عالیہ گولہ گنج،۱۹۷۲ء)ص۱۱۱

۱۱۔ امیراللہ شاہین،ڈاکٹر،جدیداردولسانیات (میرٹھ:چغتائی پبلشرنمبر۶۷مفتی

اسٹریٹ،۲۰۲۱ء)ص۳۷

۱۲۔ Philip Durkin,The Oxford Guide to Etymology(Newyork:Oxford University Press,2009)P.1

۱۳۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، اشتقاقیات، مشمولہ اردو نامہ، شمارہ ۱۴، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء، ص۷۶

۱۴۔ پروفیسر خلیل صدیقی، زبان کا مطالعہ (مستونگ: قلات پبلشرز، ۱۹۶۴ء) ص۲۰۴

۱۵۔ سید سلیمان ندوی، مولانا، نقوش سلیمانی (اعظم گڑھ: دار المصنفین، ۱۹۳۹ء) ص۲۸۹

۱۶۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، تحقیق الفاظ واشتقاق اوران کی اردو فرہنگیں ماہنامہ اخبار اردو، (اسلام آباد: ادارہ فروغِ قومی زبان،، ستمبر۔اکتوبر ۲۰۲۰ء) ص۷۔۱۰

۱۷ Garard Van Herk,What is Sociolinguistics?(ویسٹ سسیکس: ولی بلیک ویل، ۲۰۱۲ء) P.-10

۱۸ John Edward,Sociolinguistics:A very short Introduction(New York:Oxford UnversityPress,2013)P.4

ہ۔ اہم نکات

۱۔ تاریخی لسانیات میں زبان کا تاریخی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ زبان کا ماخذ، ارتقا اور تشکیل اس کا موضوع ہوتا ہے۔ اس میں زبان کی زندگی اور وفات پر بھی بحث کی جاتی ہے۔ تقابلی لسانیات میں تاریخی اعتبار سے باہمی رشتہ رکھنے والی زبانوں کا تقابلی جائزہ لیا جاتا

ہے۔

۲۔ لسانیات میں زبانوں کی درجہ بندی کے دو اہم طریقے ہیں۔

(i)۔نوعی درجہ بندی

(ii)۔نسبی درجہ بندی

۳۔ زبانوں کے مشترکہ اجداد کو پروٹولینگوئج کہتے ہیں۔

۴۔ ہند یورپی خاندان، زبانوں کے قدیم ترین خاندانوں میں سے ایک ہے، جس کا وسیع پیمانے پر مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۵۔ اشتقاقیات تاریخی لسانیات کی وہ شاخ ہے جس میں الفاظ کی تاریخ معلوم کی جاتی ہے۔

۶۔ سماجی لسانیات، لسانیات کی وہ شاخ ہے جو معاشرے کے سلسلے میں زبان کا مطالعہ کرتی ہے۔

۷۔ سماجی عناصر سے مراد سماجی طبقہ، نسل، جنس اور عمر وغیرہ ہیں۔

۸۔ بولی سے مراد کسی زبان کا جغرافیائی متبادل ہے یعنی یہ جگہ یا علاقے کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔

۹۔ ہر زبان کئی بولیوں کا مجموعہ ہوتی ہے ہر بولی کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جو اسے دوسری بولی سے ممتاز کرتی ہیں۔

۱۰۔ لہجہ کسی ملک، صوبے، علاقے یا شہر کے مخصوص بول چال کے طریقے کو کہتے ہیں۔

۱۱۔ لسانی گروہ سے مراد ایک جیسی زبان بولنے والے لوگ ہیں۔

۱۲۔ نفسیاتی لسانیات میں زبان کے عمل کے نفسیاتی پہلو پر تفصیل سے غور کیا جاتا ہے، جس میں زبان کی آموزش اور نقص گویائی اہم ہیں۔

و۔خود آزمائی

مختصر سوالات

۱۔ بولی کی تعریف کریں؟

۲۔ ہندیورپی خاندان کی پانچ مشہور زبانوں کے نام لکھیں؟

۳۔ فتور گویائی سے کیا مراد ہے؟

موضوعی سوالات

۱۔ تاریخی لسانیات کے متنوع پہلوؤں پر بحث کریں۔

۲۔ سماجی لسانیات کا مفہوم بیان کریں اوراس کی اہم اصطلاحات کی وضاحت کریں۔

۳۔ نفسیاتی لسانیات کی وضاحت کریں۔

ذ۔مجوزہ کتب

گیان چندجین، پروفیسر، عام لسانیات (لاہور: بک ٹاک، میاں چیمبرز، 3 ٹمپل روڈ، ۲۰۱۸ء)

اقتدار حسین خان، ڈاکٹر، لسانیات کے بنیادی اصول، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۸۵ء)

امیر اللہ شاہین، ڈاکٹر، جدید اردو لسانیات (میرٹھ: چغتائی پبلشر نمبر ۷۶ مفتی اسٹریٹ، ۱۲۰۲۱ء)

رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، لسانیات کے بنیادی مباحث (کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۱ء)

سید محی الدین قادری، ڈاکٹر ہندوستانی لسانیات (حیدرآباد دکن: شمس الاسلام پریس، ۱۹۳۲ء)

سید احتشام حسین (مترجم)، ہندوستانی لسانیات کا خاکہ (لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، ۱۹۴۸ء)

نصیر احمد خاں، ڈاکٹر، اردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی لسانیاتی مطالعہ (دہلی: ادارہ تصنیف ۷/ڈی ماڈل ٹاؤن، ۱۹۷۹ء)

باب ہفتم

لسانیات کی بنیادی اصطلاحات

(Basic Terms of Linguistics)

فہرست مضامین

الف۔ لسانیات کی بنیادی اصطلاحات
فرد بولی
معیاری زبان
پست معیاری زبان
گنوارو بولی
بولیوں کا علم
لسانی جغرافیہ
لسانی منصوبہ بندی
مستعاریت
کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ
ڈائگلوسیا
ٹرائگلوسیا
پجن
کریول
رجسٹر
خفیہ زبانیں
ب۔ اہم نکات
ج۔ خود آزمائی
د۔ مجوزہ کتب

الف۔لسانیات کی بنیادی اصطلاحات

(Basic Terms of Linguistics)

فرد بولی (Ideolect)

کسی فردِ واحد کی زبان کو فرد بولی/ انفرادی بولی کہتے ہیں۔ یہ اصطلاح کسی زبان کے ہر فرد کی ذاتی بولی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اس کے مختلف عناصر ہیں۔ جیسے آواز کا معیار اور طبعی حالت جو فرد کے کلام کی شناخت کے لیے معاون ہوتے ہیں۔ ہر زبان بولنے والا غیر شعوری طور پر اپنی مرضی کے مطابق قواعد اور لغت استعمال کرتا ہے۔ اس کے پیچھے بولنے والے کی پوری شخصیت کارفرما ہوتی ہے، یعنی اس کا خاندانی، علاقائی اور تعلیمی و ذہنی پس منظر۔

فرد بولی کا مطالعہ (Linguistics Onotogeony): یہ ایک انفرادی مطالعہ ہے جس کے ذریعے ہم کسی شخص کی پیدائش سے لے کر اس کی وفات تک ادا کی جانے والی بولی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کسی شخص کی زبان کے تمام نشیب و فراز کا وقت بہ وقت مطالعہ کرنے کے بعد ایک ڈائری تیار کی جاتی ہے اور آخر میں اس مطالعے کے ذریعے کسی بھی شخص کی بچپن سے بڑھاپے تک بولی جانے والی زبان کی مختلف نوعیّتوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

معیاری زبان(Standard Language):

معیاری زبان یا معیاری بولی زبان کی وہ شکل ہے ،جو اس زبان کی دیگر انواع(Varities) کے مقابلے میں درست تسلیم کی جاتی ہے اور جسے تحریر، ذرائع ابلاغ اور تدریس میں ترجیح دی جاتی ہے۔(۱) جس طرح بی بی سی کی انگریزی، تہران کی فارسی اور ریڈیو پاکستان کی اردو معیاری زبان کی مثالیں ہیں۔

معیاری زبان صرف پر تکلف موقعوں کے لیے ہوتی ہے۔ کلام روم، عدالت، اسمبلی، لیکچر

ہال وغیرہ۔

معیاری زبان تعلیم وادب، نظم ونسق، تہذیب اور مجلس کی زبان ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت، وقعت روز افزوں ہوتی ہے۔ معیاری زبان مختلف بولیوں کے درمیان مشترک زبان کا کام دیتی ہے۔ معیاری زبان میں بات چیت کرنا تہذیب اور مرتبت کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ پڑھے لکھے اور دولت مند طبقے کے لوگ زبان کا پاکیزہ روپ استعمال کرتے ہیں۔

معیاری زبان کے کئی روپ ہوتے ہیں جیسے:

(۱) ادبی زبان سب سے زیادہ فصیح اور قواعد وضوابط میں جکڑ بند ہوتی ہے۔

(۲) دوسرے موضوعات کی تحریری زبان ہوتی ہے مثلاً اخبار یا تاریخ وجغرافیہ کی کتابوں کی زبان۔ کتابوں میں زبان جس طرح لکھی جاتی ہے اس طرح کوئی بولتا نہیں ورنہ گفتگو کو مصنوعی اور کتابی کہا جائے گا۔ اس طرح تقریر کو روزمرہ تحریر میں پیش نہیں کیا جاتا۔

(۳) معیاری زبان سے قدرے مختلف بعض پیشوں کی زبان ہے مثلاً انجینئر، ڈاکٹر، وکیل، مذہبی قائدین، کھلاڑی، ہندوستانی طلباء کی زبان میں انگریزی الفاظ، مولویوں کی زبان میں عربی وفارسی الفاظ، پنڈتوں بھاشا میں سنسکرت الفاظ کی بہتات ہوتی ہے۔

معیاری زبان بننے کے کئی اسباب ہیں: سیاسی اقتدار، دینی برتری، ادب وغیرہ۔

معیاری زبان کے استعمال کی بھی کئی سطحیں اور کئی معیار ہوتے ہیں۔ 1. ادبی یا کتابی معیار 2. تقریری معیار 3. صوبائی معیار 4. پست معیار (Sub- Standard) 5. سوقیانہ-روزمرہ(Slang) 6 . طبقاتی بولی

1- P.H.Matthews,Oxford Concise Dictionary of Linguistics(New York:Oxford University Press,1997)

پست معیاری زبانSub-standard language:

تعلیم سے محروم اور معاشی اعتبار سے کمزور لوگ زبان کو کسی قدر مسخ کر کے بولتے ہیں۔ان کی زبان کو پست معیاری زبان کہتے ہیں۔مثلاً شہر کے کم پڑھے لوگ، نچلے اور نچلے متوسط طبقے کے افراد،مختلف طرح کے کاریگر،مستری،خوانچے والے ،چھوٹے دکان دار وغیرہ اس قسم کی زبان بولتے ہیں۔

گنوارو بولی(Patois):

بولی کی سب سے زیادہ مسخ شدہ شکل گنوارو بولی کہلاتی ہے۔اس کا علاقہ مختصر ہوتا ہے۔یہ بولی غیر مہذب اور جاہلانہ ہوتی ہے۔جس طرح معیاری بولی کی غیر فصیح شکل کو پست معیاری بولی کہلاتی ہے،اس طرح علاقائی بولی کی پست تر شکل کو گنوارو بولی کہتے ہیں۔

بولیات یا بولیوں کا علم (Dialectology):

بولیوں کے مطالعے کے علم کو بولیات کہتے ہیں۔''بولیوں کے علم میں جغرافیائی یعنی علاقائی بولیوں (Regional)(Dialects کا بطور،خاص مطالعہ کیا جاتا ہے اور علاقائی تحتی بولیوں کی قواعد،بولیوں کی فرہنگ اور بولیوں کے علاقوں کا لسانی نقشہ (Linguistic Map) بنایا جاتا ہے۔جس اٹلس میں بولیوں کے لسانی نقشے دیے گئے ہوں،اسے بولی اٹلس کہا جاتا ہے۔''(۱)

یہ لسانیات کی ذیلی شاخ ہے جس میں زبان میں جغرافیائی تقسیم کے لحاظ سے پیدا ہونے والی تبدیلیوں اور ان سے وابستہ دیگر مباحث کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس میں دیکھا جاتا ہے کہ ایک زبان میں کسی ایک خاص زمانے میں مختلف جگہوں پر کیوں فرق پیدا ہوتا ہے اور ایک ہی زبان علاقہ کے ساتھ کیسے تبدیل ہوجاتی ہے۔یوں کسی ایک زبان کا یک زمانی (Synchronic) مطالعہ کرتے ہوئے مقامی سطح پر بولی جانے والی مختلف بولیوں کا موازنہ کیا جاتا ہے۔William Labov اس شعبے کے سب سے بڑے محقق مانے جاتے ہیں۔

اس شعبے کے ماہرین (Dialectologists) کہلاتے ہیں۔ بولیوں کے نقشے (Dialect Atlas) میں کسی بولی کی منتخب خصوصیات مثلاً اصوات، ذخیرہ الفاظ، قواعدی پیکروں وغیرہ کی حدود کو ظاہر کیا جاتا ہے۔

دیکھیے: (۱)

P.H Matthews,Oxford Concise Dictionary of Linguistics(New York:Oxford University Press,1997)

لسانی جغرافیہ/ بولیوں کا جغرافیہ (Linguistics Geography):

۱۸۹۱ء میں فرانسیسی عالمِ لسانیات ایب پی روسل (Abbe P. Rousselot) نے ایک مخصوص علاقے میں بولی جانے والی زبان کے مختلف لہجوں کی صوتی تحقیق کر کے بولیوں کے جغرافیے یا لسانی جغرافیے کی راہیں ہموار کیں۔ J.Gillieron اور E. Edmont نے ۱۹۰۲ء اور ۱۹۱۰ء کے درمیان فرانس کے جو لسانی نقشے (Linguistics Atlas) تیار کیے اسے زبان کے پُر پیچ اور مبہم سے ارتقا کی توجیہات کے لیے کار آمد سمجھا گیا۔ چناں چہ ''لسانی جغرافیہ'' کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ یہ وہ علم جس کے ذریعے زبانوں اور اس کی مختلف بولیوں کے علاقے مقرر کیے جاتے ہیں۔ اس میں کسی زبان سے تعلق رکھنے والی بولیوں کے لسانی اختلافات جو جغرافیائی اثرات کا نتیجہ ہوتے ہیں ان کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ماہرینِ لسانیات فیلڈ ورک (Field Work) کے ذریعے کسی زبان سے تعلق رکھنے والی بولیوں کے لسانی اختلافات، کلماتی انحرافات اور لب و لہجے کے تغیرات، کی جغرافیائی حد بندی کرتے ہیں۔ ان سے حاصل ہونے والے نتائج کی مدد سے لسانی نقشے (Linguistic Atlas) اور بولیوں کے چارٹ بنائے جاتے ہیں جو زبان کے پر پیچ اور مبہم ارتقا کی توجیہات کے لیے کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔

رولینڈ جے ایل بریٹن کا بنایا ہوا جنوبی ایشیا کی زبانوں اور برادریوں کا اٹلس بھی اس سلسلے

میں مفید معلومات پیش کرتا ہے۔اس اٹلس مین ہمارے خطے کی کئی زبانوں اور بولیوں کے علاقوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔(۱)

سر جاج گریرسن کا ہندوستان کا لسانیاتی سروے(Linguistic Survey of India) ایک اہم دستاویز ہے۔ گریرسن نے پٹواریوں اور کلکٹروں کے ذریعے معلومات جمع کیں لیکن ان کی ترتیب و تدوین خود کی۔(۲)ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اردو کی مختلف علاقائی تحتی بولیوں (مثلاً کھڑی بولی، بندیلی، برج بھاشا) اور ہندوستان کی دوسری زبانوں کا لسانی نقشہ اپنی کتاب میں دیا ہے۔(۳)اظہر علی فاروقی نے خاصی تفصیل سے الگ الگ نقشے بنا کر اردو کی علاقائی تحتی بولیوں کی لسانی حد بندی کی ہے۔(۴)ڈاکٹر غلام حیدر سندھی نے بعض پاکستانی زبانوں کے لسانی نقشے دیے ہیں۔(۵)اردو کی علاقائی تحتی بولیوں نیز دیگر پاکستانی زبانوں کے لسانی نقشے پر تفصیلی کام کی ضرورت ہے۔

1- Roland J-L Breton,Atlas of the Language and Ethnic Communities of

South asia(Delhi:Sage Publications,1997)

2- Grierson G A: Linguistics Survey of India, Motilal Banarsidas: Delhi,

(1916).

۳۔ محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات (لکھنو:نسیم بک ڈپو،۱۹۶۰ء)ص۱۶

۴۔ دیکھیے:اظہر علی فاروقی،اتر پردیش کے لوک گیت (دہلی:قومی کونسل برائے فروغِ قومی زبان،۱۹۹۸ء)

۵۔ دیکھیے: پاکستان کا لسانی جغرافیہ (اسلام آباد:نیشنل انسٹیٹیوٹ آف پاکستان سٹڈیز،۲۰۰۵ء)

لسانی منصوبہ بندی(Language Planning):

لسانی منصوبہ بندی سے مراد وہ شعوری سرگرمیاں ہیں جو زبان کے ساتھ اور حیثیت میں

تبدیلی لانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس میں کارپس پلاننگ، اسٹیٹس پلاننگ اور تحصیلِ زباں کی منصوبہ بندی وغیرہ شامل ہیں۔

مستعاریت(Borrowing):

مستعاریت سے مراد کسی زبان میں غیر ملکی الفاظ کو شامل کرنا ہے۔ جب کسی تصور کے لیے کوئی لفظ مقامی زبان میں دستیاب نہیں تو ہم غیر ملکی الفاظ مستعار لیتے ہیں۔ جیسے اردو میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن، ریڈیو وغیرہ۔ جس زبان سے الفاظ مستعار لیے جاتے ہیں اسے عطیہ کی زبان (Donor Language) اور جو زبان الفاظ مستعار لیتی ہے اسے وصول کنندہ کی زبان (Recipient Language) کہتے ہیں۔ اردو میں اس سے ملتی جلتی اصطلاح دخیل الفاظ بھی ہے۔ تاہم دخیل اور مستعار الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے۔ دخیل الفاظ سے مراد ایسے الفاظ ہیں جو براہ راست ایک زبان سے دوسری زبان میں تبدیلی کیے بغیر لیے جاتے ہیں، جبکہ مستعار الفاظ میں مقامی مزاج کے مطابق ترمیم کر لی جاتی ہے۔ تاہم عموماً مستعاریت سے مراد دوسری زبان سے لیے ہوئے الفاظ ہیں؛ چاہے وہ ترمیم شدہ حالت میں ہوں یا اصلی حالت میں۔

دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں مستعار الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اردو میں عربی فارسی اور دوسری زبانوں کے مستعار الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔

کوڈ مکسنگ (Code-mixing) اور کوڈ سوئچنگ (Code Switching):

دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے متبادل الفاظ کو کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ کہا جاتا ہے۔ اس اصطلاح کو بعض اوقات لینگوئج سوئچنگ یا صرف سوئچنگ بھی کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت حال ذو لسانی (bilingual) افراد کی گفتگو کے دوران پیدا ہو سکتی ہے۔

اگر بولنے والا آدھا جملہ یا چند الفاظ ایک زبان مین ادا کرے اور بقیہ دوسری زبان میں تو

اسے کوڈ مکسنگ (خلطِ زباں) کہتے ہیں۔مثلاً ''میں کب سے تمھارا wait کرر ہا ہوں۔

کوڈ سوئچنگ (تبدیلیٔ زباں) سے مراد ایک ذولسانی شخص کا وہ رویہ ہے جب وہ لاشعوری طور پر ایک کوڈ کو بولتے ہوئے دوسرے کوڈ میں منتقل ہو جائے۔یعنی بولنے والا ایک زبان بولتے ہوئے ساری گفتگو دوسری زبان میں کرنے لگے۔ مثال کے طور پر تم کل کہاں تھے۔ We missed you very much۔

کوڈ مکسنگ اور کوڈ سوئچنگ کی متعدد وجوہات ہیں۔

۱۔ جب بولنے والا ایک زبان پر پوری قدرت نہ رکھتا ہو اور اسے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے مجبوراً دوسری زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

۲۔ مخصوص علاقے یا مخصوص لسانی گروہ سے ذہنی ہم آہنگی کے لیے۔

۳۔ کسی خاص طرزِ عمل یا روے کے سبب مثلاً غصہ، دوستانہ اور مزاحیہ طرزِ عمل کے اظہار کے لیے۔

بعض اوقات کوڈ مکسنگ یا کوڈ سوئچنگ لسانی ماحول اور لسانی عادات کے زیرِ اثر لاشعوری طور پر بھی ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں کچھ لوگ نفسیاتی رعب ڈالنے کے لیے بھی اردو میں انگریزی کی ملاوٹ کرتے ہیں۔

لسانی ثنویت یا ڈائگلوسیا(Diglossia):

لفظ ڈائگلوسیا(Diglossia) میں di (ڈائی) یونانی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنٰی ہے ''دو''۔لسانی ثنویت ایسی صورتِ حال کو کہتے ہیں، جب دورانِ کلام بیک وقت دو زبانیں بولی جاتی ہوں۔سماجی لسانیات میں لسانی ثنویت ایک اہم تصور ہے۔ بنیادی طور پر لسانی ثنویت دنیا کی ہر زبان میں پائی جاتی ہے۔معاشرے میں اقتصادی اور تعلیمی تفریق لسانی ثنویت میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔جن معاشروں میں شرح خواندگی زیادہ ہوتی ہے ان میں لسانی ثنویت کسی

معاشرتی تفریق کا باعث نہیں بنتی۔مثال کے طور پر انگلستان اور جاپان کے کئی معاشرے۔

مثال کے طور پر ہم ہندوستان کے صوبہ بہار کے لوگوں کی مادری زبان اردو ہے لیکن ان کی بول چال کی گفتگو اور اخبار اور کتابوں کی زبان میں حیرت انگیز طور پر فرق ہے۔ اسی طرح سوئٹرز لینڈ میں جرمن زبان بولی جاتی ہے لیکن وہاں جرمن زبان کی دو بولیاں رائج ایک معیاری جرمن ہے اور دوسری سوئیس جرمن۔اسی طرح گلی محلے میں بول چال کی زبان استعمال ہوتی ہے۔ جبکہ روایتی زبان تحریر وتقریر اور دفاتر میں استعمال ہوتی ہے۔ایسی صورتِ حال میں ایک زبان کو اعلیٰ سمجھا جاتا ہے اور اسے رسمی طور پر (مثلاً خطبات، اور تحریر وتقریر میں) استعمال کیا جاتا ہے۔جبکہ دوسری زبان کو پست خیال کیا جاتا ہے اور اسے روزمرہ گفتگو اور غیر رسمی موقعوں پر بولا جاتا ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

David Crystal,The penguin Dictionary of Language(London:Penguin Books,1999)

ٹرائگلوسیا(Triglossia):

لفظ ٹرائگلوسیا(Triglossia) میں tri (ٹرائی) یونانی زبان کا لفظ ہے، جس کا مفہوم ہے ''تین''۔بعض اوقات اس معاشرے میں دو کی بجائے تین زبانیں بیک وقت مروج ہوتی ہیں اور ان کی حیثیت اور سماجی مرتبہ ان کے استعمال کے لحاظ سے اعلیٰ یا پست تصور ہوتا ہے اس صورتحال کو ٹرائگلوسیا کہتے ہیں۔مثال کے طور پر تیونس میں فرانسیسی، کلاسیکی عربی اور روزمرہ عربی کا استعمال ہے۔اس میں فرانسیسی اور کلاسیکی عربی کو اعلیٰ اور مقامی نوعیت کی عربی کو پست سمجھا جاتا ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

David Crystal,The penguin Dictionary of Language(London:Penguin Books,1999)

ملواں زبان یا پجن (Pidgin) اور کریول (Creole):

اوکسفرڈ ڈکشنری کے مطابق لفظ پجن دراصل انگریزی کے لفظ بزنس (Business) کا چینی میں بگاڑ ہے، یعنی کاروبار، تجارت، بیوپار، پیشہ یا معاملہ(۱)

پجن ایک رابطہ زبان ہے جو نا قابل فہم زبانیں بولنے والوں کے درمیان معاشی یا معاشرتی ضروریات کے بحث معرض وجود میں آتی ہے۔ اسے تجارتی زبان بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات دو کمیونٹیز کے رابطے کی وجہ تجارت ہوتی ہے۔ اگرچہ پجن کا ذخیرہ الفاظ عام طور پر غالب زبان پر منحصر ہوتا ہے لیکن یہ غالب اور ماتحت زبان میں توازن برقرار رکھتی ہے۔ پجن میں دوسری زبانوں کی طرح مقامی بولنے والے نہیں ہوتے۔ پجن میں صوتیے اور ذخیرۂ الفاظ محدود ہوتا ہے اور قواعد کا نظام بھی مضبوط نہیں ہوتا۔

پجن زبان عام طور پر رابطے میں آنے والی دو زبانوں میں سے قواعد اور ذخیرہ الفاظ میں ایک زبان پر زیادہ انحصار کرتی ہے۔ اس کی مثال افریقہ میں ملتی ہے جہاں مغربی زبانوں نے مقامی زبانوں کے ساتھ مل کر پجن بنالی۔ پجن زبان نو آبادیات میں ملتی ہیں جہاں استعماری قوتوں نے نو آبادیات قائم کی۔ پجن ضرورت کے مطابق ایک سادہ سی زبان ہوتی ہے، جس کا مقصد تجارت یا روزمرہ کے معاملات کو نبٹانا ہوتا ہے۔ پجن باہر سے آنے والی یا مقامی سطح کی دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے اختلاط سے وجود میں آتی ہے۔ ان زبانوں کو ہنگامی یا عارضی سمجھا جاسکتا ہے۔

پجن زبانوں کا سرمایہ مخصوص، کلمات قلیل اور محدود ہوتے ہیں۔ قواعدی ساخت بھی واجبی اور محدود سی ہوتی ہے، ان کے مناصب یا تفاعل بھی گنتی کے ہوتے ہیں۔ جن زبانوں کی اساس پر ان کی تشکیل ہوتی ہے، ان کے سامنے معمولی اور مسخ نظر آتی ہیں۔ اگرچہ کسی کی مادری زبان نہیں ہوتی لیکن تاہم لاکھوں افراد کے درمیان لسانی ابلاغ کا ذریعہ بنتی ہیں اور زبان کے تغیرات سے دلچسپی رکھنے والوں کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں۔

1- Concise Oxford English Dictionary,2006

کریول(Creole):

کریول لاطینی کے لفظ crear سے ماخوذ ہے،جس کا معنیٰ ہے تخلیق۔یہی لفظ مختلف زبانوں میں ذرا سے مختلف تلفظ اور املا کے ساتھ رائج ہوئے اور اس کا مطلب ہوا ملازم یا غلام جس کی گھر میں پرورش ہوئی ہو۔اس کا ایک مفہوم ''افریقی غلام جو برازیل میں پیدا ہوا ہو'' ہے۔(۱)

اردو میں اس کے لیے کرخنداری زبان کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔کاروباری یا رابطے کی ایسی زبان جو معاشی،معاشرتی یا سیاسی طور پر محکوم گروہوں میں روزمرہ گفتگو کی واحد زبان بن گئی ہو۔جس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نوآبادیاتی زبان کو جس سے یہ نکلتی ہے۔صرفی اعتبار سے انتہائی سادہ بنا دیتی ہے۔

کریول وہ زبان ہے جو پجن سے وجود پذیر ہوتی ہے۔اس کو مقامی بولنے والا کوئی نہیں ہوتا لیکن پجن کے بولنے والوں کے بچے سیکھ لیتے ہیں اور کسی گروہ یا برادری کی زبانِ اول بن جاتی ہے۔دنیا میں آج ایک سو کے قریب پجن اور کریول زبانیں بولی جاتی ہیں جن کی بنیاد بالعموم ہسپانوی،ولندیزی،فرانسیسی،انگریزی اور پرتگالی ہیں۔(۲)

1- Darrell t.Tryon et al,Pacific Pidgins and Creoles: Origins, Growth and

Development(Berlin:moten de groter,2004)p.7.16

2- Ibid P.6

سلینگ (Slang):

سلینگ کی اصطلاح غیر رسمی الفاظ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔انھیں سوقیانہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ لڑکوں یا چھوٹے طبقوں میں مستعمل ہوتے ہیں۔اس کی خصوصیت غیر ثقہ ہونی ہے۔ان میں

سے کچھ باہر کی زبانوں سے مستعار ہوتے ہیں بقیہ انوکھے انداز میں معنی بدل کر بنا لیے جاتے ہیں۔۔سلینگ کو معیاری زبان کا حصہ نہیں مانا جاتا اور رسمی صورت حال میں اس کا استعمال معیوب سمجھا جاتا ہے۔تاہم سلینگ کے لیے غیر رسمی ہونا ضروری نہیں کیونکہ سلینگ عوامی چیز ہے اور عوام سے ہی اٹھتا ہے۔سلینگ استہزائیہ بھی ہوسکتا ہے اور فحش بھی۔ بہت سے عریاں محاورے انھیں کے ذیل میں آتے ہیں۔سلینگ بسا اوقات پرانے لفظوں کو نئے معانی دیتا ہے۔مثلاً شاپر (بے وقف آدمی)،ٹیکسی (طوائف)، چیتا (کسی کام میں تیز)، جہاز (نشئی)،سوفٹ ویراپ ڈیٹ کرنا وغیرہ۔سلینگ کا ایک خاص پس منظر ہوتا ہے اور دائرہ خاصا محدود بھی ہوسکتا ہے۔سلینگ کا تعلق عمر سے بھی ہوتا ہے اور طبقوں سے بھی۔مثلاً مغرب میں نوجوانوں کے ہاں خاص سلینگ (ذخیرہ الفاظ) استعمال ہوتا ہے۔اسی طرح دفتری سلینگ ، ورکشاپ کے سلینگ وغیرہ۔اکثر سلینگ کی زندگی مختصر ہوتی ہے اور وقت کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں۔مثلاً جنگِ عظیم کے دوران سلینگ کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ وجود میں آیا، جو جس کی کثرت مستعمل نہیں ہے اور وہ انگریزی سلینگ کی پرانی لغات تک محدود ہے۔اردو میں دو سلینگ لغات دستیاب ہیں۔اولین اردو سلینگ لغت از ڈاکٹر رؤف پاریکھ اور اردو سلینگ کی لغت از قاسم یعقوب۔اگرچہ رسمی حالت میں سلینگ کا استعمال معیوب سمجھا جاتا ہے،لیکن کچھ سلینگ عوامی بول چال سے اٹھ کر تحریر میں شامل ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ معیاری زبان کا حصہ بن جاتے ہیں۔اس کی کچھ تفصیل ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے اپنی تصنیف میں دی ہے۔

مخصوص طبقاتی بولی/رجسٹر (Register):

رجسٹر کی اصطلاح سماجی لسانیات اور اسلوبیات میں استعمال ہوتی ہے۔رجسٹر سے مراد زبان کی وہ نوع (Variety) ہے جو خاص صورت حال میں استعمال ہوتی ہے۔(۱) جیسے قانونی رجسٹر یا وکلا کی زبان،صحافتی رجسٹر یا صحافیوں کی زبان۔اسی طرح سائنسی رجسٹر،ادبی رجسٹر

وغیرہ۔مثلاً کمپیوٹری رجسٹر(کمپیوٹر کی زبان) میں نیٹ ورکنگ کا معنیٰ دہشت گردی کی نیٹ ورکنگ سے مختلف ہے۔

اگر کسی زبان میں تنوع طبقوں اور پیشوں کی بنیاد پر ہوتو اسے طبقاتی بولی کہتے ہیں۔جہاں تک اردو کی سماجی بولیوں کا تعلق ہے وہ نسلی امتیازات،طبقاتی تفریق اور پیشوں کے علاوہ دوسری سماجی نوعیّتوں مثلاً تعلیم،عمر جنس وغیرہ سے جڑی ہوتی ہیں۔اس اعتبار سے اردو کی لسانی ساخت کی جو بدلی ہوئی شکلیں سامنے آتی ہیں،انھیں سماجی بولیوں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔جیسے مزدوروں کی زبان، اعلیٰ طبقے کے مہذب لوگوں کی زبان، ناخواندہ لوگوں کی زبان،کم تعلیم یافتہ طبقے کی زبان وغیرہ۔اسی لیے ہم سماجی دباؤ کی وجہ سے اپنے تسلیم شدہ معیار سے ہٹی ہوئی اردو کو کرخنداری کے نام سے پکارتے ہیں۔زبان کی اس بدلی ہوئی شکل کو سماجی بولی کہیں گے۔زبان کی ایک قسم اس کے بولنے والوں کے پیشوں سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔یونیورسٹیوں میں پڑھنے یا پڑھانے والوں کی زبان تجارت پیشہ لوگوں سے الگ ہوتی ہے۔جو زبان ہم ڈاکٹروں کو بولتے ہوئے سنتے ہیں،وہ وکالت کا پیشہ اختیار کرنے والے استعمال نہیں کرتے۔

1- David Crystal,The penguin Dictionary of Language(London:Penguin Books,1999)p.2241.

خفیہ زبانیں (Cant/Argot):

کسی خاص طبقے کی بولی جسے اس گروہ یا طبقے کے علاوہ کوئی اور نہ سمجھ سکے۔اسے چور بولی بھی کہتے ہیں۔یہ مصنوعی طریقے سے بنائی گئی زبانیں ہوتی ہیں۔یہ پوری زبانیں نہیں ہوتیں بلکہ مخصوص محاورے یا علامتی اظہار ہوتے ہیں جن کی واحد غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کو برتنے والے حلقے کے باہر انھیں کوئی نہ سمجھ سکے۔گویا یہ ایک خفیہ کوڈ ہے جسے جرائم پیشہ افراد یا حساس اور خفیہ ادارے پیغامات کی ترسیل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

ب۔اہم نکات

۱۔ فرد بولی کی اصطلاح کسی زبان کے ہر فرد کی ذاتی بولی کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

۲۔ معیاری زبان یا معیاری بولی زبان دیگر انواع کے مقابلے میں درست تسلیم کی جاتی ہے اور جسے تحریر، ذرائع ابلاغ اور تدریس میں ترجیح دی جاتی ہے۔

۳۔ بولیوں کے مطالعے کے علم کو بولیات کہتے ہیں۔

۴۔ لسانی جغرافیے کی مدد سے لسانی نقشے اور بولیوں کے چارٹ بنائے جاتے ہیں

۵۔ معیاری بولی کی غیر فصیح شکل پست معیاری بولی کہلاتی ہے، اس طرح علاقائی بولی کی پست تر شکل کو گنوارو بولی کہتے ہیں۔

۶۔ لسانی منصوبہ بندی سے مراد ایسی سرگرمیاں جو کسی زبان کی ساخت اور حیثیت میں تبدیلی لانے کی کوشش ہوتی ہیں، مثلاً کسی زبان کو دفتری زبان یا تعلیمی زبان قرار دینا۔

۷۔ مستعاریت سے مراد کسی زبان میں غیر ملکی الفاظ کو شامل کرنا ہے۔

۸۔ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کا باہم تبادلہ کوڈ مکسنگ یا کوڈ سوئچنگ کہلاتا ہے۔

۹۔ لسانی ثنویت (Diglossia) ایسی صورتِ حال کو کہتے ہیں، جب دوران کلام بیک وقت دو زبانیں بولی جاتی ہوں۔

۱۰۔ بعض اوقات کسی معاشرے میں دو کی بجائے تین زبانیں بیک وقت مروج ہوتی ہیں اور ان کی حیثیت اور سماجی مرتبہ ان کے استعمال کے لحاظ سے اعلیٰ یا پست تصور ہوتا ہے اس صورتحال کو ٹرائنگلو سیا کہتے ہیں

۱۱۔ پجن عام طور پر تجارتی علاقوں اور بندرگاہوں وغیرہ میں وجود پذیر ہوتی ہے۔ کریول اس کی ذیلی شکل ہے۔

۱۲۔ سلینگ غیر مہذب زبان ہوتی ہے۔

۱۳۔ گروہ بولی کا تعلق سماجی طبقے سے ہے۔اسے رجسٹر یا طبقاتی بولی بھی کہتے ہیں۔اس کا تعلق مخصوص طبقوں اور پیشوں سے ہے جیسے صحافیوں کی زبان،وکلا کی زبان۔

۱۴۔ خفیہ زبان کو جرائم پیشہ افراد یا حساس ادارے پیغامات کی ترسیل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

ج۔خودآزمائی

موضوعی سوالات:

۱۔ لسانیات کی پانچ بنیادی اصطلاحات کی وضاحت کریں۔

۲۔ درج ذیل اصطلاحات کی وضاحت کریں۔

۳۔ فرد بولی، بولیات،لسانی جغرافیہ،گنوارو بولی،مستعاریت،کوڈ مکسنگ ،ڈائگلوسیا

۴۔ اور ٹرائگلوسیا،پجن اور کریول،گروہ بولی،سلینگ

د۔مجوزہ کتب

۱۔ فرہنگ اصطلاحات لسانیات (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۷ء)

۲۔ الٰہی بخش اختر اعوان ڈاکٹر ،کشاف اصطلاحات لسانیات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)

۳۔ عامر علی خان، پروفیسر (مرتب)،فرہنگ اصطلاحات لسانیات (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۱۰ء)

باب ہشتم

اردو لسانیات کی تاریخ وارتقا

فہرست مضامین

الف۔ اردو لسانیات کی تاریخ وارتقا

ب۔ حوالہ جات

ج۔ خود آزمائی

الف ۔اردولسانیات کی تاریخ وارتقا

لسان عربی زبان کا لفظ ہے،جس کا معنی ہے زبان۔''یات'' کا لاحقہ اردو میں علوم وفنون کے لیے مستعمل ہے۔جیسے حیات سے حیاتیات،معاش سے معاشیات،نفس سے نفسیات وغیرہ۔ اس طرح لسانیات سے مراد ہے زبان کا علم ۔اردو میں یہ اصطلاح انگریزی اصطلاح Linguistics کا متبادل ہے۔لسانیات زبان کی سائنس ہے اور یہ زبان کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ ایک منظّم اور مربوط سائنسی انداز میں کرتی ہے۔لسانیات کی جامع تعریف یوں ہوسکتی ہے:"لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ زبان کی ماہیت،تشکیل،ارتقا،زندگی اور وفات کے متعلق آ گاہی حاصل ہوتی ہے۔ "(۱) اردو میں لسانی تحقیق ابھی ابتدائی مرحلے پر ہے اور لسانی تحقیق کے شعبے کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے بہترین منصوبہ بندی اور عملی کاوشوں کی ضرورت ہے۔خاص طور پر جامعات میں اردولسانی تحقیق کا فقدان ہے۔اردو میں لسانی اورلسانیاتی تحقیق کا آغاز اٹھارویں صدی میں ہوا۔انیسویں صدی میں کسی قدر باقاعدگی پیدا ہوئی۔بیسویں صدی میں ترقی یافتہ مما لک اور زبانوں کے لسانی علم سے استفادے کا رجحان بڑھا اور سائنسی اندازِ تحقیق کو اپنانے کی سعی کی گئی۔گزشتہ چند برسوں سے لسانی تحقیق میں جدید ٹیکنالوجی سے مدد لی جارہی ہے۔پاکستان میں مرکز تحقیقات اردو FAST لاہور اور مرکز تحقیقات لسانیات UET لاہور اچھی مثالیں ہیں۔معیار ومقدار کے اعتبار سے اردولسانی تحقیق دیگر ترقی یافتہ زبانوں کے مقابلے میں بہت پیچھے ہے۔تاہم اب لسانیات کی ضرورت واہمیت کا احساس بھی ہونے لگا ہے۔

ترقی یافتہ مما لک میں لسانیات پر اتنی توجہ دی جارہی ہے،جتنی دیگر سائنسی اور سماجی علوم پر بلکہ اب اسے ریاضی اور شماریات کے انداز میں وضع کیا جارہا ہے۔چونکہ ہمارے ہاں زبانوں کے

مطالعے کی اہمیت و افادیت کا وہ شعور نہیں ، جو ترقی یافتہ ممالک میں ہے۔جس کی وجہ سے لسانیات سے صرفِ نظر کیا گیا۔

لسانیات کی جولاں گاہ بہت وسیع ہے۔آج ترقی یافتہ معاشروں میں لسانیات کی مدد سے تاریخ،تہذیب اور معاشرت کے بہت سے مسائل حل کیے جا رہے ہیں۔اس سے مختلف نسلوں اور زبانوں کا باہمی اشتراک و اختلاف معلوم کیا جا رہا ہے۔اس سے قوموں اور زبانوں کی عمر کے ساتھ ان کی جائے پیدائش کے بارے میں معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔قدیم اور مردہ زبانوں کے رسم الخط اور ادب کی تفہیم بھی لسانیت کی مدد سے ممکن ہوگئی ہے۔ایسی قبائلی زبانیں جن کا کوئی رسم الخط نہیں،لسانیات کی مدد سے ان کا رسم الخط وضع کیا گیا ہے۔دنیا کی کسی بھی زبان کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے صوتیاتی رسم الخط (IPA) وضع کر لیا گیا ہے،جس میں خفیف ترمیم کے بعد کسی بھی زبان کو لکھنا ممکن ہے۔لسانیات کی مدد سے مخطوطات کے زمانی تعین میں مدد ملتی ہے۔اس کی مدد سے ایسے قواعد مرتب کرنے کی کوششیں جاری ہیں،جن کے ذریعے کسی دوسری زبان کو بہت کم عرصے میں سیکھا جا سکتا ہے۔برطانیہ اور امریکہ میں انگریزی بولنے والوں کو دوسری غیر ملکی زبان کی تعلیم دینے کے لیے لسانیات کو سکولوں میں متعارف کرایا جا رہا ہے۔افواج میں اس کے ذریعے خفیہ کوڈ بنانے اور دوسروں کے خفیہ کوڈ پڑھنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ترجمے کی ایسی مشین بنانے کی کوششیں جاری ہیں، جو ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کر سکے۔لسانیات کی ان برکات سے فیض یاب ہونے کے لیے لازم ہے کہ لمحہ موجود تک ہونے والے کام کا تنقیدی جائزہ لے کر اس کی مقدار و معیار کا تعین کر دیا جائے،تاکہ مستقبل قریب میں اردو لسانی تحقیق کو درست سمت میں ٹھوس بنیادوں پر استوار کیا جا سکے۔اس تحقیق کا ہدف یہی ہے کہ اردو لسانی لٹریچر کا تنقیدی جائزہ لے کر ہر قابلِ ذکر تحقیق و تصنیف کے اہم نکات واضح کر دیے جائیں۔اس کام سے جہاں اردو لسانیات سے متعلق موجود علمی سرمائے کے تعین قدر میں آسانی ہوگی،وہاں ان شعبوں اور

پہلوؤں کی نشان دہی ہوجائے گی،جن میں تحقیق کی ضرورت ہے۔

لسانی مطالعات کی قدیم ترین صورت الفاظ کی ایک فہرست ہے جو قدیم عراق (Mesopotamia) میں تیار کی گئی تھی۔الفاظ کی یہ قدیم ترین فہرست قریباً تین ہزار پانچ سو قبل مسیح یعنی آج سے تقریباً ساڑھے پانچ ہزار سال قبل تیار کی گئی تھی۔ یہ فہرست خط میخی (cuneiform) میں تھی۔ خط میخی کو خط اوتاد، خط پیکانی اور مسماری خط بھی کہتے ہیں۔(۲) تاریخ میں لسانی مطالعے کی روایت میں ہندوستان کو اولیت حاصل ہے۔ ہندوستان میں علمِ لسانیات کی روایت قبل مسیح سے ملتی ہے۔ویدک دور کے قواعد نویسوں میں پانینی (سے صدی قبل مسیح) کو ممتاز تریں حیثیت حاصل ہے۔پانینی دنیا کا پہلا عظیم ماہرِ صوتیات وقواعد دان تھا۔اس کی منظوم قواعد کا نام اشٹ ادھیائے (پانینم) ہے۔ اس میں آٹھ (اشٹ) ابواب (ادھیائی) اور چار ہزار سوتر (شعری سطور) ہیں۔یہ کتاب ۱۴کلیدی الفاظ پر مشتمل ہے۔عروض کے ارکانِ افاعیل کی طرح یہ الفاظ چند بے معنی حروف کے مجموعے ہیں۔سنسکرت جیسی دقیق زبان کے قواعد کو ان الفاظ میں سمو دیا گیا ہے۔پانینی نے مختلف آوازوں کا صوتی تجزیہ کیا۔وہ مسموع (مصیتی) اور غیر مسموع (غیر مصیتی) ہکاری (ہائیہ)،غیر ہکاری (غیر ہائیہ) کے فرق سے واقف تھا۔اسے ہر آواز کا صحیح مقامِ تلفیظ معلوم تھا۔حیرت ہے کہ آلات کے بغیر اس نے مصیبت کی گرفت کرلی۔صوتیات کے علاوہ اس نے الفاظ کی ساخت کے بارے میں تفصیل سے لکھا۔اس نے ویدک بھاشا (مذہبی زبان) اور عوامی سنسکرت کا تقابلی مطالعہ بھی کیا۔اس نے سنسکرت کے قواعد اتنے کسے گٹھے طریقے سے بیان کیے کہ بعد میں کوئی ان میں قابل ذکر واضافہ ترمیم نہ کرسکا،ہاں پانینی کے قواعد پر تبصرے،اصلاحیں اور تشریحات جاری رہیں۔ماہرین کا کہنا ہے کہ پانینی کی جکڑ بندیوں کی وجہ سے سنسکرت کا ارتقا رک گیا اور وہ مردہ زبان ہوگئی۔(۳) پانینی تکشلا کا رہنے والا تھا جو آج ٹیکسلا کے نام سے پاکستان کا ایک شہر ہے۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

کے مطابق پانِنی نے اپنی اس قواعد میں اپنے کم از کم پیش روں کا ذکر کیا ہے۔ سنسکرت میں لکھی گئی پانِنی کی یہ قواعد منظوم ہے اور اس کا نام اشٹا دھیائی ہے۔ پانِنی کے بعد کے دور سے بغرضِ اختصار صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔

دنیائے مغرب میں یونانیوں نے قواعد اور لسانیات کے مباحث کا آغاز کیا ہندوستان کی طرح یونان میں بھی قدیم دور میں لسانیات کے موضوع پر مباحث ملتے ہیں لیکن وہ معیار و مقدار میں ہندوستان کے مقابلے میں کم ہیں۔ تاریخی اعتبار سے سب سے پہلے افلاطون (۴۲۷۔۳۴۷ق م) کے ہاں زبان کے موضوع پر غور و فکر ملتا ہے۔ اس کی تصنیف Cratylus میں کافی تفصیل سے زبان کی ابتدا، معنی کی خصلت اور الفاظ کے ماخذ پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ اس کا اہم کام یہ ہے کہ اس نے آوازوں کی گروہ بندی کی۔ اور مصوتے، نیم مصمتے اور مصمتے کی تقسیم کی تھی۔ ارسطو (۳۸۴۔۳۲۲ق م) نے پہلی بار الفاظ کی صرفی تقسیم کی۔ اس نے کلمے کو زمروں میں تقسیم کیا۔ کلاسیکی قواعد کی اصطلاحیں اس کی اختراع ہیں۔ فاعل، مفعول، فعل ناقص اور لیٹن کے مشہور آٹھ اجزائے کلام اسی کی دین ہیں۔ اس نے پہلی بار لسانی ساخت کے باقاعدہ تجزیے کی کوشش کی۔ اس کے نزدیک قواعد منطق کا ہی حصہ ہیں۔ (۴) قواعد کے علاوہ یونان میں لغات اور لفظ کی اصل سے متعلق بہت سے کام ہوئے۔ اگرچہ یونانیوں نے زبان کی ماہیت کی طرف توجہ کی اور دنیائے مغرب میں قواعد اور لسانیات کے مطالعے کی روایت کی بنیاد رکھی، لیکن سنسکرت کے قدیم قواعد نویسوں کی طرح وہ قواعد اور صوتیات کے شعبوں میں تحقیق کا حق ادا نہ کر سکے۔ ہندوستان کا لسانیاتی مطالعہ تجزیاتی اور توضیحی تھا، جبکہ یونان کا مطالعہ زیادہ تر قیاسی اور فلسفیانہ تھا۔ عربی لسانیات کی جو روایت ملتی ہے، اس کے محرکات مذہبی تھے۔ عربی کا پہلا قواعد دان ابوالاسود ظالم بن عمر الدوئلی (۶۰۳۔۶۸۹) کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ ابوالاسود کا تعلق کوفہ تھا اور اس کی نشو و نما بصرہ میں ہوئی۔ (۵) روایت ہے کہ اس نے قواعد کے مبادیات حضرت علی

ابنِ ابی طالب سے سیکھیتھے ۔اس کے شاگردوں میں کئی نامور نحوی شامل ہیں ۔(٦) رفتہ رفتہ عربی قواعد کے دو دبستان بصرہ اور کوفہ میں ابھرے ۔ابوالاسود کے شاگردوں میں ابوعبدالرحمٰن الخلیل بن احمد (۷۱۸ء۔۷۸٦) عربی کا پہلا مستند قواعد دان اور عالم لسانیات تھا۔اسے عربی میں فن عروض کا موجد قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی دوسری " کتاب العروض "عربی قواعد کی اہم کتاب ہے۔ (۷) اس کی تالیف کتاب العین ،عربی صرف ،نحو اور تلفظ حروف کی سند ہے ۔ابوعبدالرحمٰن الخیل بن احمد کے لائق شاگرد اور عربی نحو اور صوتیات کے اہم ترین عالم سیبویہ (۷٦۰ تا ۷۹٦) نے پہلی بار عربی آوازوں کی درجہ بندی کی ۔سیبویہ کی لسانی خدمات علم النحو سے کہیں زیادہ صوتیات کے شعبے میں ہیں ۔اس کی تصنیف الکتاب کے باب الادغام میں عربی زبان کا جو صوتی تجزیہ ملتا ہے اس سے زیادہ مکمل و مستند تجزیہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتا۔سبویہ نے عربی کی تکلمی آوازوں کا تجزیہ کر کے ان کے مخارج اور کیفیت ادا کی بنیادوں پر جو تقسیم اور درجہ بندی کی ہے، جدید مغربی ماہرین صوتیات اس سے کم وبیش متفق ہیں ۔(۸) ان باکمال اساتذہ کے گروہ کو دبستان بصرہ کے نحویوں میں شمار کیا جاتا ہے ۔دوسرا مشہور دبستان کوفہ کے نحویوں کا تھا۔اس دبستان کے بانی ابوجعفر محمد بن ابی سارہ رداسی کوفی تھے۔ جامع القواعد (حصہ صرف)(۹) علم تجوید کا صوتیات (Phonetics) سے بہت گہرا نظری اور عملی رشتہ ہے ۔صوتیات بیسویں صدی میں فروغ پانے والا جدید علم ہے ۔اس میں تکلمی آوازوں کا مطالعہ اور تجزیہ سائنسی بنیادوں پر کیا جاتا ہے ۔اس علم میں اعضائے تکلم اور ان سے تشکیل شدہ آوازوں سے بحث کی جاتی ہے نیز ان آوازوں کی درجہ بندی کی جاتی ہے اور ان کی صوتیاتی خصوصیات کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے۔ تجوید میں قرآن کریم کے صوتیاتی نظام کو مطالعے کا موضوع بنایا گیا ہے اسی لیے تجوید کو قرآنی صوتیات (Quranic Phonetics) بھی کہتے ہیں ۔تجوید میں تمام حروف کو اپنے مخرج (Point of

Articulation) سے مع جمیع صفات (Manner of Articulation) کے ادا کیا جاتا ہے۔ صوتیات اور تجوید میں امتیاز صرف اتنا ہے کہ تجوید میں صرف قرآنی اصوات کی تشکیل، ادائیگی، خصوصیات اور ان کے مخارج ومنابع سے بحث کی جاتی ہے جب کہ صوتیات دنیا کی کسی بھی زبان کی اصوات کی تشکیل، ادائیگی، درجہ بندی اور امتیاز وخصوصیات کو مطالعے کا موضوع بناتی ہے۔ علاوہ ازیں صوتیات اور تجوید میں بنیادی فرق یہ ہے کہ صوتیات صوت کے تصور پر مبنی ہے جبکہ تجوید میں حرف کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ثانیا اول الذکر میں آوازوں کے مخارج کا سلسلہ دونوں ہونٹوں سے شروع ہوتا ہے اور حلق کو آخری مخرج قرار دیا جاتا ہے۔ جبکہ موخر الذکر میں حلق کو پہلا مخرج تسلیم کیا جاتا ہے اور مخارج کا بیان حلق سے شروع ہوکر بیرونی حصے پر ختم ہوتا ہے۔ تجوید ایک قدیم علم ہے جس زمانے میں قدما نے تجوید کے قواعد وضوابط منضبط کیے تھے، اس وقت صوتیات (Phonetics) کا نام ونشان تک نہ تھا۔ مقام حیرت ہے کہ آج سے کئی سو سال پہلے قدما نے قواعدِ تجوید سے متعلق جو مشاہدات پیش کیے وہ صوتیاتی نقطہ نظر سے نہایت وقیع ہیں۔ یہ باعثِ تاسف ہے کہ یہ علم مغربی علما کی نظروں سے اوجھل رہا اور ان کی کتابوں میں کہیں اس سے استفادے کا ذکر نہیں ملتا۔ (۱۰) فارسی لسانیات کے ابتدائی نقوش پر عربی کے اثرات ہیں۔ فارسی قواعد نویسی بڑی حد تک عربی قواعد کی تقلید ہے۔ برصغیر میں تقابلی لسانیات کی ابتدا سراج الدین علی خان آرزو (۱۶۸۹ء۔۱۷۵۶ء) سے ہوئی، جنھوں نے اپنی تالیف نوادر الالفاظ میں پہلی بار سنسکرت اور فارسی کا تقابل کرکے ان کی مشابہت کو توافق لسانین کے نام سے ظاہر کیا۔

اردو کے لسانی مطالعے کا ذکر کرتے ہوئے اب ہم دورِ جدید تک آ گئے ہیں۔ انیسویں صدی میں لسانیاتی دلچسپی کا مرکز ہند یورپی زبانیں تھیں۔ ماہرین لسانیات زبانوں کے رشتے اور شجرے قائم کرتے تھے اور قدیم زبانوں کی باز تشکیل کرتے تھے۔ تاریخی یا عصریاتی مطالعے سے عصری مطالعے تک لے جانے والی اہم شخصیت ساسور کی ہے۔ بیسویں صدی میں لسانیات کے کئی

دبستان بن گئے۔ان میں جنیوا سکول،فرانسیسی سکول، روسی سکول، پراگ سکول،امریکی سکول، ہارورڈ سکول، برطانوی سکول اور کوپن ہیگن سکول شامل ہیں۔ جدید دور کے اہم ترین ماہرین لسانیات یہ ہیں:

ساسور، بلوم فیلڈ(Leonard Bloomfield، چامسکی (Noam Chomsky)،یاکوبسن ،فرتھ (J. R. Firth)) ،ہیم سیلو۔ ان میں ساسور، بلوم فیلڈ اور چامسکی زیادہ اہم ہیں۔اس لیے ہم ذیل میں انھی ماہرین کے سکولوں کا ذکر کریں گے۔

جینوا اسکول اور فرڈی نینڈی ساسور(۱۸۵۷ءتا۱۹۱۳ء):

یہ سوئٹزر لینڈ میں فرنچ گھرانے میں پیدا ہوا۔۲۲ سال کی عمر میں اس نے لسانیات پر ایک عالمانہ کتاب شائع کی، جس کے بعد وہ پیرس یونیورسٹی میں معلم ہو گیا۔۱۸۹۱ء میں وہ جینوا یونیورسٹی چلا گیا۔۱۹۱۳میں اس کے انتقال کے بعد اس کے شاگردوں نے اس کے لیکچروں کی یادداشتوں کو کتابی شکل میں مرتب کیا، جو میں پیرس میں عام لسانیات کا ایک نصاب کے نام سے شائع ہوئی۔ساسور جدید لسانیات کے ستونوں میں شمار ہوتا ہے۔ساسور کی اہمیت عصری مطالعے کے آغاز کی وجہ سے ہے لیکن اب جینوا سکول اسلوبیات کی وجہ سے اہمیت رکھتا ہے۔ (۱۱)

امریکی سکول:

اس سکول میں لیونارڈ بلوم فیلڈ(Leonard Bloomfiel)۱۸۸۷ءتا۱۹۴۶ء سب سے اہم ماہرِ لسانیات ہے۔اس نے ۱۹۱۴ء میں Introduction to Study of Language شائع کی اور ۱۹۳۳ء میں اپنی کلاسیک Language شائع کی۔ بلوم فیلڈ کی کتاب زبان امریکی لسانیات کی بائبل کہی جاتی ہے۔اس میں بلوم فیلڈ نے معنی کو رد کیا اور زبان کے میکانکی پہلو یعنی صوت پر زور دیا۔ بلوم فیلڈ کو تجزیاتی لسانیات کا سب سے بڑا ستون کہہ سکتے ہیں۔اس نے تجزیاتی لسانیات کے جملہ شعبوں صوتیات،فونیمیات اور صرف ونحو کا مطالعہ کیا لیکن

اس کا خاص زور فونیمیات پر تھا۔ بلوم فیلڈ سکول کو فونیمی سکول بھی کہا جاتا ہے۔ جبکہ برطانوی سکول کو صوتی سکول (Phonetic School) کہتے ہیں، جس سے ڈینیل جونز (Daniel johns) اور فرتھ (J. R. Firth) جیسے ماہرین کا تعلق ہے۔ (۱۲)

ہارورڈ سکول: (Phonological School)

اس سکول میں نوم چامسکی (Noam Chomsky) نے ۱۹۵۷ء میں Syntactic Structures میں قواعد کا تشکیلی نظریہ پیش کیا۔ اس کی وضع کردہ قواعد کو تشکیلی گرامر یا تخلیقی گرامر (Generative Grammer) بھی کہتے ہیں۔ اس گرامر کے سہارے مشینی ترجمہ بھی ہو سکتا ہے۔ (۱۳)

ہندوستان میں لسانیات کے عالمانہ کام کا مرکز دکن کالج پونا ہے۔ مقدار میں سب سے زیادہ کام ہندی میں ہو رہا ہے، لیکن اس کام میں وہ معیار اور بلندی نہیں جو مغرب کے اداروں میں ہے۔ ہندی کے مقابلے میں لسانیات کے باب میں اردو کی کم مائیگی قابل افسوس ہے۔ اردو کسی وقیع ادارے کا ذریعہ تعلیم نہیں۔ کسی درس گاہ میں لسانیات کے شعبے میں اردو کو اپنا ذریعہ تدریس نہیں بنایا۔ اردو میں لسانیات پر جتنے لکھنے والے ہیں وہ بنیادی طور پر ادبیات کے استاد ہیں۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں شعبہ لسانیات قائم ہے۔ شاید مستقبل میں اس سے بہتر نتائج برآمد ہوں۔

برصغیر میں جدید تاریخی و تقابلی لسانیات کی بنیاد سر ولیم جونز کے کالی داس کے ڈرامے شکنتلا کے ترجمے سے پڑتی ہے، جس میں انھوں نے سنسکرت کا مطالعہ کیا اور خیال ظاہر کیا کہ سنسکرت، یونانی اور لاطینی ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ سر ولیم جونز ستمبر ۱۷۸۳ء سپریم کورٹ کے جج کی حیثیت سے کلکتہ پہنچے۔ انھیں مشرقی علوم و ادبیات سے دلچسپی تھی اور وہ متعدد زبانیں جانتے تھے۔ انھی کی کوششوں سے ۱۷۸۶ء میں ایشیاٹک سوسائٹی کی بنیاد پڑی جس کے اجلاس میں اپنے تیسرے سالانہ خطبہ فروری میں انھوں نے سنسکرت کی لسانی پختگی، عظمت و شکوہ اور یونانی، لاطینی

اور فارسی سے گہری مماثلت کا ذکر کیا۔ان کا یہ تحقیقی مقالہ جدید لسانیات اور تقابلی مطالعہ کے لیے رہنما ثابت ہوا۔ (۱۴)

دیگر مستشرقین کا بھی اردو زبان و قواعد کی تحقیق و تنقید میں اہم حصہ ہے، جن میں جان گل کرسٹ، گارساں دتاسی، میکس مولر، جان جیمز، پلیٹس، فیلن اور جارج گریرسن خاص طور پر ممتاز ہیں۔ سر جارج گریرسن کا لسانیاتی جائزہ Linguistics survey of India ہے، جو ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا۔ سر جارج ابراہم گریرسن بہار میں افسر تھے۔ انھوں نے بہاری زبانوں کا مطالعہ کر کے بہاری زبانوں کی ایک مختصر سی تقابلی قواعد لکھی۔ بعد ازاں انھوں نے اپنا شاہکار تحقیقی کام لسانیاتی جائزہ " کا آغاز کیا۔ جو ۱۸۹۴ء سے شروع ہو کر ۱۹۲۷ء میں ختم ہوا۔ یہ کام گیارہ حصوں اور انیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کے لیے انھوں نے کلکٹروں اور پٹواریوں سے تفصیلی معلومات لیں لیکن ترتیب و تدوین خود کی۔ پہلی جلد میں آریائی زبانوں کے بارے میں مفصل عالمانہ مقدمہ ہے۔ یہ اتنا وسیع، دقیق اور عظیم کام ہے کہ اگر کوئی بڑا ادارہ بھی اسے سرانجام دیتا تو اس کے لیے باعث فخر ہوتا۔ (۱۵) یہ لسانیاتی جائزہ دنیا میں بیسویں صدی کا عظیم ترین کارنامہ ہے جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

مشرقی ماہرینِ زبان میں سراج الدین علی خان آرزو وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے نوادرالالفاظ (۱۷۵۱ء) سراج اللغات اور مثمر میں قواعدِ زبان، سنسکرت اور فارسی میں لسانی مماثلت کی نشان دہی کی ہے۔ انشا اللہ خاں انشا کی دریائے لطافت (۱۸۰۸ء) میں اردو زبان کے قواعد کے علاوہ لسانی مباحث بھی شامل ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ پنڈت دتاتریہ کیفی نے ۱۹۳۵ء میں کیا۔ محمد حسین آزاد نے سخن دانِ فارس (۱۸۸۷ء) میں عمومی لسانیات کے مباحث اور زبانوں کے لسانی رشتوں کی بات کی۔ سید احمد دہلوی کی تصنیف علم اللسان (۱۹۰۰ء)، مرزا سلطان احمد کی زبان (۱۹۱۶ء) اور عبدالقادر سروری کی تصنیف زبان اور علمِ زبان میں زبان کے مسائل پر غور و

خوص کیا گیا۔

ڈاکٹر محی الدین قادری زور(۱۹۰۵ء۔۱۹۶۲ء) اردو کے پہلے ماہرِ لسانیات ہیں، جنھوں نے یورپ (لندن) سے باقاعدہ لسانیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا مقالہ "Hindustani Phonetics" ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔ ان کی ایک اور اہم تصنیف ہندوستانی لسانیات (۱۹۳۲ء) ہے۔

برج موہن پنڈت دتاتریہ کیفی ایک اہم ماہرِ زبان تھے۔ انھوں نے اپنی تصانیف 'کیفیہ' (۱۹۴۲ء) اور 'منشورات' (۱۹۴۰ء) میں زبان وانشا کے مسائل پر بحث کی ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان کا مقدمہ تاریخِ زبان اردو (۱۹۴۸ء) پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ ہے۔ (۱۶) اردو لفظ کا صوتیاتی اور تجز صوتیاتی مطالعہ (۱۹۸۶ء) اور دیگر وقیع لسانی مضامین ان کے لسانی شعور کا مظہر ہیں۔ پروفیسر احتشام حسین نے جان جیمز کی تصنیف An outline of Indian Philology کا ترجمہ ہندوستانی لسانیات کا خاکہ کے عنوان سے کیا، جو ۱۹۴۸ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری ایک صاحبِ نظر ماہرِ لسانیات ہیں۔ ان کی تصانیف اردو زبان کا ارتقا (۱۹۵۶ء)، لسانی مسائل (۱۹۶۲ء) اور اردو لسانیات (۱۹۶۶ء) لسانیات کے میدان میں گراں قدر اضافہ ہیں۔ اردو لسانیات کے باب میں ایک معروف نام ڈاکٹر سہیل بخاری کا ہے۔ اردو کا روپ (۱۹۷۱ء)، اردو کی کہانی (۱۹۷۵ء)، اردو کا صوتی نظام اور تقابلی مطالعہ (۱۹۹۱ء) اور دیگر متعدد تصانیف ان کی محنتِ شاقہ کی دلیل ہیں۔ پروفیسر خلیل صدیقی کی دلچسپی کا میدان اردو لسانیات ہے۔ زبان کا مطالعہ (۱۹۶۴ء)، زبان کا ارتقا (۱۹۷۷ء)، زبان کیا ہے؟ (۱۹۸۹ء)، لسانی مباحث (۱۹۹۱ء) اور آواز شناسی (۱۹۹۳ء) جیسی تصانیف ان کی عرق ریزی کی گواہی ہیں۔ ڈاکٹر اقتدار حسین کی کتاب لسانیات کے بنیادی اصول (۱۹۸۵ء) اردو

لسانیات پر ایک اچھی تصنیف ہے۔ڈاکٹر نصیر احمد خان کی تصنیف اردو لسانیات (۱۹۹۰ء) اور اردو ساخت کے بنیادی عناصر (۱۹۹۱ء) اردو لسانیات کی تفہیم کے لیے معاون ہیں۔انھوں نے ڈیوڈ کرسٹل کی کتاب کا ترجمہ ''لسانیات کیا ہے؟'' کے عنوان سے کیا۔ادب و لسانیات (۱۹۷۰ء) از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی ایک اہم تصنیف ہے،جس میں ان کا شاہکار مضمون ''اردو کا صوتی نظام بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر عبدالستار دلوی کی تالیف اردو میں لسانی تحقیق (۱۹۷۱ء) متعدد عمدہ مقالات کا مجموعہ ہے۔دلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے رسالہ "اردوئے معلیٰ" لسانیات بھی قابل ذکر ہے۔ عتیق احمد نے ایچ اے گلیسن (جونیر) کی کتاب کا ترجمہ توضیحی لسانیات (۲۰۱۸ء) کے عنوان سے کیا۔

ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے صدرِ شعبہ ؟ لسانیات رہے۔ان کی تصانیف 'اردو کی لسانی تشکیل (۱۹۸۵ء) اور لسانی تناظر (۱۹۹۷ء) ہیں۔ڈاکٹر گیان چند کی عام لسانیات (۱۹۸۵ء) لسانیات کے موضوع پر اردو میں سب سے ضخیم کتاب ہے۔ان کی دیگر تصانیف میں 'لسانی جائزے' (۱۹۹۷ء) اور لسانی رشتے (۱۹۹۷ء) قابلِ ذکر ہیں۔ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا شمار ہندوستان کے جدید ماہرِ لسانیات میں ہوتا ہے،انھیں نیشنل پروفیسر کا اعزاز بھی حاصل تھا۔اردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو (۱۹۶۱ء)، اردو زبان اور لسانیات (۲۰۰۶ء) اور املا نامہ (۱۹۹۰ء) ان کی معروف تصانیف ہیں۔انھوں نے ساختیات و مابعد ساختیات اور جدیدیت و مابعد جدیدیت جیسے موضوعات پر مستقل تصانیف مرتب کی ہیں۔عمومی لسانیات (۱۹۹۳ء) ڈاکٹر عبد السلام کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر محبوب عالم خان کی تصنیف ''اردو کا صوتی نظام'' (۱۹۹۷ء) مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، وقیع کام ہے۔ان کتب کے علاوہ متعدد رسالوں میں ماہرین کے مضامین ملتے ہیں،جن میں ڈاکٹر شوکت سبزواری،ڈاکٹر سہیل بخاری،عین الحق فریدکوٹی اور سید قدرت نقوی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اسلوبیات کے موضوع پر اہم تصانیف اور مضامین میں پروفیسر مسعود حسین خاں (شعر و زبان، مختلف مضامین)، پروفیسر مغنی تبسم (فانی بدایونی۔حیات، شخصیت اور شاعری)، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ (اسلوبیاتِ میر، ادبی تنقید اور اسلوبیات)، خلیق اور نارنگ (کربل کتھا کا لسانی مطالعہ)، ڈاکٹر محمد حسن (مضمون: غالب کا شعری آہنگ)، شمس الرحمٰن فاروقی (شعر شور انگیز، شعر، غیر شعر اور نثر، مطالعہ اسلوب کا ایک سبق)، ڈاکٹر نصیر احمد خاں (ادبی اسلوبیات)، علی رفاد فتیحی (اسلوبیاتی تنقید)، طارق سعید (اسلوب اور اسلوبیات)، ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ (زبان اسلوب اور اسلوبیات، تنقید اور اسلوبیاتی تنقید)، اردو میں اسلوب اور اسلوبیات کے مباحث (قاسم یعقوب) وغیرہ۔اردو متون کے اسلوبیاتی مطالعہ کے ضمن میں ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر مغنی تبسم، ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ اور ڈاکٹر نصیر احمد خاں نے خاص طور پر اردو ادب میں اسلوبیات کی روایت کو جدید تقاضوں کے قریب تر کر دیا ہے۔

پاک و ہند کی جامعات میں بھی مختلف شاعرون اور ادیبوں کے اسلوبیاتی مطالعے پر تحقیق کی جا رہی ہے۔مثال کے طور پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں پی ایچ۔ڈی مقالات "احمد فراز کی شاعری کا فنی اور اسلوبیاتی مطالعہ" (محمد افضل صفی)، کلامِ غالب کا لسانی واسلوبیاتی مطالعہ (نبیلہ ازہر)، پاکستانی اردو نعت کا لسانی اور اسلوبیاتی مطالعہ (شوکت محمود شوکت)، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز میں "پاکستان میں غیر افسانوی نثر کا اسلوبیاتی مطالعہ (رخشندہ مراد)" اور ہزارہ یونیورسٹی میں قراۃ العین حیدر کی ناول نگاری: اسلوبیاتی مطالعہ (عامر سہیل) وغیرہ۔

پاکستان میں کمپیوٹری لسانیات Computational Linguistics میں لائق تحسین کام ہو رہا ہے۔مرکزِ تحقیقاتِ اردو مارچ ۲۰۰۱ء کو فاسٹ یونیورسٹی لاہور (Fast National University) میں قائم کیا گیا، جس کا مقصد اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کے لسانی پہلوو?ں

مثلاً صوتی نظام، رسم الخط اور کمپیوٹیشنل ماڈل پر تحقیق کرنا ہے۔ یہ ادارہ اپنی سالانہ رپورٹ شائع کرتا ہے۔ اس ادارے کی بعض لسانی تحقیقات اخبار اردو (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد) میں شائع ہوئی ہیں۔ یہ رپورٹیں اردو لسانیات کے مستقبل کے لیے نیک شگون ہیں۔ (۱۷)

مرکز تحقیقات لسانیات، الخوارزمی انسٹیٹیوٹ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور، جدید لیبارٹری اور ایک تربیت یافتہ ٹیم کے ساتھ ڈاکٹر سرمد حسین کی نگرانی میں مندرجہ بالا لسانی پہلوؤں پر تحقیقات میں مصروف ہے۔ (۱۸) دیگر جامعات کے کمپیوٹر سائنس کے شعبہ جات میں اردو سے متعلق کمپیوٹیشنل لسانیات کے مقالے لکھے جا رہے ہیں۔

اردو لسانیات کے موضوع پر پی ایچ ڈی کے مقالات میں اردو لسانیات (تاریخ و تنقید کی روشنی میں) از نعمت الحق مخزونہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان (۱۹۹۵ء) معیاری مقالہ ہے جو محقق کی عرق ریزی کا آئینہ دار ہے۔ ''اردو میں لسانیات کے مباحث'' از عبدالغفور ساہی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور، ''پاکستان میں لسانیاتی تحقیق'' از ظفر احمد نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز اسلام آباد، ''اردو میں لسانی تحقیق'' از فائزہ بٹ اوری؟ نٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور شامل ہیں۔ راقم نے ''پاکستان میں اردو زبان کی تدریس کے مسائل و مباحث'' کے موضوع پر پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ (نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز اسلام آباد ۲۰۱۳ء) لکھا، جس میں تدریسی اور لسانی دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا۔

فرہنگِ اصطلاحات لسانیات کے ضمن میں فرہنگ اصطلاحات (انگریزی۔اردو) لسانیات مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغ اردو، نئی دہلی اور کشاف اصطلاحات لسانیات از ڈاکٹر الٰہی بخش اعوان، مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد اور لغات لسانیات از خالد محمود خان (بیکن بکس ملتان) قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری نے اصطلاحات لسانی (تسوید ۱۹۸۸ء) اکادمی ادبیات کو اشاعت کے لیے بھیجی، جو تا حال اشاعت پذیر نہ ہوسکی۔ اس کے علاوہ لسانیات کے

موضوع پر مرقومہ متعدد کتابوں کے آخر میں لسانی اصطلاحات دی گئی ہیں۔

اردو اور دیگر عالمی زبانوں کے تعلق پر مقالے لکھے گئے ہیں۔ مثلاً اردو اور ہندی کا لسانیاتی رشتہ از ڈاکٹر رام آسرا راز (۱۹۷۵ء)، اردو اور عربی کا تقابلی مطالعہ (اصوات، قواعد اور مفردات میں) از حافظ احسان الحق (۱۹۸۸ء) مخزونہ جامعہ کراچی، عربی زبان کا اردو زبان پر اثر از حلیمہ بی بی (۲۰۰۷ء) مخزونہ جامعہ پنجاب، اردو کی تشکیل میں فارسی کا حصہ از ڈاکٹر محمد صدیق شبلی، اردو پر فارسی اثرات از عصمت جاوید، اردو اور فارسی کے روابط از محمد عطا اللہ خان (۲۰۰۲ء) مخزونہ جامعہ کراچی، اردو اور ترکی کے لسانی روابط از محمد امتیاز (۲۰۱۳ء) مخزونہ قرطبہ یونیورسٹی پشاور وغیرہ۔ تقریباً تمام بڑی پاکستانی زبانوں کے اُردو کے ساتھ تہذیبی و لسانی روابط پر مقالے اور کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اگر چہ ان مقالات میں زیادہ تر مماثلتی گوشوں کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر: پنجابی اور اردو کے تعلق پر " پنجاب میں اردو " از حافظ محمود شیرانی ہے۔ (۱۹)

۱۹۶۰ء میں کالا سنگھ بیدی نے تین ہندوستانی زبانیں کے عنوان سے پنجابی، اردو اور ہندی کے لسانی رشتہ پر تحقیقی کام کر کے دہلی یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق نے ملتانی زبان اور اس کا اردو سے تعلق (پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۵۷ء) کے موضوع پر پی ایچ۔ ڈی کی۔ سندھی اور اردو کے لسانی روابط پر سید سلیمان ندوی کے مقالات خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی نے اردو سندھی کے لسانی روابط پر (سندھ یونیورسٹی، ۱۹۶۸ء) پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھا۔ اردو اور پشتو کے تعلق پر مولانا امتیاز علی عرشی نے ایک کتاب تصنیف کی۔ ڈاکٹر عبدالستار پراچہ نے اردو اور پشتو کے لسانی روابط کے موضوع پر (پشاور یونیورسٹی، ۱۹۸۲ء) پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یہ ایک وقیع کام ہے۔ ڈاکٹر خالد خٹک نے پی ایچ۔ ڈی کے لیے سندھی، پشتو اور اردو کے لسانی روابط (سندھ یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء)

کے موضوع پر تحقیق کی۔ڈاکٹر یوسف بخاری نے پی ایچ۔ڈی کے لیے کشمیری اور اردو زبان کا تقابلی مطالعہ (پنجاب یونیورسٹی،۱۹۸۰ء) کے موضوع کا انتخاب کیا۔ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوی نے براہوی اور اردو کا تقابلی مطالعہ (سندھ یونیورسٹی،۱۹۷۹ء) کے موضوع پر تحقیق کی۔علاوہ ازیں ایم فل کی سطح کے متعدد مقالے اردو اور دیگر زبانوں پر موجود ہیں،مثلاً ہندکو اردو کا تقابلی مطالعہ از احمد سعید پراچہ (سندھ یونیورسٹی،۱۹۷۵ء)، بلوچستان میں بولی جانے والی زبانوں کا اردو سے تقابل از احمد علی صابر بولانوی (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،۱۹۹۹ء)،اردو اور پشتو مین تذکیر و تانیث از محمد اشفاق (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،۲۰۰۱ء)، پہاڑی اور اردو کا تقابلی مطالعہ از کریم اللہ قریشی (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،۲۰۰۲ء)، اردو اور گوجری کا لسانی رشتہ از محمد اکرم (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،۲۰۰۶ء) وغیرہ۔

زبان دانی کے لیے لغت کی اہمیت اور ضرورت محتاجِ بیان نہیں۔دنیا کی ہر زبان میں لغت کی اہمیت مسلمہ ہے۔لغات زبان کی سند اور بقا کا بڑا ذریعہ ہیں۔معیاری لغات کے بغیر زبان کی بنیادیں مستحکم نہیں ہو سکتیں۔اردو لغت کی تاریخ میں سب سے پہلے منظوم لغات ملتے ہیں،جن میں اشعار کے پیرائے میں مبتدیوں کو الفاظ کے معانی بتانے کی کوشش کی گئی ہے۔ان میں نصاب نامہ،رازق باری،حامد باری،خالق باری اور مرزا غالب کی تصنیف قادر نامہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

میر عبدالواسع کی غرائب اللغات کو اردو کا پہلی لغت قرار دیا جاتا ہے۔اس کے بعد سراج الدین خان آرزو کا نوادر الالفاظ (۱۷۵۱ء) اہمیت کا حامل ہے۔ان لغات میں اردو الفاظ کے معانی اور وضاحت فارسی میں دیے گئے ہیں۔غیر ملکی مرتبینِ لغت شیکسپیئر (Shakespeare) ٹی ایلیٹ (EliotT)،فیلن (Felon)،گلکرسٹ (John Gilchrist) کی لغات کے علاوہ اُردو میں متعدد لغات مرتب ہوئے۔ اِن میں سید احمد دہلوی کا فرہنگِ آصفیہ (۱۹۰۶ء)،مولوی

نورالحسن نیر کا نوراللغات (۱۹۶۴ء) اردو لغت نویسی میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ یہ دونوں لغات چار چار جلدوں میں ہیں۔ان کے علاوہ امیر اللغات اور لغتِ کبیر قابلِ ذکر ہیں۔ یک جلدی جامع الغات میں وارث سرہندی کا علمی اُردو لغت، مولوی فیروزالدین کا فیروزاللغات اور نسیم امروہوی کا نسیم اللغات معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ جدید دور کے لغات میں اُردو لغت بورڈ پاکستان کا آکسفورڈ ڈکشنری کے طرز پر بائیس جلدوں پر مشتمل عظیم ترین لغت ''اُردو لغت (تاریخی اصول پر)'' اپریل ۲۰۱۰ء کو پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ یہ لغت اردو ڈکشنری بورڈ، کراچی کی ویب سائٹ (https://udb.gov.pk/index.php) پر آن لائن دستیاب ہے، جس میں ہر لفظ کا معنی اور تلفظ تحریری صورت کے ساتھ آڈیو میں بھی سنا جا سکتا ہے۔ اِسی طرح ترقی اُردو بیورو (ہند) کا پانچ جلدی لغت بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔اردو تھیسارس مرتبہ رفیق خاور، مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان (۱۹۹۲ء) اہم لسانی پیش رفت ہے۔اس کے علاوہ متعدد ذولسانی لغات اورہفت زبانی لغت منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔جن میں اردو سائنس بورڈ کا شائع کردہ ہفت زبانی لغت"، اردو اور پشتو کے مشترک الفاظ از پروفیسر پری شان خٹک (مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان)، اور مقتدرہ قومی زبان کی شائع کردہ متعدد لسانی اشتراک کی کتب شامل ہیں۔ جدید لغات میں شان الحق حقی کا فرہنگِ تلفظ اردو لغت نویسی کی تاریخ میں قابلِ قدر اضافہ ہے، جس میں رائج فصیح تلفظ معروف اعراب کے ساتھ حرفی اعراب کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔صوتی لغت کے سلسلے میں ایک اہم قدم یک جلدی اوکسفرڈ اردو۔انگریزی لغت (۲۰۱۳ء) ہے۔اس لغت میں ملک کے معروف لسانی انجینئر اور کمپیوٹری لسانیات کے ماہر ڈاکٹر سرمد حسین نے بین الاقوامی صوتیاتی حروف (IPA) سے ماخوذ صوتی علامات کے ذریعے تلفظ واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۹۹۵ء میں پروفیسر خلیق احمد صدیقی کا بچوں کا لغت شائع ہوا۔محمد اسحاق جلالپوری اور

تاج محمد صاحب کی مشترکہ کوشش سے بچوں کا اُردو لغت غالباً ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔ اِس کے بعد ڈاکٹر جمیل جالبی کا ''درسی اُردو لغت'' منظر عام پر آیا۔ جو اعلیٰ ثانوی سطح تک طلبہ کے لیے مفید ہے۔ کئی جلدوں پر مشتمل ''کتبِ لغت کا تحقیقی ولسانی جائزہ'' مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد لائق تحسین کام ہے۔ لغت نویسی کیمسائل از گوپی چند نارنگ (ماہنامہ کتاب نما دہلی، ۱۹۸۵ء) اور ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی تصانیف و تالیفات اس میدان میں اہم اضافہ ہیں۔ لغتیات کے باب میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے خصوصیت سے کام کیا۔ لغات پر پی ایچ۔ ڈی کے مقالات میں اردو لغت کا ارتقا از سید انور علی، مخزونہ سندھ یونیورسٹی جام شورو (۱۹۷۶ء)، پاکستانی اُردو لغات (جامع) کا تقابلی جائزہ از شمیم طارق، مخزونہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، اسلام آباد (۲۰۰۷ء)، اردو لغت نویسی از عابدہ بتول، از امینہ بی بی، مخزونہ یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور (۲۰۰۷ء) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

احمد دین کی تصنیف سرگزشتِ الفاظ (۱۹۲۳ء) میں اشتقاقیات کے ابتدائی نقوش نظر آتے ہیں۔ سید سلیمان ندوی کی تصنیف ''نقوشِ سلیمانی'' (۱۹۳۹ء) میں شامل تین مضامین میں بھی چند اردو الفاظ کی ماہیت اور ماٰخذ سے بحث کی گئی ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کی تصنیف ''اردو میں الفاظ سازی'' مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان (۱۹۸۹ء) اور رسالہ جریدہ جامعہ کراچی میں شائع شدہ ''اردو کی اشتقاقی لغت'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اردو میں معنیات پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ صرف ڈاکٹر سہیل بخاری کی تصنیف ''معنویات'' مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔

اُردو قواعد کے پس منظر کو دیکھا جائے تو ابتدائی قواعد نویس یورپی باشندے تھے، جنھیں یہ زبان سیکھنے اور اپنی تقریر و تحریر میں استعمال کرنے کی ضرورت تھی۔ ہالینڈ کے باشندے جان جوشوا کیٹلر (Jon Joshua Kettler) کی لاطینی زبان میں Grammatical

Indostanica کو بالاتفاق پہلی قواعد تسلیم کہا جاتا ہے۔ جس کی اشاعت ۱۷۴۳ء میں ہوئی۔ اُردو گرامر کی ابتدائی کتابوں کے مصنّفین میں ایک نمایاں نام جان گلکرسٹ کا ہے۔ جن کی مشہور کتاب A Grammar of Hindustani Language کے نام سے ۱۷۹۶ء میں شائع ہوئی، جو بنیادی طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریز ملازمین کو مقامی زبان سے آشنا کرانے کے لیے لکھی گئی تھی۔ گلکرسٹ کی قواعدِ اُردو کی تلخیص میر بہادر علی حسینی نے ''رسالۂ گل کرسٹ'' کے نام سے مرتب کی۔ انیسویں صدی کے دوران مغربی انداز میں لکھے گئے اُردو قواعد کی ایک طویل فہرست ہے، جس کا ذکر تحصیلِ حاصل ہے۔ اِن میں مسٹر جان ٹی پلیٹ کی گرامر نمایاں مقام رکھتی ہے۔ ۱۸۷۴ء میں انگریزی زبان میں شائع ہونے والی یہ کتاب آج بھی اہل قواعد کے لیے اپنے اندر ایک کشش رکھتی ہے۔

اہل ہند میں انشااللہ خاں انشا پہلے شخص ہیں جنھوں نے ''دریائے لطافت'' لکھ کر صحت مند بنیادوں پر اس کام کا آغاز کیا۔ اس کتاب میں انھوں نے اُردو کے مزاج، صوتیات، بول چال اور محاوروں وغیرہ پر بحث کر کے زبان کے کچھ اصول اور قواعد مرتب کیے۔ دریائے لطافت ۱۸۰۸ء میں تصنیف ہوئی اور ۱۸۴۹ء میں طبع ہوئی۔ انشا کے بعد اہل زبان بھی قواعد نویسی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان میں مقبول ترین کوشش مولوی فتح محمد جالندھری کی مصباح القواعد (۱۹۰۴ء) ہے۔ چونکہ مولوی صاحب عربی کے بڑے عالم تھے۔ اس لیے ان کی قواعد پر عربی کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ مولوی عبدالحق اُردو کے پہلے قواعد نویس ہیں جنھوں نے قواعد اُردو میں، عربی اور فارسی کے مروج تتبع سے انحراف کر کے تعریفات، اصطلاحات اور تشریحات میں اُردو کے مزاج کو اپنایا اور انگریزی قواعد کے انداز پر اُردو قواعد کو مدون کرنے کی سعی کی۔ مرکزی اُردو بورڈ نے ملک کے دو ممتاز اساتذہ اور علما، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی سے جامع القواعد (حصہ صرف) اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان سے جامع القواعد (حصہ نحو) مرتب کرا کے شائع کیں۔

چند نئے قواعد نویسوں نے عربی و فارسی کے اثر سے ہٹ کر خالص اُردو کے مزاج اور لسانی بنیادوں پر قواعد مرتب کرنے کی کوشش کی۔ ان میں پہلا نام ڈاکٹر شوکت سبزواری کا ہے۔ وہ ابھی صرف کا کسی قدر حصہ ہی لکھ پائے تھے کہ ۱۹۷۳ء وفات پا گئے۔ ان کے نامکمل کام کو ۱۹۸۲ میں کراچی کے مکتبہ اسلوب نے ڈاکٹر قدرت نقوی کے حواشی اور مشفق خواجہ کے دیباچے سے آراستہ کر کے شائع کیا۔ جدید لسانیاتی نقطۂ نظر سے ہندوستان میں ڈاکٹر عصمت جاوید نے ''نئی اُردو قواعد'' اور ڈاکٹر اقتدار حسین نے ''اُردو صرف و نحو'' مرتب کی ہیں۔

اُردو قواعد کے میدان میں تحقیقی کام بہت کم ہوا ہے۔ بھارت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ نے ''شمالی ہند کی اُردو کی تاریخی قواعد ۱۴۰۰ تا ۱۸۱۰ء'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی۔ روس کی ایک خاتون سونیا چرنیکووا نے اُردو افعال پر پی ایچ ڈی کی۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں مہر النسا نے "دکنی اردو قواعد کا تجزیاتی مطالعہ" کے موضوع پر عمدہ مقالہ لکھا ہے۔ رشید حسن خاں کا مقالہ "اردو اور برج قواعد کا تقابلی مطالعہ" ہے۔ سرگودھا یونیورسٹی کے استاد غلام عباس گوندل نے ''اُردو قواعد کی مطبوعہ کتب کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' (اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور) کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی کی تحقیق کی۔ تاہم ابھی تک قواعد کے بہت سے مسائل حل طلب ہیں۔

اعدادی لسانیات (Statistical Linguistics) لسانیات کا ایک شعبہ ہے، جس میں مخصوص مقاصد اور ضروریات کے حروف والفاظ کو شمار اور درجہ بندی کی جاتی ہے۔ ہماری اُردو کی درسی کتابوں کی تدوین میں سب سے بڑا مسئلہ ہر درجے کے لیے ذخیرہ؟ الفاظ کا تعین اور درجہ بندی ہے۔ ہماری درسیات کی تدوین سائنسی خطوط پر نہیں ہوتی اور درسی کتب میں ذخیرۂ الفاظ کا تدریجاً استعمال نہیں ہوتا۔ کوئی معیاری پیمانہ نہ ہونے کی وجہ سے مرتبین و مصنّفین محض اندازے سے کام لیتے ہیں۔ قومی نصاب (۲۰۰۶ء) میں کلاس ۱ تا ۳ ابتدائی ڈھائی ہزار الفاظ، کلاس ۴ تا ۵

ابتدائی پانچ ہزار الفاظ، کلاس ۶ تا ۸ کم از کم سات ہزار الفاظ وتراکیب، کلاس ۹ تا ۱۰ کم از کم دس ہزار الفاظ وتراکیب اور کلاس ۱۱ تا ۱۲ کم از کم پندرہ ہزار الفاظ وتراکیب کا تعین کیا گیا ہے۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے ''بنیادی اردو'' کے عنوان سے روزمرہ الفاظ کی فہرست تیار کی، جسے مرکزی اُردو بورڈ نے شائع کیا۔اس کا ترجمہ چاروں بڑی صوبائی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کو وزارت تعلیم نے پاکستان کی تیسری جماعت تک کے بچوں کا ذخیرۂ الفاظ معلوم کرنے کا ایک پروجیکٹ بھی دیا تھا، جو انھوں نے ایک سال میں مکمل کر دیا۔ لاہور کی مدیحہ اعجاز اور ساتھیوں نے کھیلوں،خبروں، مالیات، ثقافت،فنون، تفریحات، تجارت، ادب اور ابلاغیات وغیرہ کے پچاس ہزار الفاظ سے تعدادِ الفاظ معلوم کرنے کی کوشش کی۔ساٹھ کی دہائی میں کینیڈا سے پنجاب یونیورسٹی میں آئے ہوئے ڈاکٹر عبدالرحمٰن بارکر نے صحافتی الفاظ شماری کی۔انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ (IER) پنجاب یونیورسٹی لاہور نے سکول کے بچوں کے لیے اُردو لفظ شماری کی۔زرعی یونیورسٹی فیصل آباد نے بھی کسانوں کو روزمرہ اُردو میں زرعی معلومات دینے کے لیے ذخیرۂ الفاظ جمع کیا تھا۔محمد افتخار کھوکھر و دیگر (مرتبین) نے اردو ذخیرۂ الفاظ (جماعت اول تا پنجم)، ۲۰۱۸ء میں شائع کیا۔ ہندوستان میں حسن الدین احمد نے نظم ونثر کے دس شعبوں کا انتخاب کرتے ہوئے اُردو مدرسہ اسلامیہ سنگاریڈی (آندرا پردیش) کے کارکنوں کی مدد سے ۱۹۶۰ء میں الفاظ شماری کا کام شروع کیا اور تکرارِ الفاظ کی بھی نشان دہی کی۔۱۹۴۴ء میں مقبوضہ جموں کشمیر میں آسان اُردو الفاظ کی فہرست شائع کی گئی۔اس کے علاوہ حیدرآباد کے ماہرِ تعلیم سجاد مرزا نے الفاظ کی ایک فہرست مرتب کی۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سلسلے کو آگے بڑھایا جائے،تا کہ زبان کے حقیقی استعمال پر مبنی تدریجی نصاب کو مرتب کیا جا سکے۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری نے مختلف لسانی موضوعات پر کتابیات مرتب کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا، جیسے کتابیاتِ قواعدِ اردو، کتابیاتِ املا او رسم الخط اور کتابیاتِ لغات

وغیرہ۔اس سلسلے کو مقتدرہ قومی زبان نے شائع کیا۔ایسی کتابیات اور اشاریے محققین کے لیے بہت معاون ثابت ہوتے ہیں۔اطلاقی لسانیات میں اسلوبیاتی مطالعے اور سماجی لسانیات کے شعبے اُردو محققین کی توجہ کے منتظر ہیں۔ان شعبوں میں چند گنتی کے معیاری کام ہوئے۔

اردو میں لسانی تحقیق ابھی تک ابتدائی مرحلے پر ہے۔تقابلی اور جدید لسانیاتی مسائل کو اس طرح موضوعِ تحقیق نہیں بنایا گیا،جس طرح تقاضا تھا۔جدید لسانیاتی مسائل پر جو مواد انگریزی، جرمن،فرانسیسی اور دیگر ترقی یافتہ زبانوں میں دستیاب ہے،اس کے مقابلے میں اردو بہت پیچھے ہے۔حتیٰ کہ ہندی میں لسانیات کی تحقیق اور مباحث کا تناسب اس قدر زیادہ ہے کہ موازنہ ممکن نہیں۔اردو میں لسانیات کے مطالعے کا باقاعدہ آغاز ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی کتاب ''ہندوستانی لسانیات'' سے ہوا۔طویل خاموشی کے بعد پاک وہند میں اردو لسانیات پر تصانیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہوا، جو سست روی سے آگے بڑھ رہا ہے۔اردو لسانیات کی روایت نہ تو زیادہ قدیم ہے اور نہ مضبوط۔اس کی وجہ اردو دنیا میں لسانیات سے ضمنی اور جزوی دلچسپی ہے۔یہاں اگر کوئی لسانیات کی طرف متوجہ ہوتا بھی ہے،تو اضافی اور ذیلی طور پر۔چونکہ شعبہ اردو میں لسانیات کے کام کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دی جاتی،نتیجتاً ایک محقق کو اردو کے شعبے میں اپنا مقام پیدا کرنے کے لیے ادب کے کسی بھی شعبے میں مہارت بہم پہنچانا پڑتی ہے،اس لیے مطلوبہ تخصص پیدا نہیں ہوسکتا۔

وطنِ عزیز کی جامعات میں لسانیات کی تدریس کی حالت تسلی بخش نہیں ہے۔جامعات میں اردو لسانیات کا الگ سے کوئی شعبہ نہیں۔لسانیات ضمنی طور پر ایک پرچے کی صورت میں ایم۔اے اردو اور بی۔ایس اردو کے نصاب میں شامل ہے، جو اس کمی کو پر کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ڈاکٹر شیراز دستی نے ۱۹۹۱ء تا ۲۰۱۵ء شائع ہونے والے تحقیقی مجلّات میں ایسے ''۱۸۰'' مقالات کی نشان دہی کی،جن کا تعلق اردو لسان یا لسانیات کے شعبے سے ہوسکتا ہے۔ان میں

صرف ۱۹ مقالے ایسے ہیں، جن کا تعلق لسانیات کے بنیادی شعبوں صوتیات، مارفیمیات اور نحویات سے ہے۔ (۲۰) گزشتہ ۲۵ سالوں میں دنیا کی تیسری بڑی زبان میں اس قدر تحقیقی کام ہونا قابل افسوس ہے۔

ٹیکنالوجی کے عہد جدید میں کمپیوٹری لسانیات کا شعبہ زبان کی ترقی اور تفہیم و تحصیل میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ پاکستان میں مرکز تحقیقات اردو FAST لاہور اور مرکز تحقیقات لسانیات UET لاہور میں اردو کے حوالے سے لسانی تجربہ گاہ کو بروئے کار لیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ کسی ادارے یا جامعہ اس ضمن میں کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے جامعہ کراچی، شعبۂ اردو میں لسانی تجربہ گاہ بنائی تھی اور اس میں زبان کی ساخت کو سمجھنے کے لیے عملی اقدامات کا آغاز کیا، جس کی ایک جھلک ان کی تصنیف ادب و لسانیات میں دیکھی جا سکتی ہے۔ تاہم ان کے یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد اس لسانی تجربہ گاہ کو بے مصرف قرار دے دیا گیا۔ جن اداروں اور شعبوں میں لسانیات کی تحقیق و تدریس ہونا چاہیے تھی، وہاں یہ تحقیق و تدریس یا تو عنقا ہے یا محض بنیادی سطح پر ہو رہی ہے۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کا قیام ہی اسی مقصد کے لیے تھا۔ مقتدرہ کا منشور اس کا غماز ہے، لیکن ایک عرصے کے بعد یہ ادارہ بیوروکریسی کی بھینٹ چڑھ گیا۔ نہ لسانیات کے باب میں کام ہو سکا اور نہ ہی ترجمہ اور کارپس پلاننگ کے شعبے قائم ہوئے۔ جامعات کے اردو شعبہ جات میں لسانیات کی تدریس کی خاطر ایک جامع حکمت عملی اور سنجیدگی کی ضرورت ہے۔ اردو شعبوں میں لسانی تجربہ گاہیں قائم کی جائیں اور لسانیات کی ڈگری کے حامل اساتذہ کا تقرر کیا جائے، جو دیگر اساتذہ کے ساتھ مل کر اردو لسانیات کا نصاب مرتب کریں اور تدریس لسانیات کو مضبوط بنیادوں پر استوار کریں۔

ب۔حوالہ جات

۱۔ سید محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، ہندوستانی لسانیات لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، لاٹوش روڈ،۱۹۶۰ء)ص۱۴

۲۔ David Crystal Cambridge Encycolopedia of language, Cambridge University Press, Cambridge, 1995, P. 196

۳۔ گیان چند جین، پروفیسر، عام لسانیات (لاہور: بک ٹاک ٹمپل روڈ،۲۰۱۸ء) ص ۸۸۷

۴۔ خلیل صدیقی، لسانی مباحث (کوئٹہ: زمرد پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء)ص۱۱۔۱۲

۵۔ وکیل احمد، اخبار نجات (دہلی: مطبوعہ مطبع مجتبائی،۱۳۱۴ھ)ص۸

۶۔ جامع القواعد (حصہ صرف)،(لاہور: اردو سائنس بورڈ،۲۰۰۴ء)ص۱۳۱

۷۔ لسانی مباحث،ص۱۰

۸۔ ایضاً، ص۱۷،۱۸

۹۔ جامع القواعد (حصہ صرف)،ص۱۳۴

۱۰۔ خلیل احمد بیگ مرزا، لسانی تناظر (نئی دہلی: باہری پبلی کیشنز،۱۹۹۷ء)ص۱۰۲۔۱۱۰

۱۱۔ عام لسانیات،ص۸۹۶

۱۲۔ ایضاً،ص۹۰۰

۱۳۔ ایضاً،ص۹۰۲

۱۴۔ ایضاً،ص۸۹۰

۱۵۔ Linguistics Survey of India, Motilal :AGrierson G Delhi, 1916:Banarsidas

۱۶۔ مسعود حسین خان، ڈاکٹر (لاہور: مقدمہ تاریخ زبان اردو، اردو مرکز، ۱۹۶۶ء)

۱۷۔ 2002, Center –Annual Student Report, 2001CRULP nu, - for in Urdu Language Processing, FAST Lahore, Pakistan, 2002, 2003, 2004

۱۸۔ Centre for Langauge Learning, UET, Lahore. (Papers, (Papers, Reports, Theses)(papers.htm/research/www.cle.org.pk//:http)

۱۹۔ محمود شیرانی، حافظ , پنجاب میں اردو (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، ۲۰۰۵ء)

۲۰۔ محمد شیراز دستی، ڈاکٹر، اردو میں لسانیاتی تحقیق مشمولہ دریافت نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، شمارہ ۱۹، جون ۲۰۱۸ء، ص ۳۲

ج۔ خود آزمائی

۱۔ لسانیات کا عالمی منظر نامے میں لسانیات کے آغاز اور ارتقا کی تفصیل لکھیں۔

۲۔ اردو لسانیات کے آغاز و ارتقا کو تفصیل سے بیان کریں۔

مصنف کا تعارف

ڈاکٹر عبدالستار ملک علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں اردو کے استاد ہیں۔ عرصہ اٹھائیس سال سے اردو زبان وادب کی تدریس سے وابستہ ہیں۔ لسانیات اور تدریسِ زبان ان کی دلچسپی کے خاص میدان ہیں۔ متعدد مطبوعہ اور زیرِ طبع کتب ان کے کریڈٹ پر ہیں۔ پچاس سے زائد مقالات تحقیقی اور ادبی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ بیسیوں ایم فل اور پی ایچ ڈی مقالات کی نگرانی کی۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے بی ایس اردو کے پروگرام کے بنیاد گزار اور غیر ملکیوں کے لیے اردو زبان دانی کے کورس کے فوکل پرسن ہیں۔ بطورِ پروگرام رابطہ کار بی ایس کے کورسز کی تیاری کے علاوہ بیورو برائے یونیورسٹی توسیع خصوصی پروگرام علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی پرائمری اور ایلیمنٹری کے مربوط اردو نصاب کی تیاری میں بطورِ شریک مولف کام کیا۔ ان کے مستقبل کے پراجیکٹ میں غیر ملکیوں کے لیے مطبوعہ اور ڈیجیٹل مربوط تدریجی نصاب کی تیاری بھی شامل ہے۔

مصنف کی دیگر کتب:

اردو زبان کی تدریس: مسائل ومباحث

اردو زبان: تشکیل وارتقا

اردو لسانیات سے متعلق کتب اور تحقیقی کام کا توضیح اشاریہ

تحقیقی مقالات

اُردو بطور غیر ملکی زبان: نصابی کتب اور دیگر مواد کا تنقیدی جائزہ (زیرِ طبع)

اُردو الفاظ کی تشکیل: پس منظر اور امکانات (زیرِ طبع)